WWW.KITABOSUNNAT.COM

ترجمہ وتفسیر پارہ ۲۹

فتح القدیر

الجامع بین فنی الروایۃ والدرایۃ من علم التفسیر

تبارک الذی

تالیف:
زبدۃ المفسرین وعمدۃ المحدثین
امام محمد بن علی بن محمد الشوکانی

ترجمہ: حافظ محمد اسلم شاہد وی (ایم اے۔ ایم فل)

اسلامیہ مکتبہ
MAKTABA ISLAMIA

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام

محدث لائبریری

کتاب وسنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب ...عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے

کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

KitaboSunnat@gmail.com

www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

ترجمہ وتفسیر پارہ ۲۹

فتح القدیر

الجامع بین فنی الروایۃ والدرایۃ من علم التفسیر

تبارک الذی

زبدۃ المفسرین وعمدۃ المحدثین

امام محمد بن علی بن محمد الشوکانی

ترجمہ: حافظ محمد اسلم شاہد وی (ایم اے۔ ایم فل)

www.kitabosunnat.com

مکتبہ اسلامیہ®

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فتح القدیر

ترجمہ

حافظ محمد اسلم شاہدروی

237.45
ش و ک ـ ح

ناشر ---------- محمد سرور عاصم

اشاعت ---------- 2018

المکتبۃ الرحمانیۃ
۹۹ - جے ماڈل ٹاؤن - لاہور
23602
25103

ملنے کا پتا

مکتبہ اسلامیہ

لاہور G/F-26 بادیہ حلیمہ سینٹر غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور
0300-0997821-22-23-24 , 042-37244973-37232369

فیصل آباد بیسمنٹ سمٹ بینک بالمقابل شیل پٹرول پمپ کوتوالی روڈ، فیصل آباد
0300-0997826-27-28 , 041-2631204-2641204

0300-8661763 0321-8661763
www.facebook.com/maktabaislamia1
maktabaislamiainfo@gmail.com
www.maktabaislamia.com.pk

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

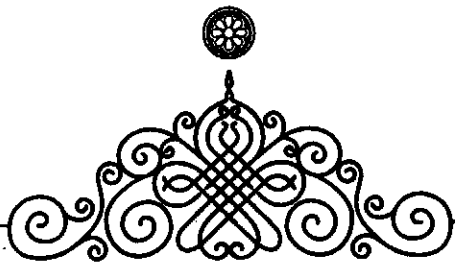

هٰذَا بَصَآئِرُ لِلنَّاسِ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ

یہ قرآن لوگوں کے لیے دانائی کی باتیں ہیں اور جو یقین رکھتے ہیں اُن کے لیے ہدایت اور رحمت ہے

(الجاثیۃ: ۲)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

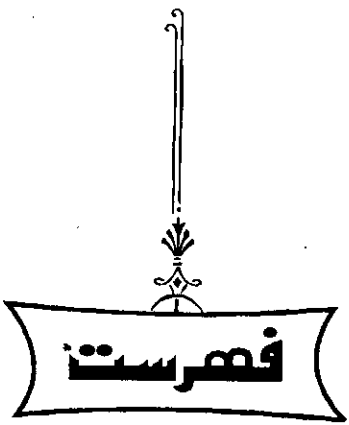

- عرضِ ناشر 7
- تقریظ 9
- گزارشِ مترجم 11
- سورۃ الملک 13
- سورۃ القلم 37
- سورۃ الحاقہ 71
- سورۃ المعارج 96
- سورۃ نوح 120
- سورۃ الجن 139

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

- سورۃ المزمل 171
- سورۃ المدثر 194
- سورۃ القیامہ 224
- سورۃ الانسان (الدھر) 248
- سورۃ المرسلات 279

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عرضِ ناشر

الحمد لله رب العٰلمين والصلٰوة والسلام علٰى رسوله الأمين، أما بعد:

قرآن مجید وہ عظیم معجزہ ہے جس کا ہر ہر حرف ولفظ اس بات کی واضح شہادت ہے کہ یہ کلامِ الٰہی ہے۔اس کے کلمات، مفردات، مضامین، غیب کی خبریں، قیامت تک پیش آمدہ حالات کی اطلاع، اس کا اسلوب، اندازِ بیان، معنویت، لہجہ، خطاب، الفاظ کا استعمال اور موزونیت، الغرض ہر اعتبار سے قرآن مجید زندہ اعجاز اور نہ ماننے والوں کے لیے مسلسل تحدی کی حیثیت رکھتا ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَاِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ ۠ وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ﴾ (البقرة : ٢٣)

”اور اگر تم اس کے بارے میں کسی شک میں ہو جو ہم نے اپنے بندے پر نازل کیا تو اس کی مثل ایک سورت لے آؤ اور اللہ کے سوا اپنے حمایتی بلالو، اگر تم سچے ہو۔“

قرآن مجید انسان کے لیے ایسا ضابطۂ حیات پیش کرتا ہے جس پر عمل کر کے انسان دنیا میں کامیابی اور آخرت میں فلاح حاصل کرسکتا ہے۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((اقْرَؤُا الْقُرْآنَ فَاِنَّهٗ يَاْتِيْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ شَفِيْعًا لِأَصْحَابِهٖ))

(صحيح مسلم : ٨٠٤)

”قرآن مجید پڑھا کرو، کیونکہ روزِ قیامت وہ اپنے پڑھنے والوں کے لیے سفارشی بن کر آئے گا۔“

نیز فرمایا:

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

((إِنَّ اللّٰهَ يَرْفَعُ بِهٰذَا الْكِتَابِ أَقْوَامًا وَيَضَعُ بِهِ آخَرِيْنَ))

(صحيح مسلم : ٨١٧)

''یقیناً اللہ تعالیٰ اس کتاب (قرآن مجید) کی وجہ سے کچھ لوگوں کو رفعتیں عطا فرمائے گا اور اسی کی وجہ سے دوسروں کو پستیوں میں دھکیل دے گا۔''

صد افسوس کہ سہل پسند مسلمانوں نے آج قرآن مجید کو ایک رسمی کتاب سمجھ لیا اور قرآن کو کتابِ ہدایت سمجھنے کے بجائے محض تبرک حاصل کرنے کا ذریعہ بنالیا۔

قرآن فہمی کو عام کرنے کے لیے ہر دور میں اس کی خوب خدمت کی گئی اور تفاسیر لکھی گئیں۔ امام شوکانی رحمہ اللہ تیرھویں صدی ہجری کے وہ جید عالم دین ہیں جنھوں نے تقریباً ہر فن میں اپنی مہارت کا ثبوت پیش کیا اور ''فتح القدیر'' کے نام سے ایک عمدہ تفسیر بھی مرتب فرمائی۔ اسی تفسیر کے بعض پارے وفاق المدارس کے نصاب میں شامل ہیں، چنانچہ ہم نے اساتذہ اور طلبا و طالبات کی سہولت کے پیش نظر اسے اردو قالب میں ڈھالنے کا انتظام کیا ہے جس کے لیے شیخ الحدیث مولانا محمد اسلم شاہد روی حفظہ اللہ کی خدمات حاصل کی گئی ہیں۔ زیر نظر ۲۹ پارے کا ترجمہ و تفسیر اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ مترجم موصوف چونکہ ایک مدرس بھی ہیں، لہٰذا انھوں نے تدریس کی مشکلات کو سامنے رکھتے ہوئے آسان فہم انداز میں ترجمانی کی ہے۔ جزاہ اللہ خیراً

واضح رہے کہ قرآنی آیات کا ترجمہ مفسر قرآن، شیخ الحدیث حافظ عبد السلام بن محمد حفظہ اللہ کے شائع شدہ ترجمہ سے لیا گیا ہے۔ اللہ رب العزت انھیں جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین

ہم امید کرتے ہیں کہ حسبِ سابق ہماری اس کاوش کو بھی تحسین کی نظر سے دیکھا جائے گا۔ ان شاء اللہ

اللہ رب العزت ہماری تمام تر محنتوں کو شرفِ قبولیت بخشے اور مفسر، مترجم، ناشر و معاونین کی نجات کا ذریعہ بنائے۔ آمین

محمد سرور عاصم

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

تقریظ

از قلم: جناب پروفیسر ڈاکٹر عبدالغفور راشد صاحب
مشیر وزیر اعلیٰ پنجاب، ناظم ذیلی تنظیمات مرکزی جمعیت اہل حدیث، پاکستان

قرآن عزیز وہ عظیم کتابِ سماوی اور ذکر للعلمین ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی آخر الزماںؐ اور رحمۃ للعالمینؐ پر نازل فرمایا ہے اور اس کی اوّلین تفسیر وتوضیح بھی سرورِ کائنات ﷺ کو ہی تفویض کی گئی تاکہ قیامت تک لوگ اس سے زادِ راہ اور نشانِ منزل پاسکیں۔ اس تفسیر کے علم کے لیے آپؐ نے اپنے چچازاد جاں نثار صحابی عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے حق میں خصوصی دعا فرمائی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور ان کے شاگردوں کی ایک جماعت نے تفسیر قرآن کے علم سے امت کو روشناس کرایا۔

نزولِ قرآن کے بعد ہر زبان و زمان میں اس کی تفسیری وتشریحی خدمات انجام دی گئیں۔ فقہی اور فکری اہل علم نے اس کی تفسیر میں اپنے نظریات کو بھی مدنظر رکھا۔ لیکن علماء سلف، محدثین اور اہل الحدیث نے اس کی تفسیر قرآن وحدیث سے پیش فرمائی۔

امام ابوعبداللہ قرطبی اور حافظ ابن کثیر (متوفی ۷۷۴ھ) کے بعد امام محمد بن علی الشوکانی (متوفی ۱۲۵۰ھ) نے تفسیر قرآن میں اعلیٰ خدمات انجام دیں، مؤخر الذکر کی تفسیر فتح القدیر (عربی ۵ جلد) اہل علم کے مابین متداول ہے۔ اپنی تالیف کے بعد سے اکثر مدارس وجامعات میں یہ تفسیر بطورِ نصاب شامل ہے۔

وفاق المدارس السلفیہ پاکستان کی الشہادۃ العالمیۃ میں اس کا آخری حصہ شامل ہے۔ اس حصے کے پارہ ۲۹ کا ترجمہ برادرم حافظ محمد اسلم شاہد روی (ایم اے۔ ایم فل) نے تحریر کیا ہے جو نہایت عمدہ شستہ اور رواں ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

موصوف اس سے قبل مشکوٰۃ شریف، فقہ السنہ، الوجیز، اغاثۃ اللھفان وغیرہ متعدد عربی کتب کے اردو تراجم پیش کر چکے ہیں جو مطبوع ہیں اور عوام و خواص کے استفادے کا باعث ہیں۔

مرکزی جمعیت اہل حدیث پاکستان کے ناظم طبع و تالیف کے میرے دورانیے میں موصوف مرکزی طبع و تالیف کمیٹی کے رکن اور صوبائی نائب ناظم طبع و تالیف رہ چکے ہیں۔

میری فہمائش پر ہی لاہور میں ایک تحقیقی ادارے ''دارالمعارف'' کے اوّلین رکن بنے اور تقریباً دس سال تک اپنی گراں مایہ تالیفی خدمات انجام دے چکے ہیں۔ جو ان کے لیے صدقہ جاریہ اور قوم کے لیے قیمتی اثاثہ ہیں۔

امید ہے کہ یہ تالیف اساتذہ وطلبہ کے لیے یکساں مفید ہوگی اور ان کا قلم علمی میدان میں مزید گوہر فشانیاں کرتا رہے گا۔ ان شاء اللہ

العبد

عبدالغفور راشد

گورنمنٹ ایم۔اے۔او کالج لاہور

۲۷ دسمبر ۲۰۱۷ء

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

گزارشِ مترجم

اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد مصطفی ﷺ پر قرآن پاک نازل فرمایا، اس کے نزول کے ساتھ ہی اس کی تفسیر کا ذمہ ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ فرما کے خود لے لیا۔ اللہ تعالیٰ نے نبی آخر الزمان کو بھی یہ ذمہ داری سونپی کہ آپؐ اس کتاب کی تفسیر و توضیح فرمایا کریں۔ آپؐ نے اپنے عمل اور فرامین کے ساتھ اس کی تفسیر فرمائی جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے محفوظ فرمالی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور اُن کے شاگردوں جناب مجاہد، عکرمہ وغیرہ نے اس باب میں بے مثال خدمات انجام دیں۔ امام محمد بن جریر طبری (متوفی ۳۱۱ھ) نے جامع البیان کے نام سے قرآن پاک کی اوّلین اور مفصل تفسیر تحریر فرمائی۔

یہ سلسلہ جاری رہا اور کئی اصحابِ علم و فضل اس پاکیزہ سلسلے کا حصہ بن گئے۔ امام شوکانی (متوفی ۱۲۵۰ھ) نے بھی بڑی محنت کے ساتھ پانچ ضخیم عربی جلدوں میں اس کی مکمل تفسیر لکھی، جو مدارس اسلامیہ کے نصاب میں شامل ہے۔ امام صاحب زیادہ تر الفاظ کی تشریح و تفہیم پر توجہ مرکوز رکھتے ہیں، اس لیے لفظی توضیح میں انھوں نے عربی کے بے شمار اشعار بطورِ استدلال پیش فرمائے ہیں۔

حلِ لغات کے علاوہ مؤلف نے اس کتاب میں حلِ اعراب پر بہت توجہ دی ہے، نحوی و صرفی تفصیلات بھی اس کتاب کا خاصہ ہیں اور یہ سلسلہ طلبہ و طالبات کے لیے خاص فائدے کا باعث ہے۔ مؤلف بہت دور تک الفاظ کے تعلق بطورِ فاعل، مفعول، متعلق، موصول صلہ، معطوف علیہ معطوف، اشارہ مشار الیہ، قسم جوابِ قسم کو واضح فرماتے ہیں۔ رفعی نصبی اور جری صورتوں میں اعراب کی عام شکل کے علاوہ، مبنی وغیرہ صورتوں میں ان کا محل ضرور بتاتے ہیں۔

یہ کتاب کچھ شرعی احکام اور تفصیلات بھی اپنے اندر سموئے ہوئے ہے، تفسیر کے لیے مقرر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کردہ چند آیات پر مشتمل ہر حصے کے آخر میں مؤلف مرفوع احادیث، موقوف اور مقطوع آثار بھی بکثرت کتب کے حوالوں سمیت درج فرماتے ہیں۔ اس لیے مصنف نے کتاب کے نام میں لکھا ہے کہ یہ علم تفسیر کے دو فنون روایت اور درایت کی جامع تفسیر ہے۔

چند کتب کے تراجم کی سعادت میرے حصے میں پہلے سے ہے، مکتبہ اسلامیہ لاہور و فیصل آباد کے منتظم اعلیٰ جناب برادرم مولانا محمد سرور عاصم ﷾ نے اس کتاب کے چند پاروں کے ترجمہ کی ذمہ داری میرے سپرد کی۔ لاہور میں ایک نئے تحقیقی ادارے کو ساڑھے نو برس تک بنانے، چلانے، سنوارنے اور اس سے چند اشاعتی منصوبے پیش کرنے اور تیار کرنے کے بعد، میرے پاس فرصت تھی لہٰذا میں نے یہ ذمہ داری قبول کر لی، پارہ ۲۹ کا ترجمہ پیش خدمت ہے اور پارہ ۳۰ کا چند روز میں پیش کر دیا جائے گا۔ ان شاء اللہ

معدودے چند مقامات پر جہاں صفاتِ باری تعالیٰ و متعلقہ مضامین میں صحیح تفسیر سے ہٹ کر تاویل کا شائبہ نظر آیا، وہاں حاشیہ میں اشارہ کر دیا گیا ہے، نحوی و صرفی تعلق سے بھی بعض توضیحات حاشیہ میں دے دی گئی ہیں۔ اگر اس ترجمہ میں کوئی خوبی نظر آئے تو اللہ پاک کے فضل سے ہے اور اگر کوئی خامی نظر آئے تو اہل علم سے گزارش ہے کہ ضرور مطلع فرمائیں تاکہ آئندہ اشاعت سے پہلے اصلاح کر لی جائے۔ شکریہ

اس اشاعت پر برادرِ مکرم جناب علامہ ڈاکٹر عبد الغفور راشد نے تقریظ لکھ کر خاص شکریہ کا موقع دیا ہے۔ جزاہ اللہ خیراً

اللہ پاک مکتبہ اسلامیہ کو دین کا صحیح خادم بنائے رکھے اور اس کے منتظمین کو رحمتوں اور برکتوں سے نوازے۔ آمین

فقیر بارگاہِ صمدی

حافظ محمد اسلم شاہد روی (مدرس جامعۃ لاہور الاسلامیۃ)

مشرف ائمہ والدعاۃ پنجاب، مرکزی جمعیت اہل حدیث پاکستان، ۱۰۶۔ راوی روڈ، لاہور

تحریر بتاریخ ۲۷ دسمبر ۲۰۱۷ء

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سورۃ الملک

اس کا نام سورت تبارک، واقیہ، منجیہ اور مانعہ بھی ہے، اس کی تیس آیات ہیں اور یہ مکی سورت ہے۔ قرطبی فرماتے ہیں: یہ سب کا قول ہے۔ ابن ضریس، نحاس، ابن مردویہ اور بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے، فرمایا: سورت تبارک الملک مکہ میں نازل ہوئی۔

احمد، ابوداود، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، ابن ضریس، حاکم اور انہوں نے اسے صحیح بھی کہا، ابن مردویہ اور بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے، کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک کتاب اللہ کی ایک سورت ہے، جو صرف تیس آیات کی ہے، اس نے کسی شخص کی سفارش کی حتیٰ کہ وہ بخش دیا گیا، وہ تَبٰرَكَ الَّذِیْ بِیَدِهِ الْمُلْكُ ہے، ترمذی فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن ہے۔ طبرانی نے الاوسط میں، ابن مردویہ نے اور ضیاء نے المختارۃ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے، کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک سورت ہے قرآن میں، اس نے اپنے پڑھنے والے کے لیے اپنے رب سے جھگڑا کیا حتیٰ کہ اس کو جنت میں داخل کر دیا، وہ تَبٰرَكَ الَّذِیْ بِیَدِهِ الْمُلْكُ ہے۔

ترمذی، حاکم نے اسے صحیح بھی کہا، ابن مردویہ، ابن نصر اور بیہقی نے دلائل النبوۃ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے، فرمایا: اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں سے کسی نے ایک قبر پر اپنا خیمہ لگایا، اسے معلوم نہیں تھا کہ یہ قبر ہے، اچانک وہ ایک انسان کی قبر معلوم ہوئی جو سورت الملک آخر تک پڑھتا تھا، وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ روکنے والی اور نجات دینے والی ہے، یہ اسے عذابِ قبر سے نجات دیتی ہے، ترمذی اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں: یہ حدیث اس سند سے غریب ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ابن مردویہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے، کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تَبٰرَكَ عذابِ قبر سے روکنے والی ہے، اسے نسائی نے بھی نقل کیا ہے اور حاکم نے اسے صحیح کہا ہے۔

ابن مردویہ نے حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے، ان دونوں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: مجھ پر سورت تبارک ایک ہی دفعہ اکٹھی نازل ہوئی، اس کی تیس آیات ہیں، یہ قبروں میں روکنے والی ہے۔

عبد بن حمید نے اپنی مسند میں، طبرانی، حاکم اور ابن مردویہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے ایک شخص کو فرمایا: کیا میں تمہیں ایک حدیث کا تحفہ نہ دوں جس پر تم خوش ہو جاؤ گے؟ کہا: کیوں نہیں۔ فرمایا: تَبٰرَكَ الَّذِيْ بِيَدِهِ الْمُلْكُ پڑھو، اور اپنے اہل خانہ کو سکھاؤ، اپنے لڑکوں، گھر کے بچوں اور پڑوسیوں کو بھی سکھاؤ، یہ نجات دینے والی اور جھگڑا کرنے والی ہے، یہ اپنے پڑھنے والے کے لیے روزِ قیامت اپنے رب کے ہاں جھگڑا کرے گی، اس سے مطالبہ کرے گی کہ اس بندے کو عذابِ نار سے نجات دے، اس کی وجہ سے اس کا پڑھنے والا قبر کے عذاب سے نجات پائے گا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں چاہتا ہوں کہ یہ میرے ہر امتی انسان کے دل میں ہو۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○ تَبٰرَكَ الَّذِيْ بِيَدِهِ الْمُلْكُ ۡ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرُ ۙ① الَّذِيْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ۭ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْغَفُوْرُ ۙ② الَّذِيْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا ۭ مَا تَرٰى فِيْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفٰوُتٍ ۭ فَارْجِعِ الْبَصَرَ ۙ هَلْ تَرٰى مِنْ فُطُوْرٍ ③ ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَيْنِ يَنْقَلِبْ اِلَيْكَ الْبَصَرُ خَاسِئًا وَّهُوَ حَسِيْرٌ ④ وَلَقَدْ زَيَّنَّا السَّمَاۗءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيْحَ وَجَعَلْنٰهَا رُجُوْمًا لِّلشَّيٰطِيْنِ وَاَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابَ السَّعِيْرِ ⑤ وَلِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ ۭ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ⑥ اِذَآ اُلْقُوْا فِيْهَا سَمِعُوْا لَهَا شَهِيْقًا وَّهِيَ تَفُوْرُ ۙ⑦ تَكَادُ تَمَيَّزُ مِنَ الْغَيْظِ ۭ كُلَّمَآ اُلْقِيَ فِيْهَا فَوْجٌ سَاَلَهُمْ خَزَنَتُهَآ اَلَمْ يَاْتِكُمْ نَذِيْرٌ ⑧ قَالُوْا بَلٰى قَدْ جَاۗءَنَا نَذِيْرٌ ۙ فَكَذَّبْنَا وَقُلْنَا مَا نَزَّلَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ ۚ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا فِيْ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ضَلٰلٍ كَبِيْرٍ ۝ وَقَالُوْا لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ اَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِيْٓ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ ۝ فَاعْتَرَفُوْا بِذَنْۢبِهِمْ ۚ فَسُحْقًا لِّاَصْحٰبِ السَّعِيْرِ ۝

اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔ بہت برکت والا ہے وہ کہ تمام بادشاہی صرف اس کے ہاتھ میں ہے اور وہ ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے۔ وہ جس نے موت اور زندگی کو پیدا کیا، تاکہ تمھیں آزمائے کہ تم میں سے کون عمل میں زیادہ اچھا ہے اور وہی سب پر غالب، بے حد بخشنے والا ہے۔ وہ جس نے سات آسمان اوپر نیچے پیدا فرمائے۔ رحمان کے پیدا کیے ہوئے میں تو کوئی کمی بیشی نہیں دیکھے گا۔ پس نگاہ کو لوٹا، کیا تجھے کوئی کٹی پھٹی جگہ نظر آتی ہے؟ پھر بار بار نگاہ لوٹا، نظر ناکام ہو کر تیری طرف پلٹ آئے گی اور وہ تھکی ہوئی ہوگی۔ اور بلاشبہ یقیناً ہم نے قریب کے آسمان کو چراغوں کے ساتھ زینت بخشی اور ہم نے انھیں شیطانوں کو مارنے کے آلے بنایا اور ہم نے ان کے لیے بھڑکتی ہوئی آگ کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔ اور خاص ان لوگوں کے لیے جنھوں نے اپنے رب کا انکار کیا، جہنم کا عذاب ہے اور وہ بہت برا ٹھکانا ہے۔ جب وہ اس میں ڈالے جائیں گے، اس کے لیے گدھے کے زور سے چیخنے جیسی آواز سنیں گے اور وہ جوش مار رہی ہوگی۔ قریب ہوگی کہ غصے سے پھٹ جائے۔ جب بھی کوئی گروہ اس میں ڈالا جائے گا، اس کے نگران ان سے پوچھیں گے کیا تمھارے پاس کوئی ڈرانے والا نہیں آیا؟ وہ کہیں گے کیوں نہیں؟ یقیناً ہمارے پاس ڈرانے والا آیا تو ہم نے جھٹلا دیا اور ہم نے کہا اللہ نے کوئی چیز نہیں اتاری، تم تو ایک بڑی گمراہی میں ہی پڑے ہوئے ہو۔ اور وہ کہیں گے اگر ہم سنتے ہوتے، یا سمجھتے ہوتے تو بھڑکتی ہوئی آگ والوں میں نہ ہوتے۔ پس وہ اپنے گناہ کا اقرار کریں گے، سو دوری ہے بھڑکتی ہوئی آگ والوں کے لیے۔

اللہ کا فرمان ہے: تَبٰرَكَ الَّذِيْ بِيَدِهِ الْمُلْكُ اس میں تَبَارَكَ برکت سے مشتق تَفَاعَلَ کے وزن پر ہے۔ برکت بڑھنے اور اضافے کو کہتے ہیں۔ ایک قول ہے کہ وہ مخلوقات کی صفات سے بلند اور عظیم تر ہے۔ ایک قول ہے: وہ ہمیشہ ہوا، ایسا دائم کہ اس کے وجود کے لیے کوئی اول نہیں ہے اور نہ اس کے دوام کے لیے کوئی آخر ہے۔ حسن کہتے ہیں: تَبٰرَكَ کا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مطلب ہے وہ پاکیزہ ہوا، تفاعل کا صیغہ مبالغہ کے لیے ہے۔ یَدْ قدرت اور غلبہ سے مجاز ہے، ❶ ملک آسمانوں اور زمین کی دنیا و آخرت میں بادشاہی ہے، لہٰذا وہ جسے چاہتا ہے عزت دیتا ہے جسے چاہتا ہے ذلیل کرتا ہے، جسے چاہتا ہے بلند کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے نیچے کر دیتا ہے۔ ایک قول ہے کہ بادشاہت سے مراد نبوت کی بادشاہت ہے۔ پہلا معنی زیادہ درست ہے، کیونکہ عموم پر محمول کرنا مدح میں اکثر اور ثناء میں ابلغ ہوتا ہے اور تخصیص کی یہاں کوئی وجہ بھی نہیں ہے۔

وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرُ ۙ①: یعنی بلیغ قدرت والا ہے، اسے کوئی چیز دیگر اشیاء سے عاجز نہیں کرتی، وہ اپنی بادشاہی میں جیسے چاہتا ہے تصرف فرماتا ہے، انعام یا انتقام سے۔ رفع اور وضع سے۔ عطاء اور منع سے۔

الَّذِيْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ: روح کے بدن کے ساتھ تعلق ٹوٹ جانے اور اس سے جدا ہونے کو موت کہتے ہیں، روح اور بدن کے تعلق اور اس کے ساتھ ملاپ کو حیات کہتے ہیں۔ ایک قول ہے کہ حیات وہ ہے جس کی موجودگی سے احساس درست ہو، ایک قول ہے کہ جو کسی چیز کو زندہ رکھنے کی موجب ہو، ایک قول ہے کہ موت سے مراد دنیا میں ہے اور حیات سے مراد آخرت میں ہے۔ موت کو حیات پر مقدم کیا کیونکہ اشیاء کی اصل عدم حیات ہے، حیات ان کے لیے ایک عارضہ ہے۔ ایک قول ہے کہ کیونکہ موت غلبہ کے زیادہ قریب ہے۔ مقاتل نے کہا: موت کو پیدا کیا یعنی نطفہ، مضغہ اور علقہ پیدا کیا۔ اور حیات یعنی اس کو انسان بنا کر پیدا کیا اور اس میں روح پھونکی۔ ایک قول ہے کہ موت کو ایک مینڈھے کی شکل پر پیدا کیا وہ جس چیز پر سے گزرتا ہے وہ ضرور مر جاتی ہے اور حیات کو ایک گھوڑے کی شکل پر پیدا کیا وہ جس پر گزرتا ہے وہ ضرور زندہ ہو جاتی ہے، یہ مقاتل اور کلبی کا قول ہے۔ قرآن پاک میں چند آیات وفات کے لیے آئی ہیں: قُلْ يَتَوَفّٰىكُمْ مَّلَكُ الْمَوْتِ الَّذِيْ وُكِّلَ بِكُمْ اور وَلَوْ تَرٰٓى اِذْ يَتَوَفَّى الَّذِيْنَ كَفَرُوا اور تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا اور اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا وغیرہ آیات۔

❶ مؤلف کو حقیقی معنی بیان کرنا چاہیے تھا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا: لام خَلَقَ کے متعلق ہے، یعنی اس نے موت اور حیات کو پیدا کیا تا کہ وہ تم سے معاملہ کرے ایسے شخص کا معاملہ جو تمہیں آزمائے کہ تم میں سے عمل کے لحاظ سے کون زیادہ اچھا ہے، پس وہ تمہیں اس پر بدلہ دے گا۔ ایک قول کے مطابق معنیٰ یہ ہے کہ تا کہ وہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے موت کا اکثر ذکر کرنے والا اور اس کا بہت خوف رکھنے والا کون ہے۔ ایک قول ہے کہ تم میں سے کون اللہ کی فرمانبرداری کی طرف جلدی کرنے والا اور اللہ کے محارم سے زیادہ پرہیز کرنے والا ہے۔ زجاج کہتے ہیں: لام خَلَقَ الْحَيَاةَ کے متعلق ہے، خَلَقَ الْمَوْتَ کے متعلق نہیں ہے۔ زجاج نے ہی کہا اور فراء نے بھی کہ اللہ کا فرمان: لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّ پر واقع نہیں ہوا، کیونکہ آزمائش اور اَيٌّ کے درمیان ایک فعل مضمر کرنا ہے۔ جیسے تم کہتے ہو: میں نے تمہیں آزمایا تا کہ میں دیکھوں تم میں سے کون زیادہ فرمانبردار ہے، اسی طرح اللہ کا فرمان: سَلْهُمْ اَيُّهُمْ بِذٰلِكَ زَعِيْمٌ ہے، یعنی ان سے پوچھ پھر دیکھ ان میں سے کون۔ آیت میں اَيُّكُمْ مبتداء ہے، اس کی خبر اَحْسَنُ ہے، کیونکہ استفہام میں اس کا ماقبل عمل نہیں کرتا، صیغہ تفضیل لایا گیا ہے باوجود یکہ آزمائش ان کے تمام اعمال کو شامل ہے جو حسن اور قبیح کو شامل ہیں، نا کہ صرف حسن اور احسن کو، یہ بتانے کے لیے ہے کہ مراد ذات سے ہے، اور ابتلاء سے اصلی مقصود محسنین کے احسان کے کمال کا ظہور ہے۔

وَهُوَ الْعَزِيْزُ: یعنی غالب، جس پر کوئی غالب نہیں آتا۔

الْغَفُوْرُ ۝: اس کے لیے جو توبہ کرے اور جھک جائے۔

الَّذِيْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا: موصول کے متعلق جائز ہے کہ وہ الْعَزِيْزُ کے تابع ہو، الْغَفُوْرُ صفت یا بدل ہو اور یا اس سے منقطع ہو اس طرح کہ یہ مبتداء محذوف کی خبر ہو۔ یا منصوب ہے مدح کے طور پر۔ اور طِبَاقًا سات آسمانوں کی صفت ہے، یعنی وہ ایک دوسرے کے اوپر ہیں، یہ طبق کی جمع ہے، جیسے جبل اور جبال ہے یا طبقہ کی جمع ہے جیسے رحبہ اور رحاب ہے، یا طابق کا مصدر ہے، کہا جاتا ہے: طَابَقَ مُطَابَقَةً وَطِبَاقًا اس صورت میں مصدر کے ساتھ مبالغہ ہوگا، یا مضاف محذوف ہوگا یعنی ذَاتَ طِبَاقٍ۔ اور جائز ہے کہ فعل محذوف کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وجہ سے مصدری طور پر منصوب ہو یعنی طُوْبِقَتْ طِبَاقًا۔

مَا تَرٰی فِیْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفٰوُتٍ: یہ جملہ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ کی دوسری صفت ہے، یا یہ مستأنفہ ہے اور ماقبل کی تقریر یعنی بیان ہے اور خطاب رسول اللہ ﷺ کو ہے، یا ہر اس شخص کے لیے جس کے لیے یہ خطاب درست ہو۔ مِنْ زائدہ ہے نفی کی تاکید کے لیے ہے، جمہور نے مِنْ تَفَاوُتٍ پڑھا ہے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ ان کے اصحاب، حمزہ اور کسائی، نے تَفَوُّتْ مشدد بغیر الف کے پڑھا ہے، یہ دو لغات ہیں، جیسے تعاہد اور تعہد تحامل اور تحمل ہے۔ دونوں قراءتوں پر معنی یہ ہوگا کہ تم رحمن کی تخلیق میں کوئی کمی اور کوتاہی نہ دیکھو گے، نہ توڑنا نہ جدا ہونا، نہ ٹیڑھا پن نہ آگے پیچھے ہونا، بلکہ وہ برابر اور مضبوط ہے، اپنے خالق پر دلالت کرنے والی ہے، گو کہ ان کی صورتیں اور صفات مختلف ہیں، لیکن اس حیثیت میں سب متفق ہیں۔

فَارْجِعِ الْبَصَرَ ۙ هَلْ تَرٰی مِنْ فُطُوْرٍ ۝: فطور کا مطلب چیرنا، ٹوٹنا اور پھٹنا ہے، مطلب یہ ہے کہ اپنی نگاہ لوٹاؤ حتیٰ کہ آپ پر یہ آنکھوں سے دیکھ کر واضح ہو جائے۔ پہلے خبر دی کہ اس کی تخلیق میں کوئی کمی نہیں، پھر دوسرا حکم دیا کہ اس میں نگاہ دوڑاؤ تا کہ تاکید زیادہ ہو اور اطمینان حاصل ہو۔ مجاہد اور ضحاک نے کہا: فطور ٹوٹنا ہے، فطر کی جمع ہے۔ قتادہ کہتے ہیں: کیا تم کوئی خلل دیکھتے ہو؟ سُدی کہتے ہیں: کیا تم کوئی پھٹنا دیکھتے ہو، اس کی اصل تفطر اور انفطار سے ہے کہ جو تشقق اور انشقاق کے معنی میں ہے، اسی سے شاعر کا قول ہے:

بَنٰی لکم بلا عمد سماءً
وزیّنها فما فیها فطور

''اس نے تمہارے لیے آسمان بغیر ستونوں کے بنایا ہے، اور اسے مزین کیا ہے، پس اس میں کوئی ٹوٹنا نہیں ہے۔''

دوسرے کا قول ہے:

شققت القلب ثم ذررت فیه
هواك فلیم فالتام الفطور

www.kitabosunnat.com
" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''تو نے دل کو چیرا، پھر اس میں اپنی محبت چھڑک دی، پس اسے جوڑا گیا، تو چیری ہوئی جگہ جڑ گئی۔''

ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَيْنِ: یعنی دو دفعہ دہرانا، ایک کے بعد دوسری مرتبہ، اس کا نصب مصدر کے طور پر ہے، تثنیہ سے مراد زیادہ کرنا ہے، جیسے لَبَّيْكَ اور سَعْدَيْكَ میں ہے یعنی لوٹانے کے بعد لوٹانا گو وہ زیادہ ہو۔ نظر کو دہرانے کے حکم میں یہی صورت ہے، کبھی دیکھنے والا پہلی نظر میں اپنے گمان والا عیب نہیں دیکھ سکتا اور نہ دوسری نظر میں اس لیے پہلے فرمایا: مَا تَرٰى فِيْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفٰوُتٍ۔ دوسرے موقع پر فرمایا: فَارْجِعِ الْبَصَرَ۔ تیسرے پر فرمایا: ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَيْنِ۔ یہ اسلوب حجت قائم کرنے میں زیادہ بلیغ اور عذر کو زیادہ ختم کرنے والا ہے۔

يَنْقَلِبْ اِلَيْكَ الْبَصَرُ خَاسِئًا: یعنی تمہاری طرف نگاہ ذلیل اور گھٹیا ہو کر لوٹ آئے گی بجائے اس کے کہ وہ ایسی کوئی چیز دیکھے۔ ایک قول ہے کہ خَاسِئًا کا مطلب اسے دور کیا گیا اور ہٹایا گیا ہے کہ آنکھ کوئی عیب تلاش کرے۔ کہا جاتا ہے۔ خَسَأْتُ الْكَلْبَ جب تو کتے کو بھگائے اور اسے دور کرے۔ جمہور نے يَنْقَلِبْ جزم کے ساتھ پڑھا ہے امر کے جواب میں۔ کسائی نے ایک روایت کے مطابق استئناف کے طور پر رفع کے ساتھ پڑھا ہے۔

وَّهُوَ حَسِيْرٌ ۝: یعنی تھکی ہوئی، رکی ہوئی۔ زجاج کہتے ہیں: وہ آسمان میں کوئی خلل دیکھنے سے پہلے تھک گئی، یہ حسور سے نکلا ہے اور فعیل بمعنی فاعل ہے اس کا مطلب تھکنا ہے، کہا جاتا ہے: حسر بصره يحسره حسورا، یعنی اس کی نگاہ تھک گئی اور رک گئی، اسی سے شاعر کا قول ہے:

نظرت اليها بالمحصب من منى
فعاد الى الطرف وهو حسير

''میں نے اس کی طرف منیٰ میں محصب کے مقام پر دیکھا، پس میری طرف نگاہ لوٹ آئی جبکہ وہ تھکی ہوئی تھی۔''

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وَلَقَدْ زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيحَ: اللہ پاک نے آسمانوں کی تخلیق، ان کے عیب اور خلل سے خالی ہونے کے ذکر کے بعد فرمایا کہ اس نے انہیں یہ زینت بخشی ہے، اس طرح وہ اچھی تخلیق، اکمل صورت اور خوبصورت شکل میں بن گئے ہیں، قسم کا لانا [1] کمال عنایت کے اظہار کے لیے ہے۔ مصابیح مصباح کی جمع ہے، چراغ کو کہتے ہیں، ستاروں کا نام مصابیح ان کے روشنی دینے کی وجہ سے رکھا گیا جیسے چراغ روشنی دیتا ہے، بعض ستارے آسمان دنیا میں نہیں اوپر کے آسمانوں میں ہیں وہ ایسے نظر آتے ہیں جیسے وہ سب آسمانِ دنیا میں ہیں، کیونکہ آسمانوں کے اجرام (اجسام) اوپر کی روشنیاں دیکھنے میں مانع نہیں ہیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ سب چمکدار اور شفاف اجرام ہیں۔

وَجَعَلْنٰهَا رُجُومًا لِّلشَّيٰطِينِ: یعنی ہم نے ستاروں کو مارنے والا بنایا ہے، ان کے ساتھ شیاطن کو مارا جاتا ہے۔ یہ اور فائدہ ہے، جو پہلے فائدے کے علاوہ ہے، جو کہ آسمان دنیا کی زینت کا فائدہ ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ان کے ساتھ ان شیاطین کو مارا جاتا ہے جو چوری سنتے ہیں۔ رجوم رجم کی جمع ہے زبر کے ساتھ۔ اصل میں یہ مصدر ہے اس کا اطلاق اس چیز پر ہوتا ہے جس کے ذریعے مارا جائے۔ جیسے عرب کہتے ہیں: درہم امیر کی ضرب ہے یعنی مضروبہ ہے۔ جائز ہے کہ وہ اپنی مصدریت پر باقی ہو اور مضاف کو محذوف مانا جائے یعنی ذَاتَ رَجْمٍ مصدر کو جمع اس کی انواع کی وجہ سے کیا گیا ہے۔ ایک قول ہے کہ اللہ کے فرمان وَجَعَلْنٰهَا میں ضمیر مصابیح کی طرف لوٹ رہی ہے مضاف کو حذف کر کے یعنی ان کے شعلے۔ وہ آگ ہے جو ان سے حاصل کی جاتی ہے وہ خود ایسے نہیں ہیں، جیسے فرمایا: اِلَّا مَنْ خَطِفَ الْخَطْفَةَ فَاَتْبَعَهٗ شِهَابٌ ثَاقِبٌ اس کی وجہ یہ ہے کہ جن چراغوں کے ذریعے اللہ نے آسمانِ دنیا کو زینت عطا کی ہے وہ نہ ہٹتے ہیں اور نہ ان کے ساتھ مارا جاتا ہے، یہ ابوعلی الفارسی کا قول ہے اس شخص کے جواب میں جس نے ان سے سوال کیا تھا کہ چراغ زینت کیسے ہو سکتے ہیں جبکہ وہ مارنے والے ہیں؟ قشیری کہتے ہیں: اس میں بہتر بات یہ ہے کہ ہم کہیں گے یہ شیاطین

[1] قسم سے مراد لَقَدْ ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کو مارنے سے پہلے زینت ہیں۔ قتادہ کہتے ہیں: اللہ نے ستاروں کو تین وجہ سے پیدا کیا ہے۔ (۱) آسمان کی زینت (۲) شیاطین کو مارنا اور (۳) علامات جن کے ذریعے خشکی اور تری میں راہ پکڑی جائے، جس نے ان کے بارے میں کوئی اور بات کی اس نے بغیر علم بات کی، حد سے بڑھا اور ظلم کیا۔ ایک قول ہے کہ آیت کا معنی ہے کہ ہم نے انہیں شیاطین انس کے لیے گمان بنا دیا ہے یعنی نجومیوں کے لیے۔

وَ اَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابَ السَّعِيْرِ ۝ : یعنی دنیا میں ستاروں کے ساتھ جلانے کے بعد ہم نے شیاطین کے لیے آخرت میں سعیر کا عذاب تیار کیا ہے، سعیر شدید آگ کو کہتے ہیں، کہا جاتا ہے: سُعِّرَتِ النَّارُ فَهِيَ مَسْعُوْرَةٌ۔

وَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ : کفار بنی آدم سے یا دونوں فریقوں کے کفار سے۔

عَذَابُ جَهَنَّمَ ؕ : جمہور نے عذاب کو مرفوع پڑھا ہے، اس طرح کہ یہ مبتداء ہے اور وَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا اس کی خبر ہے۔ حسن، ضحاک اور اعرج نے اس کو منصوب پڑھا ہے۔ عَذَابَ السَّعِيْرِ پر عطف ڈال کر۔

وَ بِئْسَ الْمَصِيْرُ ۝ : جس طرف وہ جاتے ہیں اور وہ جہنم ہے۔

اِذَآ اُلْقُوْا فِيْهَا : یعنی اس میں پھینکے جائیں گے جیسے ایندھن کو آگ میں پھینکا جاتا ہے۔

سَمِعُوْا لَهَا شَهِيْقًا : یعنی آواز جیسے گدھے کی آواز ہے جب وہ بولنا شروع کرتا ہے اور وہ آوازوں میں سے قبیح ترین ہے، لَهَا حال کے طور پر محل نصب میں ہے، یعنی اس کے لیے ہونے والا ہے، کیونکہ یہ اصل میں صفت ہے، جب اسے مقدم کیا گیا تو یہ حال ہوگئی۔ عطاء کہتے ہیں: شہیق کفار کی آواز ہے جب انہیں جہنم میں ڈالا جائے گا تب ان سے یہ آواز آئے گی۔

وَّ هِيَ تَفُوْرُ ۝ : کا جملہ حال کے طور پر محل نصب میں ہے، یعنی حال یہ ہے کہ وہ ان کے ساتھ جوش مارے گی، جیسے ہنڈیا جوش مارتی ہے، اسی سے حضرت حسان رضی اللہ عنہ کا قول ہے:

ترکتم قدرکم لا شیء فیها
وقدر الغیر حامیة تفور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''تم نے اپنی ہنڈیا کو اس حال میں چھوڑا کہ اس میں کچھ نہیں ہے، اور دوسروں کی ہنڈیا بھڑکنے والی جوش مارتی ہے۔''

تَكَادُ تَمَيَّزُ مِنَ الْغَيْظِ: یعنی قریب ہے کہ ان کے خلاف جوش سے وہ ٹوٹ جائے اور اس کے حصے ایک دوسرے سے جدا ہو جائیں۔ ابن قتیبہ کہتے ہیں: وہ کفار پر غصے سے پھٹنے کے قریب ہے، جمہور نے تاء واحدہ مخففہ کے ساتھ تَمَيَّزُ پڑھا ہے، اصل میں تَتَمَيَّزُ دو تاؤں کے ساتھ ہے، طلحہ نے اصل کے مطابق دو تاء کے ساتھ پڑھا ہے۔ بزی نے ابن کثیر سے ایک تاء کو دوسری تاء میں ادغام اور شد کے ساتھ پڑھنا نقل کیا ہے۔ ضحاک نے تَمَايَزُ الف اور ایک تاء کے ساتھ پڑھا ہے، اصل میں تَتَمَايَزُ ہے۔ زید بن علی نے تَمِيْزُ مَازَ يَمِيْزُ سے پڑھا ہے، یہ جملہ حال کے طور پر محل نصب میں ہے، یا یہ محل رفع میں ہے کہ یہ مبتداء کی ایک اور خبر ہے۔

كُلَّمَآ اُلْقِيَ فِيْهَا فَوْجٌ سَاَلَهُمْ خَزَنَتُهَآ: کا جملہ مستانفہ ہے، جہنمیوں کا حال بیان کرتا ہے، یا تَمَيَّزُ کے فاعل سے حال کے طور پر محل نصب میں ہے۔ فَوْجٌ لوگوں کی ایک جماعت ہے، یعنی جب بھی جہنم میں کافروں کی ایک جماعت پھینکی جائے گی اس کے داروغے فرشتے ان سے ڈانٹ ڈپٹ کر پوچھیں گے۔

اَلَمْ يَاْتِكُمْ: دنیا میں۔ نَذِيْرٌ جو تمہیں اس دن سے ڈراتا اور اس سے ہوشیار کرتا۔

قَالُوْا بَلٰى قَدْ جَآءَنَا نَذِيْرٌ: یہ جملہ مستانفہ ہے، پوشیدہ سوال کا جواب ہے، گویا کہ کہا گیا: تو انہوں نے اس سوال کے بعد کیا کہا؟ کہا: انہوں نے کہا: کیوں نہیں ہمارے پاس ایک ڈرانے والا آیا تھا، اس نے ہمیں ڈرایا، خوف دلایا اور ہمیں اس دن سے ڈرایا۔

فَكَذَّبْنَا: اس ڈرانے والے کو۔ وَقُلْنَا مَا نَزَّلَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ چیزوں میں سے تمہاری زبانوں پر۔

اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ كَبِيْرٍ ۝: یعنی حق سے دوری میں اور درستگی سے ہٹنے میں، مطلب یہ ہے کہ فرمایا: ان افواج میں سے ہر فوج جہنم کے داروغوں کو بتائے گی وہ جو کہا تھا ان

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے لیے جو ان کی طرف بھیجے گئے، تم اے پیغمبرو! جو دعویٰ کرتے ہو کہ اللہ نے تم پر آیات اتاری ہیں تم ان کے ذریعے ڈراتے ہو، یہ نہیں ہے مگر حق سے لے جانے میں، اور درست سے بہت دور ہٹانے میں، جس کا کوئی اندازہ نہیں لگایا جا سکتا۔

پھر ان کی دوسری بات نقل فرمائی جو انہوں نے اس بات کے بعد کہی، لہٰذا فرمایا:

وَقَالُوْا لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ اَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِيْٓ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ ⑩: یعنی اگر ہم سنتے جو رسل نے ہمیں خطاب کیا، یا اس میں سے کچھ سمجھتے، ہم جہنم والوں میں شمار اور شامل نہ ہوتے اور ان لوگوں میں جنہیں سعیر کا عذاب دیا جاتا ہے، وہ شیاطین ہیں جیسا کہ گزر چکا۔ زجاج کہتے ہیں: اگر ہم سنتے اس شخص کی طرح سننا جو یاد رکھتا ہے، یا ہم عقل رکھتے اس شخص کی طرح عقل جو تمیز کرتا ہے اور غور کرتا ہے تو ہم اہل جہنم سے نہ ہوتے، جب انہوں نے یہ اعتراف کر لیا تو اللہ پاک نے فرمایا: فَاعْتَرَفُوْا بِذَنْۢبِهِمْ جس کی وجہ سے وہ جہنم کے عذاب کے مستحق ہوئے، وہ گناہ کفر اور انبیاء کی تکذیب ہے۔

فَسُحْقًا لِّاَصْحٰبِ السَّعِيْرِ ⑪: یعنی ان کے لیے دوری ہو اللہ سے اور اس کی رحمت سے۔ سعید بن جبیر اور ابو صالح کہتے ہیں: وہ جہنم میں ایک وادی ہے جس کا نام سحق ہے، جمہور نے فَسُحْقًا میں حاء کو ساکن پڑھا ہے۔ کسائی اور ابو جعفر نے اس پر پیش پڑھی ہے، یہ دو لغات ہیں سحت اور رعب کی طرح۔ زجاج اور ابو علی الفارسی کہتے ہیں: فَسُحْقًا منصوب ہے مصدر کے طور پر۔ یعنی اللہ نے انہیں دور کیا دور کرنا۔ ابو علی الفارسی کہتے ہیں: قیاس اِسْحَاقًا تھا، اور مصدر حذف پر آ گیا، لِّاَصْحٰبِ السَّعِيْرِ میں لام بیان کے لیے ہے، جیسا کہ هَيْتَ لَكَ میں ہے۔

عبد بن حمید نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اللہ کے فرمان: سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: بعض ان کے بعض کے اوپر۔ ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے انھی سے اللہ کے فرمان: مَا تَرٰى فِيْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفٰوُتٍ کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: ان میں سے بعض بعض سے الگ سے فوت نہ ہوگا۔ ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ نے انہی سے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اللہ کے فرمان: مِنْ تَفٰوُتٍ کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: پھٹنا۔ اور هَلْ تَرٰى مِنْ فُطُوْرٍ فرمایا: کٹنے کی لکیریں۔ اور خَاسِئًا فرمایا: ذلیل۔ وَّهُوَ حَسِيْرٌ فرمایا: تھکا ہوا۔ ابن جریر نے انہی سے نقل کیا ہے، فرمایا: فطور کمزوری ہے۔ ابن المنذر نے انہی سے مِنْ فُطُوْرٍ کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: کوئی ٹوٹنا اور کٹنا۔ اور يَنْقَلِبْ اِلَيْكَ الْبَصَرُ فرمایا: تیری طرف لوٹے گی۔ خَاسِئًا فرمایا: گھٹیا۔ وَّهُوَ حَسِيْرٌ فرمایا: تھکی ہوئی، وہ کچھ نہ دیکھے گی۔ ابن جریر اور ابن المنذر نے ان سے خَاسِئًا کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: ذلیل۔ وَّهُوَ حَسِيْرٌ فرمایا: تھک کر لوٹنے والی۔ ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے تَكَادُ تَمَيَّزُ کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: متفرق ہو جائے گی۔ ابن جریر اور ابن المنذر نے انہی سے تَكَادُ تَمَيَّزُ کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: اس کا بعض بعض سے جدا ہو جائے گا۔ ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے انہی سے فَسُحْقًا کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: دوری۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّ اَجْرٌ كَبِيْرٌ ﴿١٢﴾ وَ اَسِرُّوْا قَوْلَكُمْ اَوِ اجْهَرُوْا بِهٖ ؕ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿١٣﴾ اَلَا يَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ ؕ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ ﴿١٤﴾ هُوَ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ ذَلُوْلًا فَامْشُوْا فِيْ مَنَاكِبِهَا وَ كُلُوْا مِنْ رِّزْقِهٖ ؕ وَ اِلَيْهِ النُّشُوْرُ ﴿١٥﴾ ءَاَمِنْتُمْ مَّنْ فِي السَّمَآءِ اَنْ يَّخْسِفَ بِكُمُ الْاَرْضَ فَاِذَا هِيَ تَمُوْرُ ﴿١٦﴾ اَمْ اَمِنْتُمْ مَّنْ فِي السَّمَآءِ اَنْ يُّرْسِلَ عَلَيْكُمْ حَاصِبًا ؕ فَسَتَعْلَمُوْنَ كَيْفَ نَذِيْرِ ﴿١٧﴾ وَ لَقَدْ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَكَيْفَ كَانَ نَكِيْرِ ﴿١٨﴾ اَوَ لَمْ يَرَوْا اِلَى الطَّيْرِ فَوْقَهُمْ صٰٓفّٰتٍ وَّ يَقْبِضْنَ ۛ مَا يُمْسِكُهُنَّ اِلَّا الرَّحْمٰنُ ؕ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍۭ بَصِيْرٌ ﴿١٩﴾ اَمَّنْ هٰذَا الَّذِيْ هُوَ جُنْدٌ لَّكُمْ يَنْصُرُكُمْ مِّنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ ؕ اِنِ الْكٰفِرُوْنَ اِلَّا فِيْ غُرُوْرٍ ﴿٢٠﴾ اَمَّنْ هٰذَا الَّذِيْ يَرْزُقُكُمْ اِنْ اَمْسَكَ رِزْقَهٗ ۚ بَلْ لَّجُّوْا فِيْ عُتُوٍّ وَّ نُفُوْرٍ ﴿٢١﴾

یقیناً جو لوگ اپنے رب سے بغیر دیکھے ڈرتے ہیں، ان کے لیے بڑی بخشش اور بڑا اجر ہے۔ اور تم اپنی بات کو چھپاؤ، یا اسے بلند آواز سے کرو (برابر ہے)، یقیناً وہ سینوں والی بات کو خوب جاننے والا ہے۔ کیا وہ نہیں جانتا جس نے پیدا کیا ہے اور وہی تو ہے جو نہایت باریک بین ہے،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کامل خبر رکھنے والا ہے۔ وہی ہے جس نے تمھارے لیے زمین کو تابع بنا دیا، سو اس کے کندھوں پر چلو اور اس کے دیے ہوئے میں سے کھاؤ اور اسی کی طرف (دوبارہ) اٹھ کر جانا ہے۔ کیا تم اس سے بے خوف ہو گئے ہو جو آسمان میں ہے کہ وہ تمھیں زمین میں دھنسا دے، تو اچانک وہ حرکت کرنے لگے؟ یا تم اس سے بے خوف ہو گئے ہو جو آسمان میں ہے کہ وہ تم پر پتھراؤ والی آندھی بھیج دے، پھر عنقریب تم جان لو گے کہ میرا ڈرانا کیسا ہے؟ اور بلاشبہ یقیناً ان لوگوں نے (بھی) جھٹلایا جو ان سے پہلے تھے، پھر کس طرح تھا میرا سزا دینا؟ اور کیا انھوں نے اپنے اوپر پرندوں کو اس حال میں نہیں دیکھا کہ وہ پر پھیلائے ہوئے ہوتے ہیں اور کبھی سکیڑ لیتے ہیں۔ رحمان کے سوا انھیں کوئی تھام نہیں رہا ہوتا۔ یقیناً وہ ہر چیز کو خوب دیکھنے والا ہے۔ یا کون ہے وہ جو تمھارا لشکر ہو، تمھاری مدد کرے، رحمان کے مقابلے میں؟ کافر دھوکے کے سوا کسی کھاتے میں نہیں ہیں۔ یا وہ کون ہے جو تمھیں رزق دے، اگر وہ اپنا رزق روک لے؟ بلکہ وہ سرکشی اور بدکنے پر اڑے ہوئے ہیں۔

اللہ کا فرمان ہے: اِنَّ الَّذِیْنَ یَخْشَوْنَ رَبَّھُمْ جب اللہ پاک اہل جہنم کے احوال کے ذکر سے فارغ ہوئے تو اہل جنت کا ذکر فرمایا۔ بِالْغَیْبِ حال ہے فاعل سے یا مفعول سے۔ یعنی بندے رب سے غائب ہیں، یا رب بندوں سے غائب ہے۔ مطلب یہ ہے کہ وہ اس کے عذاب سے ڈرتے ہیں حالانکہ انہوں نے اسے نہیں دیکھا، وہ اس پر ایمان رکھتے ہیں اس کے عذاب کے خوف سے۔ جائز ہے کہ معنیٰ یہ ہو کہ وہ اپنے رب سے ڈرتے ہیں اس حال میں کہ وہ لوگوں کی آنکھوں سے غائب ہیں، یعنی اپنی خلوتوں میں۔ یا غائب سے مراد عذاب ہے کیونکہ وہ دنیا میں ہیں، اور وہ قیامت کو ہوگا، تو اس طرح باء سبب والی ہوگی۔

لَھُمْ مَّغْفِرَۃٌ: بڑی جس کے ساتھ اللہ ان کے عذاب بخشے گا۔ وَّ اَجْرٌ کَبِیْرٌ وہ جنت ہے، اس آیت کی طرح اللہ کا فرمان ہے: مَنْ خَشِیَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَیْبِ۔

پھر اللہ پاک نے خطاب کافروں کی طرف لوٹایا، لہٰذا فرمایا: وَ اَسِرُّوْا قَوْلَکُمْ اَوِ اجْھَرُوْا بِہٖ یہ جملہ مستأنفہ ہے، جو اللہ پاک کے علم کی نسبت سے اسرار اور جہر کی برابری کے سیاق میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آیا ہے۔

مطلب یہ ہے کہ اگر تم رسول اللہ ﷺ کے معاملے میں اپنی بات مخفی رکھو یا اس کو جہر کرو، اللہ پاک سب جانتا ہے، اس پر اس میں سے کچھ مخفی نہیں رہتا۔

اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿۱۳﴾: کا جملہ مذکورہ برابری کی علت بیان کرتا ہے۔ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ دلوں کی پوشیدہ باتیں ہیں۔

اَلَا يَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ: میں استفہام انکاری ہے، مطلب یہ ہے کہ کیا دلوں کی پوشیدہ باتیں اور راز وہ جاننے والا نہیں جس نے اسے پیدا کیا اور اسے وجود بخشا۔ موصول خالق سے تعبیر ہے، جائز ہے کہ مخلوق سے تعبیر ہو۔ يَعْلَمُ میں ضمیر اللہ کی طرف لوٹتی ہے، یعنی کیا اللہ اس مخلوق کو نہیں جانتا جو من جملہ اس کی مخلوقات سے ہے۔ پوشیدہ اور جہر اور دل کے مضمرات من جملہ اس کی مخلوق کے ہیں۔

وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ ﴿۱۴﴾: کا جملہ يَعْلَمُ کے فاعل سے حال کے طور پر محل نصب میں ہے۔ یعنی جس ذات کا علم دلوں کے مضمرات کو باریکی سے جانتا ہے، وہ اس کے سری اور مضمر امور کو جانتا ہے، اس پر ان میں سے کوئی چیز بھی مخفی نہیں ہے۔

پھر اللہ پاک نے اپنے بندوں پر احسان جتلاتے ہوئے فرمایا: هُوَ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ ذَلُوْلًا یعنی نرم اور سہل کہ تم اس پر جگہ پکڑتے ہو، اسے کھردری نہیں بنایا کہ تمہارے لیے اس پر رہنا اور چلنا مشکل ہو جائے، ذُلُوْل اصل میں وہ فرمانبردار ہے جو تیرے لیے تابع ہو اور تجھ پر مشکل نہ ہو۔ اس کا مصدر الذل ہے۔

فَامْشُوْا فِيْ مَنَاكِبِهَا: میں فاء معاملے کی ترتیب کے لیے ہے جو مذکور بنانے (زمین) پر چلنا ہے۔ یہ امر مباح ہے۔ مجاہد، کلبی اور مقاتل کہتے ہیں: مَنَاكِبِهَا اس کے پہاڑ ہیں۔ منکب اصل میں ایک جانب ہے، اسی سے بندے کا منکب (کندھا) ہے، اسی سے نکباء آندھی ہے جو ایک جانب سے ہی آتی ہے۔

وَ كُلُوْا مِنْ رِّزْقِهٖ: یعنی اس سے جو اس نے تمہیں رزق دیا ہے اور وہ زمین میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تمہارے لیے پیدا کیا ہے۔

وَ كُلُوْا مِنْ رِّزْقِهٖ ؕ وَ اِلَيْهِ النُّشُوْرُ ﴿۱۵﴾: یعنی تمہارا اپنی قبروں سے اٹھنا اسی کی طرف ہے کسی اور کی طرف نہیں ہے۔ اور اس میں سخت وعید ہے۔

پھر اللہ پاک نے کافروں کو خوف دلایا، لہٰذا فرمایا: ءَاَمِنْتُمْ مَّنْ فِي السَّمَآءِ اَنْ يَّخْسِفَ بِكُمُ الْاَرْضَ واحدی کہتے ہیں: مفسرین کا کہنا ہے، یعنی آسمان والے کی سزا۔ ایک قول ہے کہ مَّنْ فِي السَّمَآءِ سے مراد اس کی قدرت، عرش اور فرشتے ہیں۔ ایک قول ہے کہ جو آسمان میں فرشتے ہیں، ایک قول ہے کہ مراد حضرت جبرئیل علیہ السلام ہیں۔ [1] اَنْ يَّخْسِفَ بِكُمُ الْاَرْضَ کا مطلب ہے کہ اسے اکھیڑ کر انہیں دھنسائے جیسے قارون کے ساتھ کیا، پہلے وہ تمہارے لیے مطیع بنائی کہ تم اس کے جوانب میں چلتے ہو۔ اَنْ يَّخْسِفَ موصول سے بدل اشتمال ہے۔ یعنی کیا تم اس کے دھنسانے سے بے خوف ہو، یا مِنْ محذوف ہے یعنی مِنْ اَنْ يَّخْسِفَ۔

فَاِذَا هِيَ تَمُوْرُ ﴿۱۶﴾: یعنی سکون جو قائم تھا اس کے خلاف اضطراب اور حرکت کرتی ہے، جمہور نے ءَاَمِنْتُمْ میں دو ہمزہ پڑھے ہیں، بصریوں اور کوفیوں نے تخفیف کے ساتھ پڑھا ہے، ابن کثیر نے پہلے کو واؤ سے بدل کر پڑھا ہے۔

پھر انہیں دوسرے طریقے سے اللہ پاک نے دھمکایا، لہٰذا فرمایا: اَمْ اَمِنْتُمْ مَّنْ فِي السَّمَآءِ اَنْ يُّرْسِلَ عَلَيْكُمْ حَاصِبًا ؕ یعنی آسمان سے پتھر، جیسے قوم لوط اور اصحاب فیل پر برسائے، ایک قول ہے کہ بادل جن میں پتھر ہوں، ایک قول ہے کہ ہوا جس میں پتھر ہوں۔

فَسَتَعْلَمُوْنَ كَيْفَ نَذِيْرِ ﴿۱۷﴾: یعنی میرا ڈرانا، جب تم نے آنکھوں سے عذاب دیکھ لیا اور تمہیں اس کا علم نفع نہیں دے گا، ایک قول ہے کہ یہاں نذیر سے مراد حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، یہ عطاء اور ضحاک کا قول ہے، مطلب یہ ہے کہ تم عنقریب میرے پیغمبر اور اس کی صداقت کو جان لو گے، پہلی بات زیادہ مناسب ہے۔ اَنْ يُّرْسِلَ عَلَيْكُمْ حَاصِبًا میں بات ایسے ہے جیسے اَنْ يَّخْسِفَ بِكُمُ الْاَرْضَ میں ہے، یہ یا تو بدل اشتمال ہے، یا اس میں مَنْ پوشیدہ ہے۔

[1] اللہ پاک کی ذات مراد ہونا زیادہ واضح ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وَ لَقَدْ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ: یعنی جو کفار مکہ سے پہلے ماضی کی امتوں کے کفار تھے، جیسے قوم نوح، عاد، ثمود، قوم لوط، اصحاب الایکہ، اصحاب الرس اور قوم فرعون۔

فَكَيْفَ كَانَ نَكِيْرِ ﴿١٨﴾: یعنی میرا ان پر انکار یعنی رد کیسا ہوا، جو میں نے ان پر گھبرانے والا عذاب بھیجا۔

اَوَ لَمْ يَرَوْا اِلَى الطَّيْرِ فَوْقَهُمْ صٰٓفّٰتٍ: ہمزہ استفہام کے لیے ہے، واؤ عطف کے لیے ہے ایک پوشیدہ لفظ پر، یعنی وہ غافل ہوئے اور انہوں نے نہیں دیکھا، صٰٓفّٰتٍ کا معنیٰ ہے وہ ہوا میں اپنے پَر پھیلاتے ہیں اور اُڑتے وقت کھولتے ہیں۔ وَّ يَقْبِضْنَ یعنی اپنے پَر وہ بند کرتے ہیں۔ نحاس کہتے ہیں: جب پرندہ اپنے پَر پھیلائے اسے صافّ کہتے ہیں، اور جب انہیں بند کرے انہیں قابض کہتے ہیں گویا کہ وہ انہیں قبض کرتا ہے، یہ طیران کا معنیٰ ہے جو کہ پَر کو پھیلانا اور اسے بند کرنے کے بعد کھولنا ہے۔ اسی سے ابوخراش کا قول ہے:

يُبادر جنح الليل فهو موائل
يحث الجناح بالتبسط والقبض

''وہ رات کے اندھیرے پر جلدی کرتا ہے وہ اوّل میں آنے والا ہے۔ وہ پروں پر زور دیتا ہے پھیلانے کے ساتھ اور بند کرنے کے ساتھ۔''

وَّ يَقْبِضْنَ: کہا ہے، قَابِضَاتٌ نہیں کہا، جیسے صٰٓفّٰتٍ کہا ہے، وجہ یہ ہے کہ پکڑنے کی وقتاً فوقتاً تجدید ہوتی ہے، رہا کھولنا تو یہ اصل ہے، اہلِ لغت کی طرف سے ایسے ہی کہا گیا ہے۔ ایک قول ہے کہ وَّ يَقْبِضْنَ کا مطلب ان کا اڑنے سے رکنے کے وقت اپنے پَر بند کرنا ہے، نا کہ اُڑنے کی حالت میں بند کرنا ہے۔

مَا يُمْسِكُهُنَّ اِلَّا الرَّحْمٰنُ: کا جملہ يَقْبِضْنَ کے فاعل سے حال کے طور پر محلِ نصب میں ہے، یا یہ مستانفہ ہے اللہ پاک کی قدرت کا کمال بیان کرنے کے لیے۔ معنی یہ ہے کہ انہیں دورانِ پرواز اڑنے سے روکنے والا صرف اللہ ہے، جو ہر چیز پر قادر ہے۔

اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍۭ بَصِيْرٌ ﴿١٩﴾: اس پر کوئی چیز مخفی نہیں رہتی، وہ ہو جو بھی ہو۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اَمَّنْ هٰذَا الَّذِیْ هُوَ جُنْدٌ لَّكُمْ یَنْصُرُكُمْ مِّنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ: استفہام ڈانٹ اور ڈپٹ کے لیے ہے، معنیٰ یہ ہے کہ تمہارا کوئی لشکر نہیں جو تمہیں اللہ کے عذاب سے بچائے۔ جُنْدٌ گروہ اور جماعت ہے۔ جمہور نے اَمَّنْ هٰذَا میں میم پر شد پڑھی ہے، اس طرح کہ أَمْ کی میم کو مَن کی میم میں مدغم کیا۔ أَمْ بَلْ کے معنی میں ہے۔ اس کے بعد ہمزہ کو مقدر کرنے کی کوئی سبیل نہیں ہے، جیسے اکثر أَمْ میں مقدر ہوتا ہے جو الگ ہو بَلْ کے ساتھ اور ہمزہ کے ساتھ۔ کیونکہ یہاں اس کے بعد مَنْ استفہامیہ ہے، اس تقدیر سے غنی کر دیا گیا، مَنْ استفہامیہ مبتداء ہے، اسم اشارہ اس کی خبر ہے، موصول اپنے صلہ کے ساتھ اسم اشارہ کی صفت ہوگئی۔ یَنْصُرُكُمْ، جُنْدٌ کی صفت ہے، مِّنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ، یَنْصُرُكُمْ کے فاعل سے حال کے طور پر محل نصب میں ہے، معنیٰ یہ ہے کہ بلکہ یہ حقیر سے ہے جو تمہارے زعم میں تمہارا لشکر ہے، وہ رحمن کی مدد سے متجاوز ہے۔ طلحہ بن مصرف نے پہلے کو مخفف اور دوسرے کو مثقل پڑھا ہے۔

اِنِ الْكٰفِرُوْنَ اِلَّا فِیْ غُرُوْرٍ ۝: کا جملہ معترضہ ہے، جو اپنے ماقبل کی وضاحت کرنے والا ہے، ان کے خلاف ان کی گمراہی کا اعلان کرنے والا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ کافر نہیں ہیں مگر شیطان کی طرف سے عظیم دھوکے میں، جو انہیں اس کے ذریعے سے دھوکا دیتا ہے۔

اَمَّنْ هٰذَا الَّذِیْ یَرْزُقُكُمْ اِنْ اَمْسَكَ رِزْقَهٗ: اس میں کلام اس سے پچھلے والے میں کلام کی طرح ہے قراءت میں اور اعراب میں۔ یعنی کون ہے جو تم پر بارش وغیرہ کے ذریعے سے رزق کے دروازے کھول دے، اگر اللہ تم سے یہ روک دے اور تم پر منع کر دے۔

بَلْ لَّجُّوْا فِیْ عُتُوٍّ وَّ نُفُوْرٍ ۝: یعنی انہوں نے اس سے اثر نہ لیا بلکہ عناد اور حق سے تکبر اور اس سے نفرت میں لگے رہے، نہ انہوں نے عبرت پکڑی اور نہ سوچا، جوابِ شرط محذوف ہے۔ کیونکہ ماقبل کی اس پر دلالت ہے، یعنی اگر وہ اپنا رزق روک دے تو اس کے علاوہ کون تمہیں رزق دے گا۔ عُتُوٍّ عناد اور طغیان کو کہتے ہیں جبکہ نُفُوْرٍ بھاگنا اور بدکنا ہے۔

ابن مردویہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے کہ اِنَّ الَّذِیْنَ یَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَیْبِ کے متعلق انہوں نے فرمایا: اس سے مراد حضرت ابوبکر، عمر، علی اور ابوعبیدہ بن الجراح

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہیں۔ ابن جریر اور ابن المنذر نے ان سے اللہ کے فرمان: فِيْ مَنَاكِبِهَا کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: اس کے پہاڑ۔ اور ابن جریر نے ان سے یہ بھی نقل کیا، فرمایا: اس کے اطراف۔ طبرانی، ابن عدی، بیہقی نے شعب الایمان میں اور حکیم ترمذی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے، کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ محنت سے کمائی کرنے والے مومن کو پسند فرماتے ہیں، ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اللہ کے فرمان: بَلْ لَّجُّوْا فِيْ عُتُوٍّ وَّ نُفُوْرٍ کے متعلق فرمایا: گمراہی میں۔

اَفَمَنْ يَّمْشِيْ مُكِبًّا عَلٰى وَجْهِهٖۤ اَهْدٰۤى اَمَّنْ يَّمْشِيْ سَوِيًّا عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۲۲﴾ قُلْ هُوَ الَّذِيْۤ اَنْشَاَكُمْ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ ؕ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ﴿۲۳﴾ قُلْ هُوَ الَّذِيْ ذَرَاَكُمْ فِي الْاَرْضِ وَاِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿۲۴﴾ وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۲۵﴾ قُلْ اِنَّمَا الْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ ۖ وَاِنَّمَاۤ اَنَا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۲۶﴾ فَلَمَّا رَاَوْهُ زُلْفَةً سِيْٓـَٔتْ وُجُوْهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَقِيْلَ هٰذَا الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تَدَّعُوْنَ ﴿۲۷﴾ قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَهْلَكَنِيَ اللّٰهُ وَمَنْ مَّعِيَ اَوْ رَحِمَنَا ۙ فَمَنْ يُّجِيْرُ الْكٰفِرِيْنَ مِنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿۲۸﴾ قُلْ هُوَ الرَّحْمٰنُ اٰمَنَّا بِهٖ وَعَلَيْهِ تَوَكَّلْنَا ۚ فَسَتَعْلَمُوْنَ مَنْ هُوَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۲۹﴾ قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَصْبَحَ مَآؤُكُمْ غَوْرًا فَمَنْ يَّاْتِيْكُمْ بِمَآءٍ مَّعِيْنٍ ﴿۳۰﴾

تو کیا وہ شخص جو اپنے منہ کے بل الٹا ہو کر چلتا ہے، زیادہ ہدایت والا ہے، یا وہ جو سیدھا ہو کر درست راستے پر چلتا ہے؟ کہہ دے وہی ہے جس نے تمھیں پیدا کیا اور تمھارے لیے کان اور آنکھیں اور دل بنائے، تم کم ہی شکر کرتے ہو۔ کہہ دے وہی ہے جس نے تمھیں زمین میں پھیلایا اور تم اسی کی طرف اکٹھے کیے جاؤ گے۔ اور وہ کہتے ہیں یہ وعدہ کب (پورا) ہوگا، اگر تم سچے ہو؟ کہہ دے یہ علم تو اللہ ہی کے پاس ہے اور میں تو بس ایک کھلا ڈرانے والا ہوں۔ پس جب وہ اس کو قریب دیکھیں گے تو ان لوگوں کے چہرے بگڑ جائیں گے جنھوں نے انکار کیا اور کہا جائے گا یہی ہے وہ جو تم مانگا کرتے تھے۔ کہہ دے کیا تم نے دیکھا اگر اللہ مجھے اور ان کو جو میرے ساتھ ہیں ہلاک کر دے، یا ہم پر رحم فرمائے تو کون ہے جو کافروں کو دردناک عذاب

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سے پناہ دے گا؟ کہہ دے وہی بے حد رحم والا ہے، ہم اس پر ایمان لائے اور ہم نے اسی پر بھروسا کیا، تو تم عنقریب جان لوگے کہ وہ کون ہے جو کھلی گمراہی میں ہے۔ کہہ دے کیا تم نے دیکھا اگر تمھارا پانی گہرا چلا جائے تو کون ہے جو تمھارے پاس بہتا ہوا پانی لائے گا؟

اللہ پاک نے مشرک اور موحد کی مثال بیان کی تا کہ ان دونوں کے حال کی وضاحت اور ان دونوں کا انجام بیان ہو، لہٰذا فرمایا: اَفَمَنْ يَّمْشِيْ مُكِبًّا عَلٰى وَجْهِهٖٓ اَهْدٰٓى. مُكِبّ اور منکب جو چہرے کے بل گرنے والا ہے، کہا جاتا ہے۔ كَبَبْتُهٗ فأكب و انكبّ۔ ایک قول ہے کہ جو اپنا سر جھکائے اور دائیں، بائیں اور آگے نہ دیکھے، وہ گرنے اور چہرے کے بل ٹھوکر کھانے سے محفوظ نہ ہوگا۔ ایک قول ہے کہ اس سے مُراد نابینا ہے جو راہ کی ہدایت نہیں پاتا وہ ہمیشہ سر جھکائے چلتا ہے۔ قتادہ کہتے ہیں: وہ کافر ہے جو دنیا میں اللہ کی نافرمانیوں پر جھکا ہوا ہے، روزِ قیامت اللہ اسے اس کے چہرے کے بل کھینچیں گے، ہمزہ استفہام انکاری والا ہے، یعنی کیا یہ جو اپنے چہرے کے بل چلتا ہے، مقصد کی طرف زیادہ ہدایت پاتا ہے، جس کا یہ ارادہ کرتا ہے؟

اَمَّنْ يَّمْشِيْ سَوِيًّا: جو معتدل ہو کر اور اپنے سامنے دیکھ کر چلتا ہے۔

عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۲۲﴾: یعنی سیدھی اور برابر راہ پر جس میں نہ کوئی ٹیڑھا پن ہے اور نہ انحراف ہے۔ مَنْ کی خبر محذوف ہے کیونکہ پہلے مَنْ کی خبر دلالت کر رہی ہے جو کہ اَهْدٰى عَلَيْهِ ہے۔ ایک قول ہے کہ اس کی ضرورت ہی نہیں کیونکہ دوسرا مَنْ پہلے مَنْ پر معطوف ہے جو کہ مفرد کا مفرد پر عطف ہے، جیسے تم کہتے ہو: أَزَيْدٌ قَائِمٌ اَمْ عَمْرٌو؟ ایک قول ہے کہ چہرے کے بل الٹا چلنے والے سے مراد وہ ہے جو اپنے چہرے کے بل جہنم کی طرف گھسیٹا جائے گا، جو سیدھا چلتا ہے سے مراد وہ ہے جو اپنے قدموں پر چل کر جنت جائے گا، یہ قتادہ کے اس قول کی طرح ہے جو ہم نے ذکر کیا ہے، اس کی مثل اللہ کا فرمان: وَنَحْشُرُهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ بھی ہے۔

قُلْ هُوَ الَّذِيْٓ اَنْشَاَكُمْ: اللہ پاک نے اپنے پیغمبر ﷺ کو حکم فرمایا ہے کہ آپ لوگوں کو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بتادیں کہ اسی نے ان کو پہلی مرتبہ پیدا کیا ہے۔ وَجَعَلَ ان کے لیے بنایا۔ السَّمْعَ تا کہ وہ اس کے ساتھ سنیں۔ وَالْاَبْصَارَ تا کہ وہ اس کے ساتھ دیکھیں۔ اَبْصَار جمع کے ساتھ سَمْعٌ واحد لانے کی وجہ یہ ہے کہ یہ ایک مصدر ہے جس کا اطلاق قلیل اور کثیر پر ہوتا ہے، ہم اس کا بیان کئی جگہوں پر مزید وضاحت کے ساتھ کر چکے ہیں۔

وَالْاَفْـِٕدَةَ: دل جن کے ساتھ وہ اللہ کی مخلوقات میں غور کریں، اللہ پاک نے یہاں ذکر فرمایا ہے کہ اس نے ان کے لیے (اعضاء) بنائے ہیں جن سے وہ مسموعات، مبصرات اور معقولات کا ادراک کریں، یہ حجت کی وضاحت اور معذرت کو قطع کرنے کے لیے ہے، اور ان کے اللہ کی نعمتوں پر عدم شکر کی مذمت کے لیے ہے، اس لیے فرمایا:

قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ﴿۲۳﴾: قَلِيْلًا پر نصب اس لیے ہے کہ یہ مصدر محذوف کی صفت ہے، مَا تاکید کے لیے بڑھایا ہے، یعنی تھوڑا ذکر یا تھوڑا زمانہ۔ ایک قول ہے کہ قلت شکر سے مراد ان کی طرف سے شکر نہ ہونا ہے، مقاتل کہتے ہیں: تم ان نعمتوں کے مالک کا شکر ادا نہیں کرتے کہ تم اس کی توحید کو مانو۔

قُلْ هُوَ الَّذِيْ ذَرَاَكُمْ فِي الْاَرْضِ وَاِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿۲۴﴾: اللہ پاک نے اپنے پیغمبر ﷺ کو حکم دیا ہے کہ آپ انہیں خبر دیں کہ اللہ نے ان کو زمین میں پیدا کیا ہے، انہیں اس پر پھیلایا ہے، انہیں اس کی پشت پر متفرق کیا ہے، لہٰذا: ان سب کا حشر بھی جزاء کے لیے اس کے ہاں ہوگا، کسی اور کے پاس نہیں۔ پھر اللہ پاک نے ذکر کیا کہ وہ عذاب جلدی طلب کرتے ہیں، لہٰذا فرمایا: وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ یعنی یہ وعدہ کب ہے جو حشر، قیامت، جہنم اور عذاب کا تم ہم سے ذکر کرتے ہو اگر تم اس بارے میں سچے ہو۔ ان کی طرف سے نبی ﷺ کے لیے اور آپ کے ساتھی مومنوں کے لیے یہ خطاب ہے۔ جوابِ شرط محذوف ہے، مقدر عبارت یوں ہے کہ اگر تم سچے ہو تو ہمیں اس کی خبر دو یا اس کو ہم پر واضح کرو۔ یہ ان کی طرف سے مزاح اور ٹھٹھا تھا، پھر جب انہوں نے یہ بات کہی اللہ پاک نے اپنے پیغمبر ﷺ کو حکم فرمایا کہ آپ ان کا جواب دیں، لہٰذا فرمایا:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قُلْ اِنَّمَا الْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ ۖ: یعنی وقوعِ قیامت کا علم اللہ کے پاس ہے، اس کے سوا اُسے کوئی نہیں جانتا، اسی طرح اللہ کا فرمان ہے: قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّيْ ۚ۔

پھر انہیں ڈرانے کے لیے مبعوث ہونے کی خبر دی، غیب بتانے کے لیے خبر نہیں دی، لہٰذا فرمایا: وَ اِنَّمَآ اَنَا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ میں تمہیں ڈراتا ہوں اور تمہارے کفر کے انجام سے تمہیں خوف دلاتا ہوں، میں تمہیں اس بات کی وضاحت کرتا ہوں جس کی وضاحت کا اللہ نے مجھے حکم دیا ہے۔

www.kitabosunnat.com

پھر عذاب کے معاینہ پر ان کا حال اللہ پاک نے ذکر کیا، لہٰذا فرمایا: فَلَمَّا رَاَوْهُ زُلْفَةً یعنی انہوں نے عذاب کو قریب دیکھا۔ زُلْفَةً مصدر بمعنی فاعل ہے، مراد مُزْدَلِفًا ہے۔ یا یہ رَأَوْا کے مفعول سے مضاف مقدر مان کر حال ہے، یعنی ذَا زُلْفَةٍ وَ قُرْبٍ۔ یا یہ ظرف ہے یعنی انہوں نے اسے اس جگہ میں دیکھا جو قریب والی ہے۔ مجاہد کہتے ہیں: اس کا مطلب قریب ہے۔ حسن کہتے ہیں: آنکھوں سے دیکھا۔ اکثر مفسرین نے کہا: مراد روزِ قیامت کا عذاب ہے۔ مجاہد کہتے ہیں: مراد بدر کا عذاب ہے، ایک قول ہے کہ انہوں نے دیکھا قریب سے جوان کے ساتھ حشر کا وعدہ کیا گیا، اس کی دلیل اللہ کا فرمان وَ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ بھی ہے، ایک قول ہے جب وہ اپنے بُرے عمل کو قریب دیکھیں گے۔

سِيْٓـَٔتْ وُجُوْهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا: یعنی کالے ہوں گے، ان پر رسوائی چڑھی ہوگی اور ذلت انہیں ڈھانپے گی، کہا جاتا ہے۔ ساء الشیء یسوء فھو سئی جب چیز قبیح ہو جائے۔

زجاج کہتے ہیں: معنی یہ ہے کہ ان میں سُوْء واضح ہوگئی، یعنی ان کے لیے بڑا عذاب ہوگا، تو اس کے سبب سے ان کے چہروں پر ظاہر ہوگا جو ان کے کفر پر دلالت کرتا ہے، جیسے اللہ نے فرمایا: يَوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوْهٌ وَّ تَسْوَدُّ وُجُوْهٌ ۚ جمہور نے بکسر سین بغیر اشمام پڑھا ہے۔ نافع، ابن عامر، کسائی اور ابن محیصن نے اشمام کے ساتھ پڑھا ہے۔

وَ قِيْلَ هٰذَا الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تَدَّعُوْنَ ۝: یعنی انہیں ڈانٹ اور ڈپٹ کے طور پر کہا جائے گا یہ جو حاضر اور نظر آنے والا عذاب ہے، یہ وہی عذاب ہے جس کا تم دنیا میں دعویٰ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کرتے تھے، یعنی تم استہزاء کے طور پر اسے طلب کرتے اور جلدی مانگتے تھے، تدعون کا معنی دعاء بھی ہے۔ فراء کہتے ہیں: تَدَّعُوْنَ دعا سے تَفْتَعِلُوْنَ کے وزن پر ہے یعنی تم تمنا کرتے اور مانگتے تھے، یہی اکثر مفسرین کا قول ہے۔ زجاج نے کہا: یہی ہے جس کے بارے میں تم باطل اور جھوٹی باتوں کا دعویٰ کرتے تھے، ایک قول ہے تدعون کا معنی تکذبون ہے۔ یہ جمہور کی قراءت کے مطابق تدعون شد کے ساتھ ہے، یا تو یہ دعا سے ہے جیسے اکثر نے کہا ہے، یا دعویٰ سے ہے جیسے زجاج اور ان کے موافقین نے کہا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ وہ دعویٰ کرتے تھے کہ ہمیں نہ اٹھایا جائے گا، نہ حشر، نہ جنت اور نہ جہنم ہے۔ قتادہ، ابن ابی اسحاق، یعقوب اور ضحاک نے تدعون تخفیف کے ساتھ پڑھا ہے، اس کا معنی ظاہر ہے۔ قتادہ کہتے ہیں: یہ ان کا قول ہے: رَبَّنَا عَجِّلْ لَنَا قِطَّنَا۔ ضحاک کہتے ہیں: یہ ان کا قول اَللّٰهُمَّ ان كان هذا هو الحق من عندك فامطر علينا حجارة من السماء آخر آیت تک ہے۔ نحاس کہتے ہیں: تدعون اور تدعون کا مطلب ایک ہی ہے۔ جیسے تم کہتے ہو: قدر اور اقتدر۔ غدا اور اغتدی۔ لیکن یہ ہے کہ اَفْعَلَ کا مطلب ہوگا کہ کچھ چیز کے بعد کچھ چیز تک گیا۔ جبکہ فعل کا وزن معنی میں قلیل اور کثیر پر واقع ہوتا ہے۔

قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَهْلَكَنِيَ اللّٰهُ وَمَنْ مَّعِيَ: یعنی مجھے خبر دو کہ اگر اللہ مجھے ہلاک کرے موت یا قتل کے ساتھ اور میرے ساتھ والے مومنوں کو بھی۔

فَمَنْ يُّجِيْرُ الْكٰفِرِيْنَ مِنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿٢٨﴾: یعنی انہیں کون روکے گا، اور انہیں عذاب سے کون بچائے گا۔ مطلب یہ ہے کہ انہیں اس سے کوئی نہیں بچا سکے گا، اگر اللہ اپنے رسول اور ان کے ساتھ مومنوں کو ہلاک بھی کر دے جیسے کافروں کی تمنا ہے یا انہیں مہلت دے دے، ایک قول ہے کہ مفہوم یہ ہے کہ ہم اپنے ایمان کے باوجود خوف اور امید کے درمیان ہیں، تو تمہیں کفر کے باوجود عذاب سے کون بچائے گا۔ ظاہر کو ضمیر کی جگہ پر رکھا تاکہ ان پر کفر ثابت کیا جائے اور یہ واضح ہو کہ ان کی عدم نجات کا سبب یہی ہے۔

قُلْ هُوَ الرَّحْمٰنُ اٰمَنَّا بِهٖ: اس اکیلے پر، ہم اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وَعَلَيْهِ تَوَكَّلْنَا: کسی اور پر نہیں، توکل اس ذات بزرگ و برتر پر تمام امور کا بھروسہ ہے۔

فَسَتَعْلَمُوْنَ مَنْ هُوَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۲۸﴾: ہم میں سے اور تم میں سے۔ یہ سخت ڈانٹ ہے، کلام کو انصاف کی جگہ پر لایا گیا ہے۔ جمہور نے ستعلمون کو تاء کے ساتھ مخاطب کے صیغے سے پڑھا ہے، کسائی نے یاء کے ساتھ کہ یہ خبر بنے گی۔

پھر اس ذات پاک نے ان کے خلاف اپنی بعض نعمتوں سے حجت پکڑی اور ان سے یہ نعمتیں چھین لینے سے ڈرایا، لہٰذا فرمایا: قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَصْبَحَ مَآؤُكُمْ غَوْرًا یعنی مجھے بتاؤ کہ اگر تمہارا پانی زمین میں گہرا ہو جائے، اس طرح کہ اس کا وہاں بالکل وجود ہی نہ رہے، یا وہ زمین میں ایسی گہری جگہ چلا جائے کہ وہاں تک ڈول نہ پہنچیں۔ کہا جاتا ہے، غار الماء غورا یعنی پانی خشک ہو جائے۔ غور غائر مصدر کا وصف مبالغہ کے لیے ہے، جیسے کہا جاتا ہے: رجل عدل اس طرح کی ایک مثال سورۃ الکہف میں گزری ہے۔

فَمَنْ يَّاْتِيْكُمْ بِمَآءٍ مَّعِيْنٍ ﴿۳۰﴾: یعنی ظاہر جسے آنکھیں دیکھیں اور اس تک ڈول پہنچیں۔ ایک قول ہے کہ یہ مَعَنَ الْمَاءُ سے ہے یعنی پانی زیادہ ہوا۔ قتادہ اور ضحاک کہتے ہیں: یعنی جاری ہونے والا ہے۔ اَلْمَعین کا معنی سورۃ المومن میں گزر چکا ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فمن یاتکم بماء عذب پڑھا ہے۔

ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اَفَمَنْ يَّمْشِيْ مُكِبًّا کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: جس کی داڑھ میں تکلیف ہو وہ اپنی انگلی اس پر رکھے اور یہ آیت پڑھے: هُوَ الَّذِيْٓ اَنْشَاَكُمْ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ ۭ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ۔

دارقطنی نے الافراد میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے، کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کی داڑھ میں تکلیف ہو، وہ اپنی انگلی اس پر رکھے اور یہ دو آیتیں سات مرتبہ پڑھے: وَهُوَ الَّذِيْٓ اَنْشَاَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ فَمُسْتَقَرٌّ وَّمُسْتَوْدَعٌ ۭ قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّفْقَهُوْنَ۔ اور هُوَ الَّذِيْٓ اَنْشَاَكُمْ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ ۭ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ تو وہ باذن اللہ ٹھیک ہو جائے گا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ابن المنذر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے فرمان: اِنْ اَصْبَحَ مَآؤُكُمْ غَوْرًا کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: زمین میں داخل ہونے والا۔ فَمَنْ يَّاْتِيْكُمْ بِمَآءٍ مَّعِيْنٍ فرمایا: جاری۔

ابن المنذر نے ان سے اِنْ اَصْبَحَ مَآؤُكُمْ غَوْرًا کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: زمین میں لوٹ جائے۔ عبد بن حمید، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے ان سے ہی نقل کیا ہے کہ بِمَآءٍ مَّعِيْنٍ کے متعلق فرمایا: ظاہر۔

اور عبد بن حمید نے ان سے ہی بِمَآءٍ مَّعِيْنٍ کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: میٹھا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سورۃ القلم

اس کی ۵۲ آیات ہیں، یہ حضرت حسن، عکرمہ، جابر اور عطاء کے قول کے مطابق مکی سورت ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور قتادہ کا قول ہے کہ یہ شروع سے سَنَسِمُهٗ عَلَى الْخُرْطُوْمِ تک مکی ہے۔ اس کے بعد مِنَ الصّٰلِحِيْنَ تک مدنی ہے اور باقی مکی ہے، ماوردی نے بھی ایسے ہی کہا ہے۔ ابن ضریس نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ جب کسی سورت کا پہلا حصہ مکہ میں نازل ہوتا، وہ مکہ میں لکھی جاتی، پھر جتنا اللہ چاہتے اس میں اضافہ فرماتے۔ سب سے پہلے جو قرآن اترا وہ اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ ہے، پھر سورت نون، پھر سورت مزمل اور پھر سورت مدثر اتری۔

ابن نحاس، ابن مردویہ اور بیہقی نے ان سے نقل کیا ہے کہ فرمایا: سورت نون مکہ میں نازل ہوئی۔ ابن مردویہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اسی طرح نقل کیا ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○ نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُوْنَ ۙ﴿۱﴾ مَآ اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُوْنٍ ۚ﴿۲﴾ وَاِنَّ لَكَ لَاَجْرًا غَيْرَ مَمْنُوْنٍ ۚ﴿۳﴾ وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ ﴿۴﴾ فَسَتُبْصِرُ وَيُبْصِرُوْنَ ۙ﴿۵﴾ بِاَيِّىكُمُ الْمَفْتُوْنُ ﴿۶﴾ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ ۖ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ ﴿۷﴾ فَلَا تُطِعِ الْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۸﴾ وَدُّوْا لَوْ تُدْهِنُ فَيُدْهِنُوْنَ ﴿۹﴾ وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِيْنٍ ۙ﴿۱۰﴾ هَمَّازٍ مَّشَّآءٍۭ بِنَمِيْمٍ ۙ﴿۱۱﴾ مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ اَثِيْمٍ ۙ﴿۱۲﴾ عُتُلٍّۭ بَعْدَ ذٰلِكَ زَنِيْمٍ ۙ﴿۱۳﴾ اَنْ كَانَ ذَا مَالٍ وَّبَنِيْنَ ﴿۱۴﴾ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا قَالَ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۱۵﴾ سَنَسِمُهٗ عَلَى الْخُرْطُوْمِ ﴿۱۶﴾

اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔ ن۔ قسم ہے قلم کی! اور اس کی جو وہ لکھتے ہیں! کہ تو اپنے رب کی نعمت سے ہرگز دیوانہ نہیں ہے۔ اور بے شک تیرے لیے یقیناً

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ایسا اجر ہے جو منقطع ہونے والا نہیں۔ اور بلاشبہ یقیناً تو ایک بڑے خلق پر ہے۔ پس جلد ہی تو دیکھ لے گا اور وہ بھی دیکھ لیں گے کہ تم میں سے کون فتنے میں ڈالا ہوا ہے۔ یقیناً تیرا رب ہی زیادہ جاننے والا ہے اس کو جو اس کی راہ سے بھٹک گیا اور وہی زیادہ جاننے والا ہے ان کو جو سیدھی راہ پر ہیں۔ پس تو ان جھٹلانے والوں کا کہنا مت مان۔ وہ چاہتے ہیں کاش! تو نرمی کرے تو وہ بھی نرمی کریں۔ اور تو کسی بہت قسمیں کھانے والے ذلیل کا کہنا مت مان۔ جو بہت طعنہ دینے والا، چغلی میں بہت دوڑ دھوپ کرنے والا ہے۔ خیر کو بہت روکنے والا، حد سے بڑھنے والا، سخت گناہ گار ہے۔ سخت مزاج ہے، اس کے علاوہ بدنام ہے۔ اس لیے کہ وہ مال اور بیٹوں والا رہا ہے۔ جب اس پر ہماری آیات پڑھی جاتی ہیں تو کہتا ہے پہلے لوگوں کی کہانیاں ہیں۔ جلد ہی ہم اسے تھوتھنی پر داغ لگائیں گے۔

اللہ کا فرمان ہے: نٓ ابوبکر، ورش، ابن عامر، کسائی، ابن محیصن اور ابن ہبیرۃ نے دوسرے نون کو اس کی ہجاء سے واؤ میں مدغم کر کے پڑھا ہے، باقیوں نے اظہار کے ساتھ پڑھا ہے، ابوعمرو اور عیسیٰ بن عمر نے فتح کے ساتھ فعل کو مضمر کر کے پڑھا ہے۔ ابن عامر، نصر اور ابن اسحاق نے اس میں زیر پڑھی ہے قسم کو پوشیدہ قرار دے کر، یا دو ساکنوں کے ملنے کی وجہ سے۔

محمد بن سمیفع اور ہارون نے مبنی ہونے کی بناء پر اسے پیش کے ساتھ پڑھا ہے۔ مقاتل اور سُدی کہتے ہیں: اس سے مراد وہ مچھلی ہے جو زمین کو اٹھاتی ہے، یہی قول مرۃ ہمدانی، عطاء خراسانی اور کلبی کا ہے۔ ایک قول ہے کہ نون رحمن کے حروف میں سے آخری حرف ہے۔ ابن زید کہتے ہیں: یہ ایک قسم ہے جس کے ساتھ اللہ نے قسم کھائی ہے۔ ابن کیسان کہتے ہیں: یہ سورت کا آغاز ہے۔

عطاء اور ابوالعالیہ کہتے ہیں: یہ نَصَرَ اور نَاصِرٌ کا نون ہے، محمد بن کعب کہتے ہیں، اللہ نے اس کے ساتھ مومنوں کی مدد کی قسم کھائی ہے۔ ایک قول ہے کہ یہ حروفِ ہجاء میں سے ایک حرف ہے، ان حروف کی طرح جو سورتوں کے شروع میں آتے ہیں، جن کے ساتھ سورتیں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

شروع ہوتی ہیں۔ ہم آپ کو بتا چکے ہیں کہ اس طرح کے شروع والے حروف میں حق بات کیا ہے، یہ تفصیل سورۃ البقرۃ کے شروع میں گزر چکی ہے۔

وَالْقَلَمِ: میں جو واؤ ہے، یہ واوِ قسم ہے، اللہ پاک نے قلم کی قسم کھائی ہے کیونکہ اس میں وضاحت ہے، یہ ہر قلم پر واقع ہے جس کے ساتھ لکھا جاتا ہے۔

مفسرین کی ایک جماعت نے کہا: اس سے مراد وہ قلم ہے جس کے ساتھ لوح محفوظ میں لکھا گیا، اللہ پاک نے اس کی قسم اس کی تعظیم کے لیے کھائی ہے۔

قتادۃ کہتے ہیں: قلم اللہ کی اپنے بندوں پر نعمتوں میں سے ہے۔

وَمَا يَسْطُرُوْنَ ۙ: مَا موصولہ ہے، یعنی وہ جو لکھتے ہیں۔ اس میں ضمیر اصحابِ قلم کی طرف لوٹ رہی ہے جن پر اس کے مدلول کا ذکر ہے، کیونکہ آلہ کتابت کا ذکر کاتب پر دلالت کرتا ہے مطلب ہے کہ جو وہ لکھتے ہیں، یعنی وہ لکھتے ہیں ہر چیز جو لکھی جائے، یا نگہبان فرشتے، جیسے کہ پیچھے گزر چکا ہے۔

جائز ہے کہ مَا مصدریہ ہو یعنی ''اور ان کا لکھنا'' ایک قول ہے کہ ضمیر خاص طور پر قلم کی طرف لوٹ رہی ہے یہ فعل کی آلے کی طرف نسبت سے ہے، اور یہ عقلاء کے جاری مجریٰ/ قائم مقام ہے۔

مَآ اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُوْنٍ ۚ: یہ جوابِ قسم ہے، مَا نافیہ ہے، أَنْتَ اس کا اسم ہے، مَجْنُوْنٍ اس کی خبر ہے۔ زجاج کہتے ہیں: أَنْتَ مَا کا اسم ہے اور بِمَجْنُوْنٍ اس کی خبر ہے، اللہ کا فرمان: بِنِعْمَةِ رَبِّكَ ایک کلام ہے جو درمیان میں واقع ہوا ہے، یعنی میں تجھ سے تیرے رب کی نعمت کے ساتھ جنون کی نفی کرتا ہوں، جیسے کہا جاتا ہے: تم بحمد للہ عاقل ہو۔

ایک قول ہے کہ باء ایک ضمیر کے متعلق ہے جو کہ حال ہے، گویا کہ کہا گیا: تم جنون سے بری ہو، اللہ کی نعمت کے ساتھ مل کر جو کہ نبوت اور عام سرداری ہے۔

ایک قول ہے کہ باء قسم کے لیے ہے، یعنی تیرے رب کی قسم تم مجنون نہیں ہو، ایک قول ہے کہ یہاں نعمت سے مراد رحمت ہے، یہ آیت کفار کے رد میں ہے، جب انہوں نے کہا:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْ نُزِّلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ اِنَّكَ لَمَجْنُوْنٌ ۔

وَ اِنَّ لَكَ لَاَجْرًا: یعنی جو آپ نبوت کے بوجھ اٹھاتے ہیں اور مختلف قسم کی تکالیف برداشت کرتے ہیں، ان پر ثواب۔

غَيْرَ مَمْنُوْنٍ ۝: یعنی نہیں کاٹا گیا، کہا جاتا ہے منت الحبل جب تم رسی کاٹتے ہو۔ مجاہد کہتے ہیں: غَيْرَ مَمْنُوْنٍ کا مطلب ہے حساب نہیں کیا گیا۔ حسن کہتے ہیں: غَيْرَ مَمْنُوْنٍ یعنی احسان کے ساتھ خراب نہیں کیا گیا۔ ضحاک کہتے ہیں: بغیر عمل اجر، ایک قول ہے: جس کا اندازہ نہیں کیا گیا، ایک قول ہے کہ لوگوں کی طرف سے آپ ﷺ پر احسان نہیں کیا گیا۔

وَ اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ ۝: ایک قول ہے کہ وہ اسلام اور دین ہے، یہ واحدی نے اکثر سے بیان کیا ہے، ایک قول ہے کہ یہ قرآن ہے، یہ حضرت حسن اور العوفی سے مروی ہے۔ قتادہ کہتے ہیں: اس سے مراد یہ ہے کہ آپ اللہ کے حکم پر جو عمل کرتے تھے اور اللہ کی جو نہی ہے اس سے رکتے تھے۔ زجاج کہتے ہیں: مطلب یہ ہے کہ آپ اس اخلاق پر ہیں جس کا اللہ نے آپ کو قرآن میں حکم دیا ہے۔ ایک قول ہے کہ یہ آپ ﷺ کی اپنی امت کے ساتھ نرمی ہے، اور آپ ﷺ کا ان کو عزت دینا ہے، ایک قول ہے کہ آپ ﷺ اچھی طبیعت پر ہیں، یہ مفہوم ہے۔ ماوردی کہتے ہیں: یہ ظاہر ہے، لغت میں اخلاق کی حقیقت وہ آداب ہیں، جو انسان خود کو سکھاتا ہے۔

صحیح میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ثابت ہے کہ ان سے نبی ﷺ کے اخلاق کے بارے میں سوال کیا گیا، انہوں نے فرمایا: آپ ﷺ کا اخلاق قرآن ہے۔ یہ اور اس سے پہلا جملہ دونوں جواب قسم پر معطوف ہیں۔

فَسَتُبْصِرُ وَ يُبْصِرُوْنَ ۝: یعنی اے محمد (ﷺ)! آپ جلد دیکھیں گے اور کافر بھی دیکھیں گے جب حق واضح ہوگا اور پردہ کھلے گا، یہ قیامت کے دن ہوگا۔

بِاَيِّكُمُ الْمَفْتُوْنُ ۝: باء تاکید کے لیے زیادہ ہے، یعنی جو جنون کے فتنے میں ڈالا گیا ہے، ایسے ہی النقش، ابوعبیدہ وغیرہ نے کہا ہے، اس کی مثل شاعر کا قول ہے:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نحن بنو جعدة اصحاب الفلح
نضرب بالسيف ونر جو بالفرج

''ہم بنو جعدہ سر پھوڑنے والے ہیں، ہم تلوار مارتے ہیں اور کشادگی کی امید رکھتے ہیں۔''

ایک قول ہے کہ باء زائدہ نہیں ہے۔ مَفْتُوْن مصدر ہے جو مفعول کے وزن پر آیا ہے جیسے معقول اور میسور ہیں۔ مقدر عبارت یوں ہے تم میں سے کس کے ساتھ فتون یا فتنہ ہے، اسی سے شاعر الراعی کا قول ہے:

حتى اذآ لم يتركوا لعظامه
لحما ولا لفواده معقولا

''حتیٰ کہ جب انہوں نے نہ چھوڑا اس کی ہڈیوں کے لیے کوئی گوشت اور نہ اس کے دل کے لیے کوئی عقل۔''

معقولاً سے مراد عقل ہے، فراء کہتے ہیں: باء فِیْ کے معنیٰ میں ہے، یعنی تم میں سے کس میں مفتون ہے، یعنی اس فریق میں جس میں تم ہو یا دوسرے فریق میں؟ اس کی تائید ابن ابی عبلۃ کی قراءت فِیْ اَیُّکُمُ الْمَفْتُوْنُ کرتی ہے۔ ایک قول ہے کہ یہاں کلام مضاف کے حذف پر ہے یعنی تم میں سے کس کو مفتون نے فتنے میں ڈالا، مضاف حذف کیا گیا اور مضاف الیہ کو اس کا قائم مقام بنایا گیا، یہ اخفش سے بھی مروی ہے، ایک قول ہے کہ مفتون سے مراد ''عذاب دیا گیا'' ہے۔

عرب کہتے ہیں: سونے کو آگ میں عذاب دیا گیا جب تم اسے گرم کرو، اسی سے اللہ کا فرمان: يَوْمَ هُمْ عَلَى النَّارِ يُفْتَنُوْنَ ہے، ایک قول ہے کہ مفتون شیطان ہے، کیونکہ وہ دین کے متعلق فتنے میں ہے، مطلب ہوگا کہ تم میں سے کون شیطان ہے، قتادہ نے کہا: یہ ان کے لیے یوم بدر کے عذاب کی وعید ہے، مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ بھی جلد دیکھیں گے اور مکہ والے بھی جب ان پر بدر میں عذاب اترے گا کہ تم میں سے کون مفتون ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ ص: کا جملہ اس سے پچھلے جملے کی علت بیان کرتا ہے، یہ ان کے خلاف جنون کے حکم کو ضمن میں لے رہا ہے، کیونکہ انہوں نے دنیا و آخرت میں اپنے نفع کے خلاف کیا ہے، انہوں نے دونوں جگہ اپنے نقصان والی بات کو اختیار کیا ہے، مطلب ہے کہ وہ بہتر جانتا ہے اس کو جو اس راہ سے گمراہ ہوا جو سعادت دارین کی طرف پہنچانے والا ہے۔

وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ ۝: اس راہ کی طرف جو اُسے دنیا و آخرت کی سعادت کی طرف پہنچانے والا ہے، یہ ہر عامل کے اپنے عمل کے لیے مجاز ہے اگر خیر ہے تو خیر اور اگر شر ہے تو شر۔

فَلَا تُطِعِ الْمُكَذِّبِيْنَ ۝: اللہ پاک نے آپ کو مشرکین کی طرف جھکنے سے منع فرمایا، وہ کفار مکہ کے سردار ہیں، کیونکہ وہ آپ کو اپنے اباء کے دین کی جانب بلاتے تھے، اللہ پاک نے آپ ﷺ کو ان کی طاعت سے روک دیا، یا یہ آپ ﷺ کے علاوہ کو اشارہ ہے کہ وہ کافر کی بات مانے، یا طاعت سے مراد محض مدارات ہے، یعنی مافی الضمیر کے خلاف اظہار کرنا، اللہ پاک نے آپ کو اس سے منع فرما دیا۔

اس کی دلیل اللہ کا یہ فرمان بھی ہے: وَدُّوْا لَوْ تُدْهِنُ فَيُدْهِنُوْنَ ادہان سے مراد نرمی، درگزر اور مدارات ہے۔ فراء کہتے ہیں: مطلب ہے کہ اگر آپ نرم ہوں تو وہ آپ کے لیے نرم ہوں گے، کلبی نے اسی طرح کہا ہے۔ ضحاک اور سدی کہتے ہیں: وہ چاہتے ہیں اگر آپ کفر کریں تو وہ کفر پر لگے رہیں۔ ربیع بن انس کہتے ہیں: وہ چاہتے ہیں کہ اگر آپ جھوٹ بولیں تو وہ بھی جھوٹ بولیں۔ قتادہ کہتے ہیں: وہ چاہتے ہیں کہ اگر آپ اس معاملے سے چلے جائیں تو وہ بھی آپ کے ساتھ جائیں گے۔ حسن کہتے ہیں: وہ چاہتے ہیں اگر آپ ان کے ساتھ اپنے دین میں بناوٹ اختیار کریں تو وہ آپ کے ساتھ بناوٹ اختیار کریں گے۔ مجاہد کہتے ہیں: وہ چاہتے ہیں اگر آپ ان کی طرف مائل ہوں اور جس حق پر آپ ہیں اسے چھوڑ دیں تو وہ بھی آپ کی طرف مائل ہوں گے۔ ابن قتیبہ کہتے ہیں: انہوں نے چاہا تھا کہ آپ ان کے معبودوں کی ایک مدت تک عبادت کریں تو وہ اللہ کی ایک مدت تک عبادت کریں گے۔ فَيُدْهِنُوْنَ کا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تُدْهِنُ پر عطف ہے، یہ لَوْ کے احاطہ میں شامل ہے یا یہ مبتداء محذوف کی خبر ہے یعنی فَهُمْ يُدْهِنُوْنَ۔ سیبویہ کہتے ہیں: قالون کا گمان ہے کہ قرآن کے بعض نسخوں میں وَدُّوْا لَوْ تُدْهِنُ فَيُدْهِنُوا بغیر نون کے ہے۔ نصب جواب تمنی کے طور پر ہوگا جو وَدُّوْا سے سمجھ آ رہا ہے، لیکن لغت سے ادہان کا وہی معنی ظاہر ہے جو ہم نے پہلے ذکر کیا ہے۔

وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ: یعنی باطل کی بکثرت قسم کھانے والا۔

مَّهِيْنٍ ﴿١٠﴾: یہ مَهَانَةٌ سے فعیل کے وزن پر ہے، اس سے مراد سوچ اور عقل کی کمی ہے۔ مجاہد کہتے ہیں: وہ کذاب ہے۔ قتادہ کہتے ہیں: بہت شر والا ہے، اسی طرح حسن نے کہا ہے۔ ایک قول ہے کہ وہ فاجر اور عاجز ہے۔ ایک قول ہے کہ وہ اللہ کے ہاں حقیر ہے۔ ایک قول ہے: وہ ذلیل ہے۔ ایک قول ہے: وہ گھٹیا ہے۔

هَمَّازٍ مَّشَّآءٍۭ بِنَمِيْمٍ ﴿١١﴾: هَمَّازٍ لوگوں کی بہت غیبت کرنے والا۔ ابن زید کہتے ہیں: جو اپنے بھائی کی غیبت کرتا ہے۔ ایک قول ہے کہ هَمَّازٍ وہ ہے جو لوگوں کا ذکر ان کے منہ پر کرتا ہے اور لماز وہ ہے جو ان کا ذکر ان سے غائبانہ کرتا ہے، ایسے ہی ابوالعالیہ، حسن اور عطاء بن ابی رباح نے کہا ہے۔ مقاتل نے اس کے برعکس کہا ہے۔ مَّشَّآءٍ بِنَمِيْمٍ وہ ہے جو لوگوں کے درمیان چغلی لے کر چلتا ہے تاکہ وہ ان میں فساد ڈالے۔ نَمَّ يَنِمُّ کہتے ہیں جب کوئی لوگوں کے درمیان فساد کی کوشش کرے، اسی سے شاعر کا قول ہے۔

ومولى لبيت النمل لاخير عنده
لمولاه الا سعيه بنميم

''اور کوئی غلام چیونٹی کے گھر کی طرح ہے کہ اس میں کوئی خیر نہیں ہے۔ اس کے مالک کے لیے، سوائے اس کے کہ وہ چغلی کرتا ہے۔''

ایک قول ہے کہ نمیم نمیمۃ کی جمع ہے۔

مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ: یعنی مال پر بخیل جو اچھی راہ میں خرچ نہیں کرتا، ایک قول ہے کہ جو اپنے اہل خانہ اور خاندان کو اسلام سے روکتا ہے، حسن کہتے ہیں: وہ انہیں کہتا ہے: تم میں سے جو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حضرت محمد ﷺ کے دین میں داخل ہو گیا میں اسے کبھی بھی کسی چیز کا فائدہ نہ دوں گا۔

مُعْتَدٍ اَثِيْمٍ ﴿۱۲﴾: یعنی ظلم میں حد سے بڑھنے والا اور کثرت سے گناہ کرنے والا ہے۔

عُتُلٍّ: واحدی کہتے ہیں: مفسرین کا قول ہے: سخت اخلاق والا اور گندے اخلاق والا۔ فراء کہتے ہیں: باطل کے لیے بہت جھگڑا کرنے والا۔ زجاج کہتے ہیں: سخت مزاج اور سخت دل۔ لیث کہتے ہیں: بہت کھانے والا اور نہ دینے والا۔ عتلت الرجل اعتله اس وقت کہا جاتا ہے جب تم اس بندے کو سخت کھینچو۔ اسی سے شاعر کا قول ہے:

نفرعه فرعا ولسنا نعتله

''ہم اس کی شاخیں بناتے ہیں، لیکن ہم اس کو نہیں کھینچتے۔''

بَعْدَ ذٰلِكَ زَنِيْمٍ ﴿۱۳﴾: وہ ان شمار کیے گئے معایب کے بعد زنیم بھی ہے، زنیم وہ ہے جو دعوے دار ہو، کسی قوم سے نسبت ملاتا ہو اور وہ ان میں سے نہ ہو، یہ زنمہ سے ماخوذ ہے جو گوشت کا ٹکڑا بکری یا بھیڑ کے گلے میں لٹکتا رہتا ہے، اسی سے حضرت حسان رضی اللہ عنہ کا قول ہے:

زنيم تداعاه الرجال زيادة

كما زيد فى عرض الاديم الاكارع

''وہ زنیم ہے، اُسے مردوں نے باکیدگر بلایا، اضافی خوبی ہے جیسے چمڑے کی چوڑائی میں پائے بڑھائے گئے ہیں۔''

حضرت سعید بن جبیر کہتے ہیں: زنیم جو شر میں معروف ہو، ایک قول ہے کہ یہ قریش میں سے ایک شخص تھا جس کے گلے میں ٹکڑا لٹکتا تھا، جیسے بکری کا لٹکتا ہے، ایک قول ہے کہ وہ بہت ظالم ہے۔

اَنْ كَانَ ذَا مَالٍ وَّ بَنِيْنَ ﴿۱۴﴾: یہ اللہ کے فرمان فَلَا تُطِعْ کے متعلق ہے، یعنی جس میں یہ عیوب ہوں، اس کی بات نہ مانو کیونکہ وہ مال اور بیٹوں والا ہے۔ فراء اور زجاج کہتے ہیں: لِاَنْ كَانَ۔ مطلب یہ ہے کہ اس کے مال اور بیٹوں کی وجہ سے اس کی بات نہ مانو۔ ابن عامر، ابوجعفر، مغیرہ اور ابوحیوۃ نے آنْ كَانَ ایک ہمزہ ممدودہ کے ساتھ استفہام کے طور پر پڑھا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ حمزہ، ابو بکر اور المفضل نے أَأَنْ كَانَ دو مخفف ہمزوں کے ساتھ پڑھا ہے۔ باقیوں نے ایک ہمزہ کے ساتھ خبر کے طور پر پڑھا ہے۔ استفہام کی قراءت پر یہاں مراد ڈانٹ اور ڈپٹ ہوگی کہ اس نے ان نعمتوں کا بدلہ جو اسے اللہ نے مال اور بیٹوں کی صورت میں دی ہیں یہ کیا کہ اس نے اللہ اور اس کے پیغمبر کا انکار کیا۔ نافع کی ایک روایت میں ہمزہ پر زیر ہے شرط کے طور پر ہے۔

اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا قَالَ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۱۵﴾: کا جملہ مستانفہ ہے، جو نہی کی علت بتانے کے قائم مقام ہے۔ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ کا مطلب کئی جگہ پر گزرا ہے۔

سَنَسِمُهٗ عَلَى الْخُرْطُوْمِ ﴿۱۶﴾: یعنی ہم اس کی خرطوم پر عنقریب داغ دیں گے۔ ابوعبیدہ، ابو زید اور المبرد کہتے ہیں: الْخُرْطُوْمِ ناک ہے۔ مقاتل کہتے ہیں: ہم جلد اس کی ناک پر کالا نشان لگائیں گے، اس طرح جہنم میں داخل ہونے سے پہلے ہی اس کا چہرہ کالا ہو جائے گا۔ فراء کہتے ہیں: اگرچہ خرطوم کو نشان کے ساتھ خاص کیا گیا ہے، لیکن یہ چہرے کی جگہ پر ہے، کیونکہ چہرے کا بعض حصہ بعض کی جگہ ہے۔ زجاج کہتے ہیں: اس کے لیے آخرت میں نشانی ہوگی جس کی وجہ سے جہنم والے اسے پہچانیں گے کہ ان کے چہرے کالے ہوں گے۔ قتادہ کہتے ہیں: انہیں ایسی چیز لگ جائے گی جو ان سے جدا نہیں ہوگی، ابن قتیبہ نے بھی یہ معنیٰ اختیار کیا ہے، وہ کہتے ہیں، عرب کا قول ہے: قَدْ وَسَمَهُ مِيْسَمَ سُوْءٍ یعنی اس کے ساتھ ایسا عیب جوڑا جو اس سے جدا نہیں ہوتا۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ نے ان پر عار لگائی ہے جو ان سے جدا نہیں ہوگی جیسے ناک پر نشان۔ ایک قول ہے کہ سَنَسِمُهٗ کا مطلب ہم اس پر تلوار سے نشان لگائیں گے۔ نضر بن شمیل کہتے ہیں: ہم اس کو شراب پینے پر حد لگائیں گے، شراب کو خرطوم کا نام بھی دیا جاتا ہے، اسی سے شاعر کا قول ہے:

تظل يومك فى لهو و فى طرب
وانت بالليل شراب الخراطيم

''تو سارا دن لہو اور لعب میں گزارتا ہے۔ اور رات کو تو بہت شراب پینے والا ہے۔''

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عبدالرزاق، فریابی، سعید بن منصور، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، ابو الشیخ نے "العظمة" میں، حاکم نے اسے صحیح بھی کہا، ابن مردویہ، بیہقی نے "اسماء وصفات میں، خطیب نے اپنی تاریخ میں اور ضیاء نے المختارۃ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ اول چیز جو اللہ نے پیدا کی وہ قلم ہے، اسے فرمایا: لکھ! اس نے کہا: اے رب میں کیا لکھوں؟ فرمایا: تقدیر لکھ۔ پس وہ چلا اس دن سے، اس کے ساتھ جو قیامت تک ہونے والا ہے، پھر کتاب لپیٹی گئی اور قلم اٹھایا گیا، اللہ کا عرش پانی پر تھا، پانی کے بخارات اٹھے، اس سے آسمان جدا کیے گئے، پھر نون (مچھلی) کو پیدا کیا گیا، اس پر زمین پھیلا دی گئی، زمین نون کی پشت پر ہے، مچھلی ہلی تو زمین ہلی، اس پر پہاڑ گاڑے گئے، پہاڑ زمین پر روز قیامت تک غالب رہیں گے، پھر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے پڑھا: نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُوْنَ۔

ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ترمذی نے اسے صحیح بھی کہا اور ابن مردویہ نے حضرت عبادہ بن صامت سے نقل کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: اول اللہ پاک نے قلم کو پیدا کیا، اسے کہا: لکھ، پس وہ چلا اس کے ساتھ جو ابد تک ہونے والا ہے۔

ابن جریر نے حضرت معاویہ بن قرہ عن ابیہ سے اسی طرح مرفوعاً بیان کیا ہے، ابن جریر اور ابن المنذر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ فرمایا: اللہ پاک نے نون کو پیدا کیا، وہ دوات ہے اور قلم کو پیدا کیا، اسے فرمایا: لکھ، اس نے کہا: میں کیا لکھوں؟ فرمایا: لکھ جو کچھ قیامت تک ہونے والا ہے۔ حکیم ترمذی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً اس طرح نقل کیا ہے۔

عبد بن حمید اور ابن المنذر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ فرمایا: نٓ دوات ہے۔ ابن مردویہ نے انہی سے نقل کیا ہے، کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نون وہ مچھلی ہے جس پر زمینوں کا قرار ہے، قلم وہ ہے جس کے ساتھ ہمارے پروردگار عزوجل نے خیر وشر، نفع اور نقصان کی تقدیر لکھی ہے۔ وَمَا يَسْطُرُوْنَ فرمایا: کراماً کاتبین ہیں۔

عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر اور حاکم نے اسے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے اور اسے صحیح بھی کہا ہے، اللہ کے فرمان وَمَا يَسْطُرُوْنَ کے متعلق فرمایا: جو وہ لکھتے ہیں۔ عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے ان سے وَمَا يَسْطُرُوْنَ کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: اور جو وہ جانتے ہیں۔

ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، مسلم، ابن المنذر، حاکم اور ابن مردویہ نے حضرت سعد بن ہشام سے نقل کیا ہے، کہتے ہیں: میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گیا میں نے کہا: اے ام المومنین! مجھے رسول اللہ ﷺ کے اخلاق کے متعلق بتایئے! فرمایا: آپ ﷺ کا اخلاق قرآن ہے، کیا تم قرآن میں وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ نہیں پڑھتے؟

ابن مردویہ، ابونعیم نے دلائل النبوۃ میں اور واحدی نے انہی سے نقل کیا ہے، فرماتی ہیں: رسول اللہ ﷺ سے بڑھ کر کسی کا اخلاق اچھا نہیں تھا، آپ ﷺ کے اصحاب اور آپ کے اہل بیت میں سے جب بھی کسی نے آپ کو بلایا تو آپ نے فرمایا: لَبَّيْكَ اسی لیے اللہ پاک نے اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ آیت نازل فرمائی۔

ابن المنذر، ابن مردویہ اور بیہقی نے دلائل النبوۃ میں حضرت ابوالدرداء سے نقل کیا ہے، کہتے ہیں: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ ﷺ کے اخلاق کے متعلق پوچھا گیا، تو انہوں نے فرمایا: آپ کا اخلاق قرآن ہے، آپ اس کی رضا پر راضی ہوتے اور اس کی ناراضی پر ناراض ہوتے۔

ابن ابی شیبہ، ترمذی نے اسے صحیح بھی کہا اور ابن مردویہ نے ابوعبداللہ الجدلی سے نقل کیا ہے، کہتے ہیں: میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا: رسول اللہ ﷺ کا اخلاق کیسا تھا؟ فرمایا: نہ آپ فحش گو تھے، نہ بتکلف فحش بات کرتے، نہ بازاروں میں بہت چیخنے والے تھے، نہ برائی کا بدلہ برائی سے دیتے تھے، لیکن آپ معاف کرتے اور درگزر فرماتے تھے۔

ابن المنذر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اللہ کے فرمان فَسَتُبْصِرُ وَيُبْصِرُوْنَ کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: آپ ﷺ جانتے ہیں اور وہ بھی روز قیامت جان لیں گے۔ بِاَيِّكُمُ الْمَفْتُوْنُ فرمایا: شیطان ہے، وہ کہتے تھے کہ اس سے مراد شیطان ہے اور وہ مجنون ہے۔ ابن

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جریر نے انہی سے اس آیت کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: تم میں سے کون مجنون ہے۔

ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے ان سے نقل کیا ہے، وَدُّوْا لَوْ تُدْهِنُ فَيُدْهِنُوْنَ کے متعلق فرماتے ہیں: اگر آپ ان کے لیے نرم ہوں تو وہ بھی نرم ہوں گے۔

ابن مردویہ نے انہی سے وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِيْنٍ کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: اس سے مراد اسود بن عبد یغوث ہے۔

ابن مردویہ نے ابو عثمان النہدی سے نقل کیا ہے، کہتے ہیں: جب لوگوں نے یزید کی بیعت کی تو مروان (بن حکم) نے کہا: یہ حضرت ابوبکر و عمر کے طریقے پر ہے، عبدالرحمن بن ابی بکر نے کہا: یہ حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے طریقے پر بیعت نہیں ہے، بلکہ یہ ہرقل کے طریقے پر ہے۔ مروان نے کہا: وَالَّذِيْ قَالَ لِوَالِدَيْهِ اُفٍّ لَّكُمَآ ..... آخر تک آیت، اسی کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ بات سنی تو فرمایا: یہ عبدالرحمن کے بارے میں نازل نہیں ہوئی، بلکہ تیرے باپ کے بارے میں وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِيْنٍ ۙ هَمَّازٍ مَّشَّآءٍۭ بِنَمِيْمٍ ۙ نازل ہوئی ہے۔

ابن جریر اور ابن مردویہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے، فرماتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِيْنٍ ۙ هَمَّازٍ مَّشَّآءٍۭ بِنَمِيْمٍ ۙ نازل ہوئی تو ہم اس کو سمجھ نہ سکے حتی کہ آپ پر بَعْدَ ذٰلِكَ زَنِيْمٍ نازل ہوئی، پھر ہم نے اسے پہچانا اس کی گردن میں گوشت لٹکتا تھا، جیسے بکری کا لٹکتا ہے۔

عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے ان سے نقل کیا ہے، فرمایا: عُتُلٍّ دعوے دار ہے، زنیم وہ شک میں ڈالنے والا ہے، جو شر میں معروف ہو۔ عبد بن حمید اور ابن عساکر نے انہی سے نقل کیا ہے، فرمایا: زنیم دعوے دار ہے۔ فریابی، عبد بن حمید، ابن المنذر اور حاکم نے اسے صحیح بھی کہا، ان سے نقل کیا ہے کہ فرمایا: زنیم وہ ہے جو شر میں معروف ہو، جیسے بکری اپنے گلے میں لٹکے گوشت کے ٹکڑے سے معروف ہوتی ہے۔

ابن ابی حاتم نے ان سے ہی نقل کیا ہے کہ زَنِيْمٍ کے فرمان کا مطلب بہت ظلم کرنے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

والا ہے، ایک قول ہے کہ یہ آیات اخنس بن شریق کے متعلق نازل ہوئیں، اور ایک قول ولید بن مغیرہ کے متعلق ہے۔

إِنَّا بَلَوْنٰهُمْ كَمَا بَلَوْنَآ أَصْحٰبَ الْجَنَّةِ ۚ إِذْ أَقْسَمُوا لَيَصْرِمُنَّهَا مُصْبِحِينَ ﴿١٧﴾ وَلَا يَسْتَثْنُونَ ﴿١٨﴾ فَطَافَ عَلَيْهَا طَآئِفٌ مِّنْ رَّبِّكَ وَهُمْ نَآئِمُونَ ﴿١٩﴾ فَأَصْبَحَتْ كَالصَّرِيمِ ﴿٢٠﴾ فَتَنَادَوْا مُصْبِحِينَ ﴿٢١﴾ أَنِ اغْدُوا عَلٰى حَرْثِكُمْ إِن كُنتُمْ صٰرِمِينَ ﴿٢٢﴾ فَانطَلَقُوا وَهُمْ يَتَخَافَتُونَ ﴿٢٣﴾ أَن لَّا يَدْخُلَنَّهَا الْيَوْمَ عَلَيْكُم مِّسْكِينٌ ﴿٢٤﴾ وَغَدَوْا عَلٰى حَرْدٍ قٰدِرِينَ ﴿٢٥﴾ فَلَمَّا رَأَوْهَا قَالُوٓا إِنَّا لَضَآلُّونَ ﴿٢٦﴾ بَلْ نَحْنُ مَحْرُومُونَ ﴿٢٧﴾ قَالَ أَوْسَطُهُمْ أَلَمْ أَقُل لَّكُمْ لَوْلَا تُسَبِّحُونَ ﴿٢٨﴾ قَالُوا سُبْحٰنَ رَبِّنَآ إِنَّا كُنَّا ظٰلِمِينَ ﴿٢٩﴾ فَأَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَتَلَٰوَمُونَ ﴿٣٠﴾ قَالُوا يٰوَيْلَنَآ إِنَّا كُنَّا طٰغِينَ ﴿٣١﴾ عَسٰى رَبُّنَآ أَن يُبْدِلَنَا خَيْرًا مِّنْهَآ إِنَّآ إِلٰى رَبِّنَا رٰغِبُونَ ﴿٣٢﴾ كَذٰلِكَ الْعَذَابُ ۖ وَلَعَذَابُ الْءَاخِرَةِ أَكْبَرُ ۘ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ ﴿٣٣﴾

یقیناً ہم نے انھیں آزمایا ہے، جیسے ہم نے باغ والوں کو آزمایا، جب انھوں نے قسم کھائی کہ صبح ہوتے ہوتے اس کا پھل ضرور ہی توڑ لیں گے۔ اور وہ کوئی استثنا نہیں کر رہے تھے۔ پس اس پر تیرے رب کی طرف سے ایک اچانک عذاب پھر گیا، جب کہ وہ سوئے ہوئے تھے۔ تو صبح کو وہ (باغ) کٹی ہوئی کھیتی کی طرح ہو گیا۔ پھر انھوں نے صبح ہوتے ہی ایک دوسرے کو آواز دی کہ صبح صبح اپنے کھیت پر جا پہنچو، اگر تم پھل توڑنے والے ہو۔ چنانچہ وہ چل پڑے اور وہ چپکے چپکے آپس میں باتیں کرتے جاتے تھے۔ کہ آج اس (باغ) میں تمھارے پاس کوئی مسکین ہرگز داخل نہ ہونے پائے۔ اور وہ صبح سویرے پختہ ارادے کے ساتھ اس حال میں نکلے کہ (اپنے خیال میں پھل توڑنے پر) قادر تھے۔ پس جب انھوں نے اسے دیکھا تو انھوں نے کہا بلاشبہ ہم یقیناً راستہ بھولے ہوئے ہیں۔ بلکہ ہم بے نصیب ہیں۔ ان میں سے بہتر نے کہا کیا میں نے تم سے کہا نہ تھا کہ تم تسبیح کیوں نہیں کرتے۔ انھوں نے کہا ہمارا رب پاک ہے، بلاشبہ ہم ہی ظالم تھے۔ پھر ان کا ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہوا، آپس میں ملامت کرتے تھے۔ انھوں نے کہا ہائے ہماری ہلاکت! یقیناً ہم ہی حد سے بڑھے ہوئے تھے۔ امید ہے کہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہمارا رب ہمیں اس کے بدلے میں اس سے بہتر عطا فرمائے گا۔ یقیناً (اب) ہم اپنے رب ہی کی طرف راغب ہونے والے ہیں۔ اسی طرح (ہوتا) ہے عذاب۔ اور یقیناً آخرت کا عذاب کہیں بڑا ہے، کاش! وہ جانتے ہوتے۔

اللہ کا فرمان ہے: اِنَّا بَلَوْنٰهُمْ مراد کفار مکہ ہیں، رسول اللہ ﷺ نے جب ان پر بددعا کی تو اللہ نے انہیں بھوک اور قحط کے ساتھ آزمایا۔ ابتلاء امتحان کو کہتے ہیں، مطلب یہ ہے کہ ہم نے ان کو اموال دیئے تا کہ وہ شکر کریں نا کہ وہ اترائیں۔ جب وہ اترانے لگے تو ہم نے انہیں بھوک اور قحط کے ساتھ آزمایا۔

كَمَا بَلَوْنَآ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ: ان کا واقعہ ان کے ہاں معروف تھا، وہ یہ ہے کہ یمن کی سرزمین پر صنعاء سے دو فرسخ کے فاصلے پر ایک آدمی کا باغ تھا، جس میں وہ اللہ کا حق ادا کرتا تھا، وہ وفات پا گیا، باغ اس کی اولاد کو مل گیا، انہوں نے لوگوں سے اس کی خیر روک دی اور اس میں اللہ کے حق پر بھی بخل کیا۔ واحدی کہتے ہیں: وہ ثقیف کے مسلمان لوگ تھے جو یمن میں رہتے تھے، وہ اپنے باپ سے زمین کے وارث ہوئے جس میں باغات، کھیتیاں اور نخلستان تھے، ان کا باپ فصل کی کٹائی اور پھل اتارتے وقت مساکین کا اس میں حصہ رکھتا تھا۔ اس کے بیٹوں نے کہا: مال کم ہے، عیال زیادہ ہیں، ہمیں ایسا کرنے کی گنجائش نہیں جیسے ہمارا باپ کرتا تھا، انہوں نے مساکین کو محروم رکھنے کا عزم کر لیا، تو ان کا انجام وہ ہوا، جو اللہ نے اپنی کتاب میں بیان فرما دیا ہے، کلبی کہتے ہیں: ان کے اور صنعاء کے درمیان دو فرسخ کا فاصلہ تھا، اللہ نے ان کی آزمائش کی کہ ان کا باغ جلا دیا، ایک قول ہے کہ یہ باغ صوران کے مقام پر تھا، صوران صنعاء سے چند فراسخ کے فاصلے پر ہے، اس باغ والے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر اٹھائے جانے کے تھوڑا عرصہ بعد ہی ہوئے ہیں۔

اِذْ اَقْسَمُوْا لَيَصْرِمُنَّهَا مُصْبِحِيْنَ ۙ: یعنی انہوں نے قسم کھائی کہ صبح کے وقت داخل ہو کے اسے ضرور کاٹ لیں گے، صَرَمٌ پھل اتارنے اور کھیتی کاٹنے کو کہتے ہیں۔ مُصْبِحِيْنَ پر نصب لَيَصْرِمُنَّهَا کے فاعل سے حال کے طور پر ہے، كَمَا بَلَوْنَآ میں کاف مصدر محذوف کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

صفت ہے، یعنی ہم نے انہیں آزمایا آزمانا جیسے ہم نے آزمایا۔ مَا مصدریہ ہے، یا الَّذِی کے معنی میں ہے، اِذْ بَلَوْنَا کا ظرف ہے اور اسی کی وجہ سے منصوب ہے۔ لَيَصْرِمُنَّهَا جوابِ قسم ہے۔

وَلَا يَسْتَثْنُوْنَ ﴿١٨﴾: یعنی وہ اِنْ شَاءَ اللّٰہ نہیں کہتے تھے، یہ جملہ مستانفہ ہے، جو ان سے واقع ہوا، اس کے بیان کے لیے ہے، یا حال ہے، ایک قول ہے کہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ اس سب سے وہ اتنا حصہ مستثنیٰ نہیں کر رہے تھے جو ان کا باپ مساکین کو دیا کرتا تھا، یہ عکرمہ کا قول ہے۔

فَطَافَ عَلَيْهَا طَآئِفٌ مِّنْ رَّبِّكَ وَهُمْ نَآئِمُوْنَ ﴿١٩﴾: یعنی اس باغ پر اللہ پاک کی طرف سے ایک چکر لگانے والے نے چکر لگایا، طائف کے متعلق ایک قول ہے کہ وہ آگ ہے جس نے باغ کو جلا دیا حتیٰ کہ وہ کالا ہوگیا، مقاتل نے ایسے ہی کہا ہے۔ ایک قول ہے کہ طائف حضرت جبرئیل علیہ السلام ہیں جنہوں نے اسے جڑ سے اکھیڑ کر رکھ دیا۔ وَهُمْ نَآئِمُوْنَ کا جملہ حال کے طور پر محل نصب میں ہے۔

فَاَصْبَحَتْ كَالصَّرِيْمِ ﴿٢٠﴾: یعنی اس چیز کی طرح جس کا پھل کٹ گیا ہو، یعنی اتارا گیا، یہ فعیل بمعنی مفعول ہے۔ [1] فراء کہتے ہیں: كَالصَّرِيْمِ کا مطلب اندھیری رات کی طرح ہے، اسی سے شاعر کا قول ہے:

تطاول ليلك الجون الصريم

فما ينجاب عن صبح بهيم

''تیری رات لمبی ہوگئی جو کالی اور سیاہ ہے۔ اس کی تاریکی صبح سے بھی نہیں چھٹتی۔''

مطلب یہ ہے کہ وہ کالا ہوگیا اور جل کر سیاہ رات کی طرح ہوگیا، ایک قول ہے کہ صریم بنوخزیمہ کی زبان میں سرخ راکھ کو کہتے ہیں۔ اخفش کہتے ہیں: یعنی اُس صبح کی طرح ہوگئی جو رات سے نکلی ہے، یعنی وہ باغ خشک ہو کر سفید ہوگیا۔ مبرد کہتے ہیں: صریم رات ہے اور

[1] جیسے قتیل بمعنی مقتول ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

صریم دن بھی ہے، یعنی یہ اس سے اور وہ اس سے نکلتا ہے۔ ایک قول ہے کہ رات کو صریم کہتے ہیں کیونکہ وہ معاملات کرنے سے انسان کو روک اور کاٹ دیتی ہے۔ مورج کہتے ہیں: صریم ریت کو کہتے ہیں کیونکہ اس پر کوئی چیز نہیں ٹکتی جس سے نفع اٹھایا جائے، حسن کہتے ہیں: اس سے خیر صرم ہوئی یعنی کٹ گئی اور بند ہوگئی۔

فَتَنَادَوْا مُصْبِحِيْنَ ﴿٢١﴾: یعنی صبح میں داخل ہو کر وہ ایک دوسرے کو آواز دینے لگے، مقاتل کہتے ہیں: جب انہوں نے صبح کی تو ایک دوسرے سے کہنے لگے:

اَنِ اغْدُوْا عَلٰى حَرْثِكُمْ: اللہ کے فرمان اَنِ اغْدُوْا میں اَنْ تفسیر کرنے والا ہے، کیونکہ ندا کرنے میں قول کا معنیٰ ہے، یا اَنْ مصدریہ ہے، پھر عبارت یوں ہوگی۔ بِاَنِ اغْدُوْا۔ مراد یہ ہے کہ صبح نکلو، حرث سے مراد کھیت اور پھل ہیں۔

اِنْ كُنْتُمْ صٰرِمِيْنَ ﴿٢٢﴾: یعنی کاٹنے کا ارادہ رکھنے والے۔ غُدُوّ اِلٰی اور عَلٰی کے ساتھ متعدی ہوتا ہے، اس کے ضمن میں جیسے کہا گیا ہے متوجہ ہونے کا مفہوم لانے کی ضرورت نہیں ہے۔ جواب شرط محذوف ہے یعنی اِنْ كُنْتُمْ صٰرِمِيْنَ فَاغْدُوْا، ایک قول ہے کہ صَارِمِيْنَ کا مطلب عزم پر چلنے والے ہیں جیسے تم کہتے ہو سَيْفٌ صَارِمٌ[1] تیز دھار تلوار۔

فَانْطَلَقُوْا وَهُمْ يَتَخَافَتُوْنَ ﴿٢٣﴾: یعنی وہ اپنے باغ کی طرف گئے، جبکہ وہ آپس میں آہستہ سے بات کر رہے تھے تاکہ کسی کو ان کا علم نہ ہو سکے۔ خَفَتَ يَخْفَتُ کا مطلب ہے جب سکون ہو اور آدمی کچھ ظاہر نہ کرے، اسی سے درید بن صمہ کا قول ہے:

وانی لم اهلك سلالا ولم امت
خفاتا .وكلاظنه بی عودی

''نہ میں ہلاک ہوتا ہوں کمزوری سے اور نہ میں مرتا ہوں خاموشی سے، یہ سب میرے بارے میں میری عادتوں کے گمان سے ہے۔''

ایک قول ہے کہ وہ لوگوں سے خود کو چھپاتے تھے، تاکہ وہ انہیں نہ دیکھ پائیں پھر وہ ان

[1] امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی کتاب الصارم المسلول ہے۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

کے پاس آجائیں جیسے ان کے باپ کے پاس کٹائی کے وقت آتے تھے، پہلا معنیٰ زیادہ بہتر ہے۔ کیونکہ اللہ کا فرمان ہے: ا

اَنْ لَّا يَدْخُلَنَّهَا الْيَوْمَ عَلَيْكُمْ مِّسْكِيْنٌ ۝: یہاں پر اَنْ مذکورہ تخافت کی تفسیر کرنے والا ہے، کیونکہ اس میں قول کا معنیٰ ہے۔ مطلب یہ ہے کہ وہ ایک دوسرے کے ساتھ یہ بات چھپا کر کر رہے تھے، وہ یہ ہے کہ آج اس باغ میں تمہارے پاس کوئی مسکین نہ آنے پائے کہ وہ تم سے اس عطیہ کا مطالبہ کر دے جو عطیہ اسے تمہارا باپ دیا کرتا تھا۔

وَّ غَدَوْا عَلٰى حَرْدٍ قٰدِرِيْنَ ۝: حرد کا مطلب منع اور قصد ہے۔ قتادہ مقاتل، کلبی، حسن اور مجاہد کہتے ہیں: یہاں حَرْدٌ کا مطلب ارادہ ہے، کیونکہ کسی چیز کا قاصد ہی حارد ہوتا ہے۔ حَرَدَ يَحْرُدُ کا مطلب قصد کرنا ہے، حَرَدْتُ حَرْدَكَ کا مطلب میں نے تیرا قصد کیا ہے، اسی سے راجز کا قول ہے:

اقبل سيل جاء من عند اللّٰه
يحرد حرد الجنة المغلة

''سیلاب آیا، اللہ کی طرف سے، متوجہ ہوا، وہ تیزی سے چلتا تھا باغ کی طرف جو قیمتی ہے۔''

ابوعبیدہ، مبرد اور قتیبی کہتے ہیں: عَلٰى حَرْدٍ کا مطلب عَلٰى مَنْعٍ ہے، عرب کہتے ہیں: حردت الابل حردا، جب اونٹنیوں کے دودھ کم ہو جائیں، حرود وہ اونٹنی ہے جس کا دودھ کم ہو۔

سُدی، سفیان اور شعبی کہتے ہیں: عَلٰى حَرْدٍ کا مطلب عَلٰى غَضَبٍ ہے، اسی سے شاعر کا قول ہے:

اذا جياد الخيل جاءت تردى
مملوة من غضب وحرد

''جب عمدہ گھوڑے دوڑتے ہوئے آئے، غصے اور غضب سے بھرے ہوئے آئے۔''

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کسی اور کا قول ہے ؎

تساقوا علی حرد دماء الاساود

''آئے وہ غصے سے، سانپوں کے خونوں پر۔''

اسی سے کہا جاتا ہے: اَسدٌ حارد غصے والا شیر۔ قتادہ اور مجاہد بھی کہتے ہیں: عَلٰی حَرْدٍ کا مطلب عَلٰی حَسَدٍ ہے۔ حسن کہتے ہیں: حاجت اور فاقہ مراد ہے۔ ایک قول عَلٰی حَرْدٍ کا مطلب الگ ہونا ہے۔ حَرَدَ یَحْرُدُ حَرْدًا بولتے ہیں جب کوئی اپنی قوم سے الگ ہو جاتا ہے، ان سے منفرد ٹھہرتا ہے اور ان سے میل جول نہیں رکھتا۔ یہی اصمعی وغیرہ کا قول ہے۔

ازہری کہتے ہیں: حَرد ان کی بستی کا نام تھا، سدی کہتے ہیں: ان کے باغ کا نام تھا۔ جمہور نے حَرْدٍ میں راء پر سکون پڑھا ہے، ابوالعالیہ اور ابن سمیفع نے اس پر زبر پڑھی ہے۔

قٰدِرِیْنَ ﴿۲۵﴾: کا نصب حال کے طور پر ہے، فراء کہتے ہیں: قٰدِرِیْنَ کا مطلب ہے کہ وہ اپنے معاملے پر قادر ہو گئے اور اس پر انہوں نے بنیاد رکھی تھی۔ قتادہ کہتے ہیں: وہ اپنے خیال میں اپنے باغ پر قدرت پانے والے تھے، شعبی کہتے ہیں: مطلب یہ ہے کہ مساکین کے خلاف قدرت پانے والے تھے۔

فَلَمَّا رَاَوْهَا: یعنی جب انہوں نے اپنا باغ دیکھا اور انہوں نے اس آفت کا مشاہدہ کیا جو وہاں اتری اور ان کے باغ کو ختم کر گئی۔

قَالُوْٓا اِنَّا لَضَآلُّوْنَ ﴿۲۶﴾: یعنی انہوں نے ایک دوسرے سے کہا: ہم اپنے باغ کا راہ بھول گئے ہیں، یہ وہ نہیں ہے۔ پھر انہوں نے جب غور کیا اور انہوں نے معلوم کر لیا کہ یہی ان کا باغ ہے اور اللہ پاک نے انہیں سزا دی ہے کہ اس کے پھل اور کھیت لے گیا ہے، تو کہنے لگے:

بَلْ نَحْنُ مَحْرُوْمُوْنَ ﴿۲۷﴾: یعنی ہم اپنے باغ سے محروم کیے گئے بوجہ اس کے کہ جو ہم نے مساکین سے اس کی خیر روکنے کا عزم کیا، انہوں نے اپنی پہلی بات بدل کر یہ بات کہی۔ ایک قول ہے کہ اِنَّا لَضَآلُّوْنَ کا مطلب ہے کہ جو ان کی طرف سے واقعہ ہوا ہے اس میں وہ درست بات سے گمراہ ہو گئے ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قَالَ اَوْسَطُهُمْ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ لَوْ لَا تُسَبِّحُوْنَ ﴿۲۸﴾: یعنی تم کیوں نہیں تسبیح پڑھتے، مطلب ہے استثناء، تسبیح کو استثناء کا نام دیا گیا کیونکہ یہ اللہ کی تعظیم اور اس کا اقرار ہے۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ ان میں سے درمیانے نے ان کو استثناء کا حکم دیا لیکن انہوں نے اس کی بات نہ مانی۔ مجاہد، ابو صالح وغیرہ کہتے ہیں: ان کا استثناء تسبیح ہے۔ نحاس نے کہا: اصل تسبیح اللہ عزوجل کی پاکیزگی ہے، تسبیح کو ان شاء اللہ کی جگہ پر رکھا ہے۔ ایک قول ہے کہ مطلب یہ ہے کہ تم اپنے فعل پر اللہ سے بخشش کیوں نہیں طلب کرتے، اور تم اس نیت پر اللہ سے توبہ کیوں نہیں کرتے جس پر تم نے عزم کیا ہے۔ ان میں سے درمیانے نے ان سے یہ بات کہی تھی۔ جب اس نے اس کے بعد باغ کا اس حالت میں مشاہدہ کر کے یہ بات کہی تو انہوں نے کہا:

قَالُوْا سُبْحٰنَ رَبِّنَآ اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ﴿۲۹﴾: یعنی اسے پاک قرار دیتے ہوئے کہ اس نے ہمارے باغ کے ساتھ جو کیا ہے، اس میں وہ ظالم ہو، یہ تو ہمارے گناہ کے سبب سے ہے جو ہم نے کیا ہے، ایک قول ہے کہ ان کی تسبیح کا مطلب استغفار ہے، یعنی ہم اپنے رب سے استغفار کرتے ہیں اپنے گناہ پر، بے شک ہم ہی اپنے نفسوں پر ظلم کرنے والے ہیں، مساکین کو روکنے کی وجہ سے۔

فَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَلَاوَمُوْنَ ﴿۳۰﴾: یعنی وہ ایک دوسرے کو مساکین کے منع پر اور اس پر عزم کی وجہ سے ملامت کرتے۔ پھر انہوں نے اپنے نفسوں کے خلاف بربادی کی ندا کی اور کہنے لگے:

قَالُوْا يٰوَيْلَنَآ اِنَّا كُنَّا طٰغِيْنَ ﴿۳۱﴾: یعنی نافرمان ہوئے، فقیروں کو روک کر اور مستثنیٰ نہ کر کے اللہ کی حدوں سے تجاوز کرنے والے۔ ابن کیسان کہتے ہیں: یعنی ہم نے اللہ کی نعمتوں پر سرکشی کی، ہم نے ان پر شکر نہ کیا جیسے پہلے ہمارا باپ کرتا تھا، پھر وہ اللہ کی طرف لوٹے اور اس سے سوال کیا کہ وہ انہیں اس کے بدلے میں بہتر دے، لہٰذا کہنے لگے: عَسٰى رَبُّنَآ اَنْ يُّبْدِلَنَا خَيْرًا مِّنْهَآ جب انہوں نے غلطی کا اعتراف کیا، انہوں نے اللہ عزوجل سے امید کی کہ وہ انہیں ان کے باغ کے بدلے بہتر باغ دے گا، ایک قول ہے: انہوں نے آپس میں معاہدہ کیا، کہنے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لگے: اگر اللہ ہمیں اس کے بدلے میں بہتر باغ دے دے تو ہم ضرور ایسے کریں گے جیسے ہمارا باپ کرتا تھا، انہوں نے اللہ سے دعا کی، اس کی طرف عاجزی کی، اللہ نے ان کو اسی رات بدل کر اس سے بہتر باغ دے دیا۔ جمہور نے یُبْدِلَنَا تخفیف کے ساتھ پڑھا ہے۔ ابوعمرو اور اہل مدینہ نے شد کے ساتھ پڑھا ہے، یہ دو لغات ہیں۔ تبدیل کا مطلب کسی چیز کی ذات کو بدلنا یا اس کی صفت کو بدلنا ہے۔ ابدال کا مطلب کسی چیز کو پورا اٹھا کر اس کی جگہ پر دوسری کو رکھنا ہے، جیسا کہ سورۃ سباء میں گزر چکا ہے۔

اِنَّآ اِلٰى رَبِّنَا رٰغِبُوْنَ ۝: یعنی اس سے خیر کے طالب ہیں، اس کی معافی کے امیدوار اور اس کی طرف لوٹنے والے ہیں۔ اس کو اِلٰی کے ساتھ متعدی کیا گیا ہے، یہ عَنْ یا فِیْ کے ساتھ متعدی کیا جاتا ہے کیونکہ یہ اپنے اندر رجوع کا معنیٰ رکھتا ہے۔

كَذٰلِكَ الْعَذَابُ ۭ: یعنی اس عذاب کی طرح جس سے ہم نے ان کو آزمایا ہے، ہم نے اہل مکہ کو عذاب دنیا سے ڈرایا، عذاب مبتداء موخر ہے، اسی طرح اس کی خبر ہے۔

وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ۝: یعنی زیادہ سخت اور عظیم تر، اگر مشرکین جان لیں کہ وہ اس طرح ہے، لیکن وہ نہیں جانتے۔

ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اللہ کے فرمان: كَمَا بَلَوْنَآ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: وہ حبشہ کے چند لوگ تھے، ان کے باپ کا ایک باغ تھا، وہ اس سے مساکین کو کھلایا کرتا تھا، ان کا باپ وفات پا گیا، تو اس کے بیٹوں نے کہا: ہمارا باپ ضرور احمق تھا، وہ مساکین کو کھلاتا تھا، لہٰذا قرآن کہتا ہے: انہوں نے قسمیں کھائیں کہ وہ اسے صبح ضرور کاٹ لیں گے اور کسی مسکین کو نہیں کھلائیں گے۔ ابن جریر نے ان سے نقل کیا ہے، فَطَافَ عَلَيْهَا طَاۗىِٕفٌ کے متعلق فرمایا: اللہ کی طرف سے حکم۔

عبد بن حمید، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے، کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم نافرمانی سے بچو، بندہ ایک گناہ کرتا ہے، اس کی وجہ سے علم کا ایک دروازہ اسے بھلایا جاتا ہے، بندہ گناہ کرتا ہے اس کی وجہ سے قیام اللیل سے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

محروم کر دیا جاتا ہے، بندہ گناہ کرتا ہے اس کی وجہ سے رزق سے محروم کر دیا جاتا ہے جو اس کے لیے تیار کیا گیا تھا، پھر رسول اللہ ﷺ نے پڑھا: فَطَافَ عَلَيْهَا طَآئِفٌ مِّنْ رَّبِّكَ وَهُمْ نَآئِمُوْنَ ۝ فَاَصْبَحَتْ كَالصَّرِيْمِ ۝ یعنی وہ اپنے باغ کی خیر سے اپنے گناہ کے سبب محروم کیے گئے۔

عبدالرزاق، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اللہ کے فرمان كَالصَّرِيْمِ کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: سیاہ رات کی طرح۔ ابن المنذر نے ان سے وَهُمْ يَتَخَافَتُوْنَ کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: پوشیدہ رکھنا اور مخفی بات۔ ابن جریر اور ابن المنذر نے انہی سے عَلٰى حَرْدٍ قٰدِرِيْنَ کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: قدرت والا۔ ابن ابی حاتم نے انہی سے اللہ کے فرمان: اِنَّا لَضَآلُّوْنَ کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: ہم نے اپنے باغ کی جگہ کو گم کر لیا ہے۔ اور انہی سے نقل کیا ہے، قَالَ اَوْسَطُهُمْ فرمایا: ان میں سے زیادہ عدل والا۔

اِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ۝ اَفَنَجْعَلُ الْمُسْلِمِيْنَ كَالْمُجْرِمِيْنَ ۝ مَا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ ۝ اَمْ لَكُمْ كِتٰبٌ فِيْهِ تَدْرُسُوْنَ ۝ اِنَّ لَكُمْ فِيْهِ لَمَا تَخَيَّرُوْنَ ۝ اَمْ لَكُمْ اَيْمَانٌ عَلَيْنَا بَالِغَةٌ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۙ اِنَّ لَكُمْ لَمَا تَحْكُمُوْنَ ۝ سَلْهُمْ اَيُّهُمْ بِذٰلِكَ زَعِيْمٌ ۝ اَمْ لَهُمْ شُرَكَآءُ ۚ فَلْيَاْتُوْا بِشُرَكَآئِهِمْ اِنْ كَانُوْا صٰدِقِيْنَ ۝ يَوْمَ يُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ وَّيُدْعَوْنَ اِلَى السُّجُوْدِ فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ۝ خَاشِعَةً اَبْصَارُهُمْ تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ۭ وَقَدْ كَانُوْا يُدْعَوْنَ اِلَى السُّجُوْدِ وَهُمْ سٰلِمُوْنَ ۝ فَذَرْنِيْ وَمَنْ يُّكَذِّبُ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ ۭ سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ وَاُمْلِيْ لَهُمْ ۭ اِنَّ كَيْدِيْ مَتِيْنٌ ۝ اَمْ تَسْـَٔلُهُمْ اَجْرًا فَهُمْ مِّنْ مَّغْرَمٍ مُّثْقَلُوْنَ ۝ اَمْ عِنْدَهُمُ الْغَيْبُ فَهُمْ يَكْتُبُوْنَ ۝ فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلَا تَكُنْ كَصَاحِبِ الْحُوْتِ ۘ اِذْ نَادٰى وَهُوَ مَكْظُوْمٌ ۝ لَوْلَآ اَنْ تَدٰرَكَهٗ نِعْمَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ لَنُبِذَ بِالْعَرَآءِ وَهُوَ مَذْمُوْمٌ ۝ فَاجْتَبٰىهُ رَبُّهٗ فَجَعَلَهٗ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝ وَاِنْ يَّكَادُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَيُزْلِقُوْنَكَ بِاَبْصَارِهِمْ لَمَّا سَمِعُوا الذِّكْرَ وَيَقُوْلُوْنَ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اِنَّهٗ لَمَجْنُوْنٌ ﴿۵۱﴾ وَمَا هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۵۲﴾

بلاشبہ ڈرنے والوں کے لیے ان کے رب کے ہاں نعمت والے باغات ہیں۔ تو کیا ہم فرماں برداروں کو جرم کرنے والوں کی طرح کر دیں گے؟ کیا ہے تمھیں، تم کیسے فیصلے کرتے ہو؟ یا تمھارے پاس کوئی کتاب ہے، جس میں تم (یہ) پڑھتے ہو کہ بے شک تمھارے لیے آخرت میں یقیناً وہی ہوگا جو تم پسند کرو گے۔ یا تمھارے پاس ہمارے ذمے کوئی حلفیہ عہد ہیں، جو قیامت کے دن تک جا پہنچنے والے ہیں کہ بے شک تمھارے لیے یقیناً وہی ہوگا جو تم فیصلہ کرو گے۔ ان سے پوچھ ان میں سے کون اس کا ضامن ہے؟ یا ان کے کوئی شریک ہیں؟ تو وہ اپنے شریک لے آئیں، اگر وہ سچے ہیں۔ جس دن پنڈلی کھولی جائے گی اور وہ سجدے کی طرف بلائے جائیں گے تو وہ طاقت نہیں رکھیں گے۔ ان کی نگاہیں نیچی ہوں گی، ذلت انھیں گھیرے ہوئے ہوگی، حالانکہ انھیں سجدے کی طرف بلایا جاتا تھا، جب کہ وہ صحیح سالم تھے۔ پس چھوڑ مجھے اور اس کو جو اس بات کو جھٹلاتا ہے، ہم ضرور انھیں آہستہ آہستہ (ہلاکت کی طرف) اس طرح سے لے جائیں گے کہ وہ نہیں جانیں گے۔ اور میں انھیں مہلت دوں گا، یقیناً میری خفیہ تدبیر بہت مضبوط ہے۔ یا تو ان سے کوئی مزدوری طلب کرتا ہے کہ وہ تاوان سے بوجھل ہیں۔ یا ان کے پاس غیب کا علم ہے، تو وہ لکھتے جاتے ہیں۔ پس اپنے رب کے فیصلے تک صبر کر اور مچھلی والے کی طرح نہ ہو، جب اس نے پکارا، اس حال میں کہ وہ غم سے بھرا ہوا تھا۔ اگر یہ نہ ہوتا کہ اسے اس کے رب کی نعمت نے سنبھال لیا تو یقیناً وہ چٹیل زمین پر اس حال میں پھینکا جاتا کہ وہ مذمت کیا ہوا ہوتا۔ پھر اس کے رب نے اسے چن لیا، پس اسے نیکوں میں شامل کر دیا۔ اور وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا یقیناً قریب ہیں کہ تجھے اپنی نظروں سے (گھور گھور کر) ضرور ہی پھسلا دیں، جب وہ ذکر کو سنتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یقیناً یہ تو دیوانہ ہے۔ حالانکہ وہ تمام جہانوں کے لیے نصیحت کے علاوہ کچھ بھی نہیں۔

جب اللہ پاک نے کفار کی حالت کا ذکر فرمایا، ان کی آزمائش کو ان باغ والوں کی آزمائش کے ساتھ تشبیہ دے دی، تو متقین اور جوان کے لیے خیر تیار کی ہے اس کا ذکر فرمایا، لہٰذا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فرمایا: اِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ یعنی جو اللہ عزوجل کو ناراض کرنے کے موجب کفر اور معاصی سے بچنے والے ہیں، ان کے لیے آخری گھر نعمت والی جنتیں ہیں، خالص جن میں کوئی گدلاہٹ نہ ملے گی، نہ ہی اہل ایمان کو وہاں خوف زوال ہوگا۔

اَفَنَجْعَلُ الْمُسْلِمِيْنَ كَالْمُجْرِمِيْنَ ۝: استفہام انکار کے لیے ہے، کفار قریش کے سردار اپنا دنیا کا زیادہ حصہ اور مسلمانوں کا کم حصہ دیکھتے، جب وہ آخرت کا ذکر سنتے اور جو کچھ مسلمانوں کو وہاں دیا جائے گا، تو کہتے: جو کچھ حضرت محمد ﷺ گمان کرتے ہیں اگر یہ درست ہو تو ہمارا اور ان کا حال دنیا کے حال کی طرح ہی ہوگا، اللہ پاک نے ان کی تکذیب اور ان کا رد کرتے ہوئے فرمایا: اَفَنَجْعَلُ الْمُسْلِمِيْنَ.....الآیہ۔

فاء ایک مقدر لفظ پر عطف کے لیے ہے، جیسے اس کی مثالوں میں ہے، پھر اللہ نے انہیں ڈانٹا اور فرمایا: مَا لَكُمْ ۫ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ یہ ٹیڑھا فیصلہ، اس جزاء کے معاملے پر جو تمہیں تفویض کیا گیا ہے کہ تم اس میں جیسے چاہتے ہو فیصلہ کرتے ہو۔

اَمْ لَكُمْ كِتٰبٌ فِيْهِ تَدْرُسُوْنَ ۝: یعنی تم اسے پڑھتے ہو اور اس میں فرمانبردار کو نافرمان کی طرح پاتے ہو، اسی طرح اللہ کا فرمان: اَمْ لَكُمْ سُلْطٰنٌ مُّبِيْنٌ ۝ فَاْتُوْا بِكِتٰبِكُمْ بھی ہے۔ پھر اللہ پاک نے فرمایا:

اِنَّ لَكُمْ فِيْهِ لَمَا تَخَيَّرُوْنَ ۝: جمہور نے اِنَّ پر کسرہ پڑھا ہے کہ یہ لَتَدْرُسُوْنَ کا معمول ہے، مطلب یہ ہے کہ تم کتاب میں پڑھتے، اِنَّ لَكُمْ فِيْهِ لَمَا تَخَيَّرُوْنَ میں جب لام داخل ہوا تو ہمزہ کو کسرہ دیا گیا، جیسے عَلِمْتُ اِنَّكَ لَعَاقِلٌ ہے۔ اس میں زیر پڑھی جائے گی۔ یا یہ پڑھی گئی چیز (مدروس) کی حکایت ہے، جیسے اللہ کے فرمان: وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْاٰخِرِيْنَ ۝ سَلٰمٌ عَلٰى نُوْحٍ فِي الْعٰلَمِيْنَ ۝ میں ہے۔ ایک قول ہے کہ تَدْرُسُوْنَ پر کلام پورا ہوگیا تھا۔ پھر ابتداء کی اور فرمایا: اِنَّ لَكُمْ فِيْهِ لَمَا تَخَيَّرُوْنَ یعنی یہ تمہارے لیے نہیں ہے۔ طلحہ بن مصرف اور ضحاک نے اَنَّ لَكُمْ ہمزہ کے فتح کے ساتھ پڑھا ہے کہ اس میں عامل تَدْرُسُوْنَ ہے، ساتھ لام تاکید زیادہ ہے، تَخَيَّرُوْنَ کا معنی ہے: تم پسند کرتے ہو اور تم چاہتے ہو۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پھر اللہ پاک نے ان کی ڈانٹ میں اضافہ کیا اور فرمایا: اَمْ لَكُمْ اَيْمَانٌ عَلَيْنَا بَالِغَةٌ یعنی پکے، پختہ اور روکنے والے عہد۔ مطلب یہ ہے کہ کیا تم نے اللہ سے قسموں کے ساتھ پختہ وعدے لیے ہیں جن کی وجہ سے تم نے بھروسہ کرلیا ہے کہ وہ تمہیں جنت میں داخل کرے گا۔ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ، لَكُمْ میں مقدر کے متعلق ہے۔ ❶ یعنی تمہارے لیے قیامت تک ثابت ہے، ہم اس کے عہد سے نہ نکلیں گے حتیٰ کہ وہ اس دن تم کو حاکم بنائے۔

اِنَّ لَكُمْ لَمَا تَحْكُمُوْنَ ۝: جوابِ قسم ہے، کیونکہ مطلب ہے اَمْ لَكُمْ اَيْمَانٌ یعنی یا ہم نے تمہیں قسم دی ہے۔ رازی کہتے ہیں: مطلب یہ ہے کہ یا ہم نے تمہیں ضمانت دی ہے، یا تمہیں پختہ قسمیں دی ہیں، جو تاکید کی انتہاء کو پہنچنے والی ہیں، ایک قول ہے کہ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ پر کلام پورا ہوگیا ہے، پھر ابتداء کی اور فرمایا: اِنَّ لَكُمْ لَمَا تَحْكُمُوْنَ یعنی معاملہ اس طرح نہیں ہے۔

جمہور نے بَالِغَةٌ کو مرفوع پڑھا ہے کہ اَيْمَانٌ کی صفت ہے۔ حسن اور زید بن علی نے اس پر نصب پڑھا ہے کہ یہ اَيْمَانٌ سے حال ہے، کیونکہ وصف کے ساتھ اس کی تخصیص ہوگئی ہے، یا لَكُمْ میں ضمیر سے، یا عَلَيْنَا میں موجود ضمیر سے۔

سَلْهُمْ اَيُّهُمْ بِذٰلِكَ زَعِيْمٌ ۝: یعنی اے محمد (ﷺ)! آپ کفار سے ڈانٹ اور ڈپٹ کے طور پر پوچھیں، ان میں سے کون ہے جو اس نادرست فیصلے پر ان کا ضامن ہے، کہ ان کے لیے بھی آخرت میں وہ کچھ ہوگا جو مسلمان کے لیے وہاں ہوگا۔

ابن کیسان کہتے ہیں: یہاں وہ زعیم مراد ہے جو حجت اور دعوے پر قائم ہو۔ حسن کہتے ہیں: زعیم سے مراد پیغمبر ہے۔

اَمْ لَهُمْ شُرَكَآءُ: جو اس قول میں ان کے شریک ہوں اور اس میں ان کے موافق ہوں۔

فَلْيَاْتُوْا بِشُرَكَآئِهِمْ اِنْ كَانُوْا صٰدِقِيْنَ ۝: جو کچھ کہتے ہیں اس میں سچے، یہ ایک عاجز کرنے والا حکم ہے، جواب شرط محذوف ہے، ایک قول ہے کہ کیا ان کے شریک ہیں جو انہیں آخرت میں مسلمانوں کی طرح کردیں گے؟

❶ یعنی ترکیب نحوی میں جو جار مجرور مل کر متعلق ہوتے ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

يَوْمَ يُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ: يَوْمَ اللہ کے فرمان فَلْيَأْتُوا کا ظرف ہے، یعنی وہ انہیں اس دن لے آئیں جب پنڈلی کھولی جائے گی۔ جائز ہے کہ وہ ایک فعل مقدر کا ظرف ہو، یعنی یاد کریں جس دن کھولی جائے گی۔ واحدی کہتے ہیں: مفسرین کا قول ہے: عَنْ سَاقٍ سے مراد معاملے کی شدت ہے۔ ابن قتیبہ کہتے ہیں: اس کی اصل یہ ہے کہ آدمی جب کسی عظیم معاملے میں واقع ہوتا ہے اس میں تیزی کی وجہ سے پنڈلی کھولنے کی اسے ضرورت پیش آتی ہے، تو شدت کے موقع پر پنڈلی کھولنا ایک استعارہ ہوگیا، اس نے درید بن الصمہ کا شعر پڑھا:

كميش الازار خارج نصف ساقه
صبور على الجلاء طلاع أنجد

''پنڈلی کو کھولنے والا، اس کے ازار سے نصف پنڈلی باہر ہوتی ہے۔ تکلیف دور ہونے تک صبر کرنے والا، خبردار اور بہت ہوشیار ہے۔''

کہتے ہیں: آیت کا مطلب یہ ہے کہ جس دن معاملہ سخت ہوگا جیسے اس کا سخت ہوتا ہے جو پنڈلی کھولنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ ابوعبیدہ کہتے ہیں: جب جنگ سخت ہو جائے اور معاملہ سخت ہو تو کہا جاتا ہے: كَشَفَ الْأَمْرُ عَنْ سَاقِهِ، اس کی اصل یہ ہے کہ کوئی شخص ایسے معاملے میں واقع ہو جس میں دوڑنے کے لیے اسے پنڈلی کھولنے کی ضرورت پیش آئے، شدت کے موقع پر پنڈلی اور کھولنا ایک استعارہ ہے، اسی طرح ان کے علاوہ اہل لغت نے بھی کہا ہے، اہل عرب نے اسے اپنے اشعار میں بھی استعمال کیا ہے، اسی سے شاعر کا قول ہے:

اخو الحرب ان عضت به الحرب عضها
وان شمرت عن ساقها الطرب شمرا

''وہ جنگ والا ہے اگر جنگ اسے کاٹے وہ اسے کاٹے گا، اور اگر جنگ اپنی پنڈلی ننگی کرے تو وہ اپنی پنڈلی ننگی کرے گا۔''

ایک اور شاعر کا کہنا ہے:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

والخيل تعدو عند وقت الاشراق

وقامت الحرب بنا على ساق

''لشکر یا اس کے گھوڑے وقت اشراق دوڑ رہے تھے، اور جنگ ہمارے لیے پنڈلی/شدت پر کھڑی ہوگئی تھی۔''

کسی اور نے کہا:

قد كشفت عن ساقها فشدوا

وجدت الحرب بكم فجدوا

''جنگ نے اپنی پنڈلی/شدت کھولی ہے تو تم سختی کرو، جنگ تم پر شدید ہوگئی، تو تم بھی شدت کرو۔''

ایک اور کا کہنا ہے:

فی سنة قد كشفت عن ساقها

حمراء تبرى اللحم عن عراقها

''اس ایک سال میں جب جنگ نے اپنی شدت/ پنڈلی کھولی، سرخ رنگ کی، جو گوشت کو اس کی ہڈی سے اتارتی تھی۔''

سرخ رنگ کی، جو گوشت کو اس کی ہڈی سے اتارتی تھی۔ ایک قول ہے کہ کسی چیز کی ساق اس کی اصل اور اس کا تنا ہے جیسے درخت کی ساق ہے، اور انسان کی ساق (پنڈلی) ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اس دن معاملے کی اصل کھولی جائے گی تو اس کے حقائق ظاہر ہو جائیں گے۔ ایک قول ہے کہ جہنم کی اصل کھولی جائے گی، ایک قول ہے کہ عرش کی اصل۔ ایک قول ہے کہ یہ قرب سے تعبیر ہے، ایک قول ہے کہ اللہ پاک اپنا نور کھولے گا، بحث کے آخر میں وہ بات آئے گی جو حق ہے، جب اللہ کا فیضان آئے گا تو عقل کا فیضان باطل ہو جائے گا۔

جمہور نے يُكْشَفُ میں یاء پر پیش مفعول [1] کے طور پر پڑھی۔ حضرت ابن مسعود، ابن

[1] مفعول سے مراد یہاں فعل مجہول ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عباس اور ابن عبلہ نے تَكْشِفُ تاء کے ساتھ فاعل کے طور پر پڑھا ہے، یعنی شدت یا قیامت۔ تُكْشَفُ مفعول کے انداز میں بھی پڑھا گیا ہے۔ نَكْشِفُ نون کے ساتھ بھی پڑھا گیا ہے۔ تاء پر پیش اور شین پر زیر بھی پڑھی گئی ہے، یہ اَكْشَفَ الْأَمْرَ سے ماخوذ ہے یعنی وہ کشف میں داخل ہوا۔

وَّ يُدْعَوْنَ اِلَى السُّجُوْدِ فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ۙ: واحدی کہتے ہیں: مفسرین کا قول ہے: ساری مخلوق اللہ کے لیے ایک سجدہ کرے گی، کافر اور منافق باقی رہیں گے وہ سجدے کا ارادہ کریں گے، لیکن ان کی کمریں خشک اور سخت ہو جائیں گے پس وہ سجدے کے لیے نہ جھکیں گی۔ ربیع بن انس کہتے ہیں: پردہ کھولا جائے گا تو جو لوگ دنیا میں اللہ پر ایمان رکھتے تھے، ان میں سے ہر ایک جھکے گا اور اللہ کے لیے وہ سجدہ کریں گے، دوسروں کو سجدے کے لیے بلایا جائے گا تو وہ طاقت نہ رکھیں گے، کیونکہ وہ دنیا میں اللہ پر ایمان نہیں رکھتے تھے۔

خَاشِعَةً اَبْصَارُهُمْ: میں نصب يُدْعَوْنَ کی ضمیر سے حال کے طور پر ہے، اَبْصَارُهُمْ اسی کی وجہ سے فاعلیت کی بناء پر مرفوع ہے۔ خشوع کی نسبت آنکھوں کی طرف ہے جو کہ عاجزی اور ذلت کا نام ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ ان میں اس کا انتظار ہوتا ہے۔

تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ: یعنی ان پر شدید ذلت اور حسرت و ندامت چھائی ہوگی۔

وَقَدْ كَانُوْا يُدْعَوْنَ اِلَى السُّجُوْدِ: یعنی دنیا میں۔

وَهُمْ سٰلِمُوْنَ ۙ: یعنی بیماریوں سے بچے ہوئے تھے، ان کے لیے یہ فعل ممکن تھا، ابراہیم تیمی کہتے ہیں: اذان و اقامت کے ذریعے بلائے جاتے تھے لیکن وہ انکار کرتے تھے۔ سعید بن جبیر کہتے ہیں: حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ سنتے تھے لیکن بات نہیں مانتے تھے۔ کعب الاحبار فرماتے ہیں: اللہ کی قسم یہ آیت جماعتوں سے پیچھے رہنے والے کے متعلق نازل ہوئی ہے۔ ایک قول ہے کہ شرع میں ان کو جس بات کا مکلف بنایا گیا تھا، اس کی طرف توجہ دلا کر بلائے جاتے تھے لیکن وہ بات نہ مانتے تھے۔

وَهُمْ سٰلِمُوْنَ کا جملہ يُدْعَوْنَ کی ضمیر سے حال کے طور پر محل نصب میں ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فَذَرْنِیْ وَمَنْ یُّکَذِّبُ بِهٰذَا الْحَدِیْثِ: یعنی میرے اور اس کے درمیان سے ہٹو، اس کا معاملہ مجھ پر چھوڑو، میں اس کے مقابل آپ کو کفایت کروں گا۔ زجاج کہتے ہیں: اس کا مطلب ہے کہ تیرا دل اس میں مشغول نہ ہو، اسے میرے سپرد کرو، میں تمہیں اس کے معاملے سے کفایت کروں گا، فاء ترتیب کے لیے ہے، اس کے بعد والے معاملے کو پہلے والے معاملے سے جوڑتا ہے، مَنْ ضمیر متکلم پر عطف کے ساتھ منصوب ہے، یا یہ مفعول معہ ہے۔ اس حدیث سے مراد قرآن ہے۔ یہ سدی کا قول ہے، اس میں رسول اللہ ﷺ کے لیے تسلی ہے۔

سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِّنْ حَیْثُ لَا یَعْلَمُوْنَ ۙ: کا جملہ مستانفہ ہے، جو ان کے عذاب کی کیفیت بتاتا ہے، جو اللہ کے فرمان فَذَرْنِیْ وَمَنْ یُّکَذِّبُ بِهٰذَا الْحَدِیْثِ سے حاصل ہو رہا ہے، ضمیر من کی طرف لوٹ رہی ہے، یعنی اپنے معنیٰ کے اعتبار سے۔ مطلب ہے ہم عنقریب انہیں غفلت پر عذاب کے ساتھ پکڑیں گے۔ ہم اس کی طرف انہیں درجہ بدرجہ چلائیں گے حتیٰ کہ ہم انہیں اس میں اس طرح واقع کریں گے کہ انہیں اس استدراج کا علم نہ ہوگا، کیونکہ وہ اسے ایک انعام گمان کریں گے، وہ اس کے انجام اور جس انتہاء پر یہ جائیں گے اس بارے میں نہیں سوچیں گے، سفیان ثوری کہتے ہیں: وہ ان پر نعمتیں پھلائے گا اور انہیں شکر بھلائے گا۔ حسن کہتے ہیں: کتنے ہی بندے ہیں جن پر احسان کیا جاتا ہے درحقیقت وہ ڈھیل دیئے جاتے ہیں، کتنے ہی لوگ اپنی تعریف پر فتنے میں ڈالے جاتے ہیں، کتنے ہی لوگ گناہوں پر پردہ پڑھنے سے مغرور ہو جاتے ہیں۔ استدراج جلدی کو چھوڑنے کا نام ہے، یہ دراصل ایک حالت سے دوسری حالت میں منتقل ہونا ہے، اِسْتَدْرَجَ فلانٌ فلانًا کا مطلب ہے، اس نے اس سے جو کچھ تھا آہستہ آہستہ نکلوا لیا، دَرَّجَهُ اِلٰی کَذَا وَاسْتَدْرَجَهُ کا مطلب ہے: اس کو تدریج کے قریب کیا پس وہ تدریج میں آ گیا۔

پھر اللہ پاک نے بتایا کہ وہ ظالم کو مہلت دیتا ہے، لہٰذا فرمایا: وَاُمْلِیْ لَهُمْ ؕ یعنی میں انہیں مہلت دیتا ہوں تا کہ وہ گناہ میں بڑھ جائیں، اس کی تفسیر سورۃ الاعراف اور سورۃ الطور میں گزر چکی ہے، مَلَاوَہ کا اصل مطلب زمانے کی ایک مدت ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اِنَّ كَيْدِيْ مَتِيْنٌ ۝: یعنی قوی اور شدید، تو مجھ سے کوئی چیز نہ چھوٹے گی، اللہ پاک نے اپنے احسان کو تدبیر کا نام دیا، جیسا کہ اسے استدراج کا نام بھی دیا ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ اپنے انجام کے اعتبار سے اس کی صورت مکر و تدبیر کی ہے۔ اس کی صفت متانت (مضبوط) بیان کی، کیونکہ ہلاکت کا سبب ہونے میں اس کی اثر کی قوت ہے۔

اَمْ تَسْـَٔلُهُمْ اَجْرًا: اللہ پاک نے بات دہرائی ہے، اس طرف جو پہلے فرمان اَمْ لَهُمْ شُرَكَآءُ گزرا ہے، یعنی یا تم ان سے ثواب نہ چاہو گے اس پر جس کی تم انہیں دعوت دیتے ہو، یعنی اللہ پر ایمان کی۔

فَهُمْ مِّنْ مَّغْرَمٍ مُّثْقَلُوْنَ ۝: مَّغْرَمٍ کا مطلب غرامۃ ہے، یعنی وہ اس اجر کی چٹی سے ہے۔ مُّثْقَلُوْنَ یعنی ان پر اس کا اٹھانا بوجھل ہے، مال کے خرچ کی وجہ سے۔ انہوں نے اس سبب کے ساتھ آپ ﷺ کو جواب دینے سے اعراض کیا، یہاں استفہام ان کے لیے ڈانٹ ڈپٹ کے طور پر ہے، یعنی آپ ﷺ نے نہ ان سے یہ مانگا ہے اور نہ اس کا ان سے مطالبہ کیا ہے۔

اَمْ عِنْدَهُمُ الْغَيْبُ فَهُمْ يَكْتُبُوْنَ ۝: یعنی لوح محفوظ یا جو کچھ بھی ان سے غائب ہوا، وہ اس غیب سے ہے، وہ اپنی من چاہی حجتیں لکھتے ہیں، جو ان کے خیال میں ان کی بات پر دلالت کرتی ہیں، اس میں سے جو لکھتے ہیں، اس کے ساتھ وہ آپ ﷺ سے جھگڑا کرتے ہیں، اپنے لیے جو چاہتے ہیں وہ فیصلہ کرتے ہیں، اس کے ساتھ وہ آپ ﷺ کی بات ماننے سے بے پروائی اختیار کرتے ہیں۔ جو آپ ﷺ کہتے ہیں: فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ اس کی فرمانبرداری نہیں کرتے، یعنی اس کا فیصلہ جو اس نے اپنے سابق علم میں فرما دیا ہے۔ ایک قول ہے کہ یہاں حکم سے مراد ان کو مہلت دینا اور رسول اللہ ﷺ کی ان کے خلاف مدد ہے۔ ایک قول ہے کہ جو آپ کو اس پر تبلیغ رسالت کا حکم دیا گیا ہے، ایک قول ہے کہ یہ آیت سیف کے سبب منسوخ ہے۔

وَلَا تَكُنْ كَصَاحِبِ الْحُوْتِ ۘ: یعنی یونس علیہ السلام، مطلب یہ ہے کہ غصے، بے چینی اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جلد بازی میں آپ ان کی طرح نہ ہوں۔

اللہ کے فرمان اِذْ نَادٰی میں ظرف مضاف منصوب کی وجہ سے محذوف ہے، یعنی آپ کی حالت ان کی حالت کی طرح نہ ہو، جب انہوں نے پکارا تھا۔

وَهُوَ مَكْظُومٌ ﴿٤٨﴾: کا جملہ نَادٰی کے فاعل سے حال کے طور پر محل نصب میں ہے مَكْظُومٌ جو غصے اور دکھ سے بھرا ہوا ہو، قتادہ کہتے ہیں: اللہ پاک اپنے نبی ﷺ کو تسلی دیتے ہیں، ان کو صبر کا حکم دیتے ہیں، وہ جلدی نہ کریں جیسے مچھلی والے نے جلدی کی تھی، ان کا واقعہ سورۃ الانبیاء، یونس اور صافات میں وضاحت سے گزر چکا ہے۔ اسی طرح ان کی نداء یعنی ان کا کہنا: لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ ۖ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ہے۔ ایک قول ہے کہ مَكْظُومٌ كَظَمه سے ماخوذ ہے، یہ سانس چلنے کی جگہ ہے، یہ مبرد نے کہا ہے، ایک قول ہے کہ مَكْظُومٌ محبوس ہے، پہلا معنیٰ بہتر ہے، اسی سے ذی الرمہ کا قول ہے:

وانت من حب مي مضمر حزنا
عافى الفواد قريح القلب مكظوم

''تو می (نامی عورت) کی محبت کی وجہ سے غم چھپائے ہوئے ہے، دل تکلیف والا، قلب زخمی اور غصے سے بھرا ہوا ہے۔''

لَوْلَآ اَنْ تَدٰرَكَهٗ نِعْمَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ: یعنی اگر مچھلی والے کو اللہ کی طرف سے احسان نہ پہنچتا، وہ ان کو توبہ کی توفیق دیتا ہے، اللہ نے ان کی توبہ قبول فرمالی۔

لَنُبِذَ بِالْعَرَآءِ: یعنی مچھلی کے پیٹ سے وہ بوٹیوں سے خالی زمین پر پھینکے جاتے۔

وَهُوَ مَذْمُوْمٌ: یعنی جو اس نے گناہ کیا اس پر ملامت اور مذمت کی جاتی، اسے رحمت سے دور کیا جاتا۔ نَبَذَ کی ضمیر سے حال کے طور پر یہ جملہ محل نصب میں ہے۔ ضحاک کہتے ہیں: یہاں نعمت سے مراد نبوت ہے۔ سعید بن جبیر کہتے ہیں: ان کی عبادت جو گزر چکی تھی۔ ابن زید کہتے ہیں: ان کی یہ ندا لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ ۖ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ مراد ہے۔ ایک قول ہے مذموم کا مطلب دور کیا گیا ہے، ایک قول گناہ کا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جمہور نے تَدٰرَکَهٗ صیغہ ماضی کے طور پر پڑھا ہے۔ حسن، ابن ہرمز اور اعمش نے دال کی تشدید کے ساتھ پڑھا ہے، اس کی اصل تَتَدَارَکُهٗ دو تاء کے ساتھ فعل مضارع کا صیغہ ہے، اس میں ادغام کیا گیا، یہ قراءت حال ماضی کی شکایت کے طور پر ہوگی۔ حضرت ابی، ابن مسعود اور ابن عباس رضی اللہ عنہم نے تَدٰرَکَهٗ تائے تانیث کے ساتھ پڑھا ہے۔

فَاجْتَبٰهُ رَبُّهٗ: اسے خالص کیا، چن لیا اور نبوت کے لیے پسند فرمایا۔

فَجَعَلَهٗ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۵۰﴾: یعنی جو نیکی میں کامل ہیں، اور اس کو گناہ سے محفوظ فرمایا، ایک قول ہے کہ ان کی طرف نبوت لوٹائی اور انہیں ان کے اور ان کی قوم کے بارے میں سفارشی بنایا، اور انہیں ایک لاکھ یا زائد لوگوں کی طرف رسول بنایا، جیسا کہ گزر چکا ہے۔

وَاِنْ يَّكَادُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَيُزْلِقُوْنَكَ بِاَبْصَارِهِمْ: اِنْ مثقلہ سے مخففہ ہے، جمہور نے لَيُزْلِقُوْنَكَ میں یاء پر پیش پڑھی ہے، یہ اَزْلَقَهٗ سے ہے، یعنی اس نے اپنا پاؤں پھسلایا، اَزْلَقَهٗ عَنْ مَوْضِعِهٖ کا مطلب ہے اسے ہٹا دیا۔ نافع اور اہل مدینہ نے اس پر زبر پڑھی ہے، زَلَقَ عَنْ مَوْضعبِهٖ سے جب کوئی ہٹے، ہروی کہتے ہیں: یعنی وہ اپنی آنکھوں سے آپ کو دھوکا دینا چاہتے ہیں، تاکہ وہ آپ کو آپ کے اس مقام سے دشمنی کی وجہ سے گرا دیں جو مقام اللہ نے آپ ﷺ کو عطا کیا ہے۔

حضرت ابن عباس، ابن مسعود رضی اللہ عنہما، اعمش، مجاہد اور ابو وائل نے لَيُزْهِقُوْنَكَ پڑھا ہے یعنی وہ آپ کو ہلاکت میں ڈالیں۔ کلبی کہتے ہیں: يُزْلِقُوْنَكَ کا مطلب ہے کہ تبلیغ رسالت کی جس ذمہ داری پر آپ گامزن ہیں، اس سے آپ کو ہٹا دیں، سدی اور سعید بن جبیر نے بھی اسی طرح کہا ہے۔ نضر بن شمیل اور اخفش کہتے ہیں: وہ آپ کو فتنہ میں ڈالیں گے۔ حسن اور ابن کیسان کہتے ہیں: تاکہ وہ آپ کو قتل کریں۔ زجاج کہتے ہیں: اس آیت کے بارے میں اہل لغت اور تاویل کا نقطہ نظر یہ ہے کہ وہ اپنے شدید بغض اور عداوت کے سبب سے، وہ دیکھتے ہیں، اپنی نظر سے، بہت بغض والے کی نظر سے، کہ وہ آپ ﷺ کو نقصان دیں، یہ کلام عرب میں مستعمل ہے۔ کہنے والا کہتا ہے: اس نے میری طرف ایسی نظر سے دیکھا، قریب تھا کہ وہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مجھے ہلاک کر دیتا اور ایسی نظر سے، قریب تھا کہ وہ مجھے کھا جاتا۔

ابن قتیبہ کہتے ہیں: اللہ کا یہ ارادہ نہیں ہے کہ وہ آپ ﷺ کو اپنی آنکھوں سے نظر لگائیں جیسے کوئی نظر والا کسی پسند والے شخص کو نظر لگاتا ہے، اللہ کی مراد یہ ہے کہ جب آپ قرآن پڑھتے ہیں وہ آپ کی طرف شدید عداوت اور بغض کی نظر سے دیکھتے ہیں، قریب ہے کہ وہ نظر آپ کو گرا دے، جیسے شاعر نے کہا:

يتقارضون اذا التقوا فی مجلس
نظرا يزيل مواطئ الأقدام

''جب وہ ملتے ہیں کسی مجلس میں ایک دوسرے پر گاڑتے ہیں، ایسی نظر جو قدموں کے ٹکنے کی جگہ کو ہلا کر رکھ دے۔''

لَمَّا سَمِعُوا الذِّكْرَ: یعنی ان کے قرآن سننے کے وقت، ان کے اس کو شدید ناپسند کرتے ہوئے، لَمَّا ظرفیہ ہے جو يُزْلِقُوْنَكَ کی وجہ سے منصوب ہے، ایک قول ہے کہ یہ ایک حرف ہے، اس کا جواب محذوف ہے کیونکہ اس کے ماقبل کی اس پر دلالت ہے، مطلب یہ ہے کہ جب انہوں نے قرآن سنا تو قریب تھے کہ وہ آپ کو پھسلا دیں۔

وَيَقُوْلُوْنَ اِنَّهٗ لَمَجْنُوْنٌ ۘ: یعنی وہ آپ کو جنون کی جانب منسوب کرتے ہیں، جب وہ آپ کو قرآن پڑھتے ہوئے سنتے ہیں۔ اللہ پاک نے ان کا رد اپنے اس فرمان سے کیا ہے: وَمَا هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ یہ جملہ مستانفہ ہے، یا يَقُوْلُوْنَ کے فاعل سے حال کے طور پر محل نصب میں ہے، یعنی حال یہ ہے کہ یہ نصیحت ہے اور بیان ہے ہر اس چیز کا جس کی ان کو ضرورت ہے، یا ان کے لیے یہ شرف ہے، جیسے اللہ پاک نے فرمایا: وَ اِنَّهٗ لَذِكْرٌ لَّكَ وَ لِقَوْمِكَ۔

ایک قول ہے کہ یہ ضمیر رسول اللہ ﷺ کے لیے ہے، آپ ﷺ ہی جہانوں کے لیے نصیحت کرنے والے ہیں، یا ان کے لیے شرف ہے۔

بخاری وغیرہ نے حضرت ابوسعید سے نقل کیا ہے، کہتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فرماتے ہوئے سنا: ہمارا رب اپنی پنڈلی کھولے گا، اس کے لیے ہر مومن اور مومنہ سجدہ کریں گے، وہ باقی رہے گا جو دنیا میں دکھاوے اور سناوے کے لیے سجدہ کرتا تھا، وہ سجدہ کرنے لگے گا تو اس کا جسم ایک طبق (تختے یا پھٹے) کی طرح ہو جائے گا۔

یہ حدیث صحیحین وغیرہ میں کئی طرق سے مروی ہے، اس کے بعض الفاظ بہت لمبے ہیں، یہ ایک مشہور حدیث ہے۔

ابن مندہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اس آیت کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: اللہ عزوجل اپنی پنڈلی کھولیں گے، عبدالرزاق، عبد بن حمید اور ابن مندہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے آیت کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: اللہ تبارک وتعالیٰ اپنی پنڈلی کھولیں گے۔

فرمایا: عظیم نور سے، [1] پس وہ اس کے لیے سجدہ میں گریں گے۔ فریابی، سعید بن منصور، ابن مندہ اور بیہقی نے ابراہیم نخعی کے واسطے سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: ایک بڑے معاملے کو کھولا جائے گا، پھر فرمایا: جنگ پنڈلی/ تنے پر کھڑی ہوگئی، کہتے ہیں: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس کی پنڈلی کو کھولا جائے گا تو ہر مومن سجدہ کرے گا، کافر کی پشت سخت ہو جائے گی، وہ ایک ہڈی بن جائے گی۔

عبد بن حمید، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، حاکم نے اسے صحیح بھی کہا ہے اور بیہقی نے اسماء و صفات میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے، ان سے اللہ کے فرمان: يَوْمَ يُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ کے متعلق سوال کیا گیا، انہوں نے فرمایا: جب تم پر قرآن کی کوئی چیز مخفی ہو جائے تم اسے شعر میں تلاش کرو، وہ عرب کا دیوان (مجموعہ) ہے، کیا تم نے شاعر کا قول نہیں سنا:

وقامت الحرب بنا على ساق

''جنگ ہمارے ساتھ پنڈلی/ شدت پر کھڑی/ قائم ہوگئی۔''

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: یہ دن شدید دکھ والا ہوگا۔ ان سے اس طرح کی روایت دوسری سندوں سے بھی بیان کی گئی ہے۔ اللہ پاک نے اس آیت کی تفسیر کے متعلق

[1] یعنی اس دن عظیم نور سے پردہ اٹھایا جائے گا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حضرت محمد ﷺ سے منقول صحیح روایات کے ذریعے ہمیں بے پروا کر دیا ہے، جیسا کہ آپ معلوم کر چکے ہیں۔

اس طرح تجسیم اور تشبیہ لازم نہیں آتی، کیونکہ اس ذات کی مثل کوئی چیز نہیں ہے۔

دعوا كل قول عند قول محمد

فما آمن في دينه كماخطر

''حضرت محمد (ﷺ) کے فرمان پر ہر قول چھوڑ دو، آپ کے دین پر امن والا خطرے [1] والے کی طرح نہیں ہے۔''

ابن المنذر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے وَ قَدْ كَانُوْا يُدْعَوْنَ اِلَى السُّجُوْدِ وَ هُمْ سٰلِمُوْنَ کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: وہ کفار ہیں جو دنیا میں بلائے جاتے تھے جبکہ وہ امن والے تھے، آج وہ بلائے جائیں گے جبکہ وہ ڈرنے والے ہوں گے۔

بیہقی نے شعب الایمان میں ان سے اس آیت کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: آدمی اذان سنتا ہے اور نماز کے لیے نہیں آتا۔

ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ نے ان سے ہی اللہ کے فرمان لَيُزْلِقُوْنَكَ بِاَبْصَارِهِمْ کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: وہ آپ تک اپنی نظر پہنچاتے ہیں یعنی نظر لگاتے ہیں۔

[1] دوسرے مصرع میں آمِنٌ کا مطلب ایمان والا اور مُخَاطِرٌ کا مطلب جو بات اپنی عقل کے مطابق ہو، بھی ہو سکتا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سورۃ الحاقہ

اس کی اکاون آیات ہیں، ایک قول کے مطابق باون ہیں، یہ مکی سورت ہے، امام قرطبی فرماتے ہیں: یہی سب کا قول ہے۔

ابن ضریس، نحاس، ابن مردویہ اور بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے، فرمایا: سورۃ الحاقہ مکہ میں نازل ہوئی۔

ابن مردویہ نے حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ سے اسی طرح بیان کیا ہے۔ طبرانی نے حضرت ابو برزہ رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فجر میں الحاقہ وغیرہ سورتیں پڑھا کرتے تھے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○ اَلْحَآقَّةُ ۙ﴿۱﴾ مَا الْحَآقَّةُ ۚ﴿۲﴾ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْحَآقَّةُ ؕ﴿۳﴾ كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ وَعَادٌۢ بِالْقَارِعَةِ ؕ﴿۴﴾ فَاَمَّا ثَمُوْدُ فَاُهْلِكُوْا بِالطَّاغِيَةِ ؕ﴿۵﴾ وَاَمَّا عَادٌ فَاُهْلِكُوْا بِرِيْحٍ صَرْصَرٍ عَاتِيَةٍ ۙ﴿۶﴾ سَخَّرَهَا عَلَيْهِمْ سَبْعَ لَيَالٍ وَّثَمٰنِيَةَ اَيَّامٍ ۙ حُسُوْمًا ۙ فَتَرَى الْقَوْمَ فِيْهَا صَرْعٰى ۙ كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِيَةٍ ۚ﴿۷﴾ فَهَلْ تَرٰى لَهُمْ مِّنْۢ بَاقِيَةٍ ؕ﴿۸﴾ وَجَآءَ فِرْعَوْنُ وَمَنْ قَبْلَهٗ وَالْمُؤْتَفِكٰتُ بِالْخَاطِئَةِ ۚ﴿۹﴾ فَعَصَوْا رَسُوْلَ رَبِّهِمْ فَاَخَذَهُمْ اَخْذَةً رَّابِيَةً ؕ﴿۱۰﴾ اِنَّا لَمَّا طَغَا الْمَآءُ حَمَلْنٰكُمْ فِي الْجَارِيَةِ ۙ﴿۱۱﴾ لِنَجْعَلَهَا لَكُمْ تَذْكِرَةً وَّتَعِيَهَآ اُذُنٌ وَّاعِيَةٌ ؕ﴿۱۲﴾ فَاِذَا نُفِخَ فِي الصُّوْرِ نَفْخَةٌ وَّاحِدَةٌ ۙ﴿۱۳﴾ وَّحُمِلَتِ الْاَرْضُ وَالْجِبَالُ فَدُكَّتَا دَكَّةً وَّاحِدَةً ۙ﴿۱۴﴾ فَيَوْمَئِذٍ وَّقَعَتِ الْوَاقِعَةُ ۙ﴿۱۵﴾ وَانْشَقَّتِ السَّمَآءُ فَهِيَ يَوْمَئِذٍ وَّاهِيَةٌ ۙ﴿۱۶﴾ وَّالْمَلَكُ عَلٰٓى اَرْجَآئِهَا ؕ وَيَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمَئِذٍ ثَمٰنِيَةٌ ؕ﴿۱۷﴾ يَوْمَئِذٍ تُعْرَضُوْنَ لَا تَخْفٰى مِنْكُمْ خَافِيَةٌ ؕ﴿۱۸﴾

اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔ وہ ہو کر رہنے والی۔ کیا ہے وہ ہو کر رہنے والی؟ اور تجھے کس چیز نے معلوم کروایا کہ وہ ہو کر رہنے والی کیا ہے؟ ثمود اور عاد نے اس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کھٹکھٹانے والی (قیامت) کو جھٹلا دیا۔ سو جو ثمود تھے وہ حد سے بڑھی ہوئی (آواز) کے ساتھ ہلاک کر دیے گئے۔ اور جو عاد تھے وہ سخت ٹھنڈی، تند آندھی کے ساتھ ہلاک کر دیے گئے، جو قابو سے باہر ہونے والی تھی۔ اس نے اسے ان پر سات راتیں اور آٹھ دن مسلسل چلائے رکھا۔ سو تو ان لوگوں کو اس میں اس طرح (زمین پر) گرے ہوئے دیکھے گا جیسے وہ کھجوروں کے گرے ہوئے تنے ہوں۔ تو کیا تو ان کا کوئی بھی باقی رہنے والا دیکھتا ہے؟ اور فرعون نے اور اس سے پہلے لوگوں نے اور الٹ جانے والی بستیوں نے گناہ کا ارتکاب کیا۔ پس انھوں نے اپنے رب کے رسول کی نافرمانی کی تو اس نے انھیں ایک سخت گرفت میں پکڑ لیا۔ بلاشبہ ہم نے ہی جب پانی حد سے تجاوز کر گیا، تمھیں کشتی میں سوار کیا۔ تاکہ ہم اسے تمھارے لیے ایک یاد دہانی بنا دیں اور یاد رکھنے والا کان اسے یاد رکھے۔ پس جب صور میں پھونکا جائے گا، ایک بار پھونکنا۔ اور زمین اور پہاڑوں کو اٹھایا جائے گا، پس دونوں ٹکرا دیے جائیں گے، ایک بار ٹکرا دینا۔ تو اس دن ہونے والی ہو جائے گی۔ اور آسمان پھٹ جائے گا، پس وہ اس دن کمزور ہوگا۔ اور فرشتے اس کے کناروں پر ہوں گے اور تیرے رب کا عرش اس دن آٹھ (فرشتے) اپنے اوپر اٹھائے ہوئے ہوں گے۔ اس دن تم پیش کیے جاؤ گے، تمھاری کوئی چھپی ہوئی بات چھپی نہیں رہے گی۔

اللہ کا فرمان ہے: اَلْحَآقَّةُ اس سے مراد قیامت ہے، کیونکہ اس میں معاملہ حق ہو جائے گا، وہ خود حق ہوگی اس میں شک نہیں ہے۔ ازہری کہتے ہیں: حاققته فحققته احقه کا مطلب ہے غالبته فغلبته اغلبه قیامت حاقہ ہے، کیونکہ یہ حق ثابت کرے گی اللہ کے دین کے بارے میں ہر ثابت کرنے والے کو باطل کے مقابلے میں۔ اور ہر جھگڑالو سے جھگڑا کرے گی، صحاح میں جوہری نے کہا: حاقہ کا مطلب ہے کہ چھوٹی چیزوں کے بارے میں اس سے جھگڑا کیا، کہا جاتا ہے: اس کا اس میں کوئی حق اور حقاق نہیں ہے یعنی جھگڑا۔ تحاق کا مطلب تخاصم ہے۔ حاقة حقة اور حق تین لغات ایک ہی معنی میں ہیں۔

واحدی کہتے ہیں: یہ اکثر مفسرین کے قول کے مطابق قیامت ہے، اس کا یہ نام اس لیے

www.kitabosunnat.com
" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

رکھا گیا ہے کیونکہ یہ معاملات کے حقوق والی ہے، یہ صادقہ ہے، صدق کو واجب کرنے والی۔ قیامت کے تمام احکام وقوع اور وجود کے اعتبار سے صادق اور واجب ہیں۔

کسائی اور مؤرج کہتے ہیں: اَلْحَآقَّةُ سے مراد یوم الحق ہے، ایک قول کے مطابق اس کا یہ نام اس لیے رکھا گیا ہے کیونکہ اس میں ہر انسان حق دار ہوگا کہ اسے اس کے عمل کا بدلہ دیا جائے۔ ایک قول ہے یہ نام اس وجہ سے رکھا گیا ہے کیونکہ یہ ایک قوم کے لیے جہنم کو حق کرے گی اور ایک قوم کے لیے جنت کو حق کرے گی، یہ مبتداء ہے۔

اور اللہ کا فرمان: مَا الْحَآقَّةُ اس کی خبر ہے، اس کی صورت یہ ہے کہ مَا استفہامیہ مبتداء ثانی ہے اور اَلْحَآقَّةُ اس کی خبر ہے۔ جملہ مبتداء اول کی خبر ہے، مطلب یہ ہے: کون سی چیز ہے جو اس کی حالت میں ہے یا اس کی صفات میں ہے، ایک قول ہے کہ مَا استفہامیہ اپنے مابعد کے لیے خبر ہے، اور یہ جملہ گو کہ اس کا لفظ، لفظِ استفہام ہے، پس اس کا معنی تعظیم اور اس کی شان زیادہ بیان کرنا ہے۔ جیسے تم کہو: زَيْدٌ مَا زَيْدٌ۔

ہم اس معنی کی تحقیق سورۃ الواقعہ میں بیان کر آئے ہیں۔

پھر اللہ پاک نے اس کے معاملے کی زیادتی، اس کی شان کی شدت اور اس کی حالت کی ہولنا کی بیان فرمائی، تو ارشاد فرمایا: وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْحَآقَّةُ یعنی کس چیز نے آپ کو بتایا کہ یہ کیا ہے؟ یعنی گویا کہ آپ اسے نہیں جانتے تھے کیونکہ آپ نے اس میں واقع ہولنا کیوں کا نہ معائنہ کیا اور نہ ان کا مشاہدہ کیا ہے۔ گویا کہ یہ مخلوقات کے دائرہ علم سے ہی خارج ہے۔

یحییٰ بن سلام کہتے ہیں: مجھے خبر پہنچی ہے کہ قرآن میں ہر چیز جو وَمَآ اَدْرٰىكَ سے بیان ہوئی ہے، وہ اللہ نے آپ کو بتا دی ہے، اور اس کا علم آپ کو عطا فرما دیا ہے۔ لیکن ہر وہ چیز جس میں وَمَا يُدْرِيْكَ فرمایا ہے، اس کی اللہ نے آپ کو خبر دی ہے۔

مَا مبتداء ہے۔ اور اَدْرٰىكَ اس کی خبر ہے۔ مَا الْحَآقَّةُ جملہ ہے مبتداء سے، اور خبر کا محل نصب ہے، جر کو گرا کر۔ کیونکہ اَدْرٰى دوسرے مفعول کی طرف باء کے ساتھ متعدی ہوتا ہے، جیسے اللہ کے فرمان: وَلَآ اَدْرٰىكُمْ بِهٖ میں ہے۔ جب جملہ استفہام اس کے لیے معلق واقع ہوا،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وہ دوسرے مفعول کی جگہ پر آ گیا۔ ہمزہ کے بغیر یہ ایک مفعول کی طرف متعدی ہوگا، باء کے ساتھ، جیسے دَرَيْتَ بِكَذَا اگر وہ علم کے معنیٰ میں ہو تو دو مفعولوں کی طرف متعدی ہوگا۔

وَمَآ اَدْرٰىكَ کا جملہ مَا الْحَآقَّةُ کے جملہ پر معطوف ہے۔

كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ وَعَادٌۢ بِالْقَارِعَةِ ④: یعنی قیامت کو، اس کا یہ نام رکھا گیا ہے کیونکہ یہ لوگوں کو اپنی ہولناکی کے سبب کھٹکھٹائے گی، مبرد کہتے ہیں: قارعہ سے مراد قرآن ہے، جو دنیا میں ان کے انبیا پر اتارا گیا، وہ اس کے ساتھ انہیں ڈراتے تھے لیکن وہ لوگ ان کی تکذیب کرتے تھے۔ ایک قول ہے کہ القارعه القرعة سے ماخوذ ہے کیونکہ یہ دنیا میں بعض قوموں کو اونچا کرتی ہے اور دوسروں کو نیچے گراتی ہے۔ پہلا معنیٰ زیادہ بہتر ہے، القارعہ کو الحاقہ کی ضمیر کی جگہ پر رکھنا اس کی ہولناکی کی عظمت کی دلالت اور حالت کی فظاعت (گھبراہٹ) کی وجہ سے ہے، یہ جملہ الحاقہ کے بعض احوال کے بیان کے لیے مستانفہ ہے۔

فَاَمَّا ثَمُوْدُ فَاُهْلِكُوْا بِالطَّاغِيَةِ ⑤: ثمود، حضرت صالح علیہ السلام کی قوم ہے، ان کا بیان کئی جگہ پر گزرا ہے، نیز ان کے گھر اور وہ کہاں تھے۔ طاغیہ وہ چیخ ہے جو حد سے تجاوز کر گئی ہو، ایک قول ہے ان کے طغیان اور کفر کے سبب سے، طغیان کی اصل حد سے تجاوز کرنا ہے۔

وَاَمَّا عَادٌ فَاُهْلِكُوْا بِرِيْحٍ صَرْصَرٍ: عاد حضرت ہود علیہ السلام کی قوم ہے، ان کا بیان، نیز ان کے گھر اور وہ کہاں رہتے تھے؟ کئی جگہ پر گزر چکا ہے۔

الرِّيْحُ الصَّرْصَرُ سخت سردی والی ہوا ہے، یہ صر سے ماخوذ ہے، جس کا مطلب سردی ہے۔ ایک قول ہے کہ شدید آواز والی آندھی۔

مجاہد نے فرمایا: شدید لو والی عَاتِيَةٍ جو بات ماننے سے نکل جائے، گویا وہ داروغوں پر زور آور ہوگئی، اس نے ان کی بات نہ مانی اور اس کی تیزی کی شدت سے وہ اس کو واپس کرنے اور روکنے پر قادر نہ ہوئے۔ یا وہ قوم عاد پر غالب آئی، وہ اس کو روکنے پر قادر نہ ہوئے بلکہ اس نے انہیں ہلاک کر دیا۔

سَخَّرَهَا عَلَيْهِمْ سَبْعَ لَيَالٍ: یہ جملہ مستانفہ ہے جو ان کو ہلاک کرنے کی کیفیت بیان کرتا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ سَخَّرَهَا کا مطلب اس کو مسلط کیا ہے، ایسے ہی مقاتل نے کہا ہے۔ ایک قول ہے کہ اسے بھیجا۔ زجاج کہتے ہیں: اسے ان پر قائم رکھا جس طرح چاہا۔ تسخیر کا مطلب چیز کو اختیار کے ساتھ استعمال کرنا ہے، جائز ہے کہ یہ جملہ رِيْحٌ کی صفت ہو اور اس سے حال ہو صفت کے ساتھ اس کی تخصیص کی وجہ سے، یا عَاتِيَةٍ میں جو ضمیر ہے اس سے۔

وَّثَمٰنِيَةَ اَيَّامٍ: یہ سَبْعَ لَيَالٍ پر معطوف ہے۔

حُسُوْمًا: پر نصب حال کے طور پر ہے، یعنی ذَاتَ حُسُوْمٍ یا فعل مقدر سے مصدر کے طور پر، یعنی ان پر مسلسل رہے، مسلسل رہنا۔ یا یہ مفعول بہ ہے۔ حُسُوْم کا مطلب پے در پے ہونا ہے۔ جب ایک چیز پے در پے چل پڑے وہ اور شروع سے آخر تک نہ رکے، اسے حسوم کہا جاتا ہے۔

زجاج کہتے ہیں: لغت کے حساب سے حُسُوْمًا کا جو معنیٰ لازم آتا ہے وہ ہے تَحْسِمُهُمْ حُسُوْمًا یعنی انہیں فنا کرتی اور انہیں ختم کرتی تھی۔ نضر بن شمیل کہتے ہیں: تم نے انہیں حسم کیا، انہیں کاٹا اور انہیں ہلاک کیا۔ فراء کہتے ہیں: حُسُوْم کا مطلب پیروی ہے، بیماری کے حسم سے ماخوذ ہے، جو کہ داغ دینے کا نام ہے، کیونکہ ایسا کرنے والا پہلے داغتا ہے، پھر اس کو اس کے پیچھے لگاتا ہے۔

اسی سے ابوداؤد کا قول ہے:

يفرق بينهم زمن طويل
تتابع فيه اعواما حسوما

''ان کے درمیان لمبا زمانہ جدائی ڈالتا ہے۔ اس میں کئی سال پے در پے آتے گئے۔''

مبرد کہتے ہیں: یہ تمہارے قول حَسَمْتُ الشَّيْءَ سے ماخوذ ہے، جب تم کسی چیز کو کاٹو اور اسے الگ کرو۔ ایک قول ہے کہ حسم جڑ سے اکھیڑنا ہے، تلوار کو حسام کہا جاتا ہے، کیونکہ وہ دشمن کو اپنے ارادے تک پہنچنے سے روکتی اور کاٹتی ہے، مطلب یہ ہے کہ اس نے انہیں کاٹا، یا توڑا، یا وہ انہیں لے گئی، اسی سے شاعر کا قول ہے:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فارسلت ريحا دبورا عقيما
فدارت عليهم فكانت حسوما

''پس بھیجی گئی آندھی پچھم سے بانجھ کرنے والی، پس وہ ان پر گزری اور وہ پے در پے ہوگئی۔''

ابن زید کہتے ہیں: وہ ان پر چلتی رہی اور اس نے ان میں سے کسی کو نہ چھوڑا۔ انہی سے مروی ہے، فرمایا: وہ دنوں اور راتوں تک جاری رہی حتی کہ وہ ان پر غالب ہوگئی۔ کیونکہ وہ پہلے دن طلوع آفتاب سے شروع ہوئی اور آخری دن غروب آفتاب تک جاری رہی۔

لیث کہتے ہیں: حسوم نحوست ہے، یعنی وہ خیر کو لوگوں سے روکتی تھی، جیسے فرمایا: فِيْ اَيَّامٍ نَحِسَاتٍ.

اس کے آغاز کے بارے میں اختلاف کیا گیا ہے، ایک قول ہے کہ اتوار کی صبح، ایک قول ہے کہ جمعہ کی صبح، ایک قول ہے بدھ کی صبح۔ وہب کہتے ہیں: یہی وہ ایام ہیں جنہیں عرب لوگ بوڑھے (بانجھ) دن کہتے ہیں، ان میں سخت سردی تھی، اور سخت آندھی تھی، اس کا آغاز بدھ کے روز ہوا اور اختتام بھی بدھ کے روز ہوا۔

فَتَرَى الْقَوْمَ فِيْهَا صَرْعٰى: خطاب ہر اس شخص کے لیے ہے جس کے لیے یہ درست ہو، مقدر عبارت یوں ہوگی کہ اگر وہ اس وقت وہاں حاضر ہوتا تو ضرور اس کو دیکھ لیتا۔ فِيْهَا کی ضمیر لَيَالٍ اور ایام کی طرف لوٹ رہی ہے، ایک قول ہے کہ ہواؤں کے چلنے کے اوقات کی طرف، پہلا مفہوم زیادہ مناسب ہے، صَرْعٰى صَرِيْعٌ کی جمع ہے، مطلب ہے مرنے والے۔

كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِيَةٍ ۚ: یعنی کھجوروں کے تنے گرے ہوئے یا بوسیدہ۔ ایک قول ہے خالی کہ ان کے اندر کچھ نہیں تھا، نخل مذکر اور مونث آسکتا ہے، اسی سے اللہ کا فرمان ہے: كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ مُّنْقَعِرٍ اس کی تفسیر گزر چکی ہے۔

یہ ان کے عظیم اجسام کی خبر دی گئی ہے، یحییٰ بن سلام کہتے ہیں: خَاوِيَةٍ اس لیے کہا کیونکہ ان کے ابدان ان کی روحوں سے خالی ہو گئے تھے جیسے کھجوروں کے خالی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تنے ہوتے ہیں۔

فَهَلْ تَرٰى لَهُمْ مِّنْۢ بَاقِيَةٍ ۝ : یعنی کوئی گروہ باقی، یا کوئی جان باقی، یا کچھ باقی، بَاقِيَةٍ مصدر ہے، عاقبہ اور عافیہ کی طرح۔ ابن جریج کہتے ہیں: آندھی کے عذاب پر وہ سات راتیں اور آٹھ دن زندہ باقی رہے، جب آٹھویں دن کی شام ہوئی وہ مر گئے، ان کو آندھی نے اٹھا کر سمندر میں پھینک دیا۔

وَجَآءَ فِرْعَوْنُ وَمَنْ قَبْلَهٗ: یعنی پہلی کافر امتیں، جمہور نے قَبْلَهٗ میں فاء پر زبر اور باء کو ساکن پڑھا ہے، یعنی جو بھی اس سے پہلے قرونِ ماضیہ اور امم خالیہ گزری ہیں۔

ابوعمرو اور کسائی نے قاف پر زیر اور باء پر زبر پڑھی ہے، یعنی اس کے پیروکاروں میں سے جو اس کی طرح یا طرف کے لوگ ہیں۔ ابو حاتم اور ابوعبید نے دوسری قراءت کو اختیار کیا ہے، اس کی وجہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی قراءت وَمَنْ مَعَهٗ ہے، جبکہ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کی قراءت وَمَنْ يَلْقَاهُ ہے۔

وَالْمُؤْتَفِكٰتُ: جمہور نے الْمُؤْتَفِكٰتُ کو جمع پڑھا ہے، یہ قوم لوط کی بستیاں ہیں، حسن اور جحدری نے الموتفكة مفرد پڑھا ہے، اَلْ جنس کے لیے ہے، پس یہ جمع کے معنیٰ میں ہے، مطلب ہے موتفکات آئیں۔

بِالْخَاطِئَةِ ۝ : یعنی خطاء والافعل۔ یا مصدر کے طور پر خطاء مراد ہے۔ مطلب یہ ہے کہ وہ شرک اور معاصی کی طرف آئیں۔ مجاہد کہتے ہیں: خطایا پر آئیں، جرجانی کہتے ہیں: خطاء عظیم مراد ہے۔

فَعَصَوْا رَسُوْلَ رَبِّهِمْ: یعنی ہر امت نے اپنی طرف بھیجے گئے رسول کا انکار کیا۔ کلبی کہتے ہیں: وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام ہیں، ایک قول ہے کہ وہ حضرت لوط علیہ السلام ہیں، یہ قریب تر ہے، ایک قول ہے کہ یہاں رسول بمعنیٰ رسالت ہے، اسی سے شاعر کا قول ہے:

لقد كذب الواشون ما بحت عندهم
بسر ولا ارسلتهم برسول

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''تحقیق جھوٹ بولنے والوں نے جھٹلایا میں نے ان پر ظاہر نہ کیا، راز کو اور نہ ان تک کسی کو پیغام میں نے پہنچایا۔''

یہاں رسول سے مراد رسالت ہے۔

فَاَخَذَهُمْ اَخْذَةً رَّابِيَةً ⑩: یعنی اللہ نے انہیں نمایاں پکڑا جو امتوں کی پکڑ سے زیادہ تھا، مطلب ہے کہ وہ شدت میں انتہاء کو پہنچنے والا تھا۔ رَبَا الشَّیْءُ یَرْبُو کہتے ہیں جب چیز بڑھ جائے اور زیادہ ہو جائے۔ زجاج کہتے ہیں: دوسری گرفتوں پر زیادہ تھی، مجاہد کہتے ہیں: شدید تھی۔

اِنَّا لَمَّا طَغَا الْمَآءُ: یعنی اُٹھان اور بلندی میں اپنی حد سے تجاوز کر گیا، یہ حضرت نوح علیہ السلام کے زمانے میں ہوا، جب ان کی قوم نے انہیں جھٹلایا اور کفر پر اصرار کیا۔ ایک قول ہے کہ اپنے رب کے ناراض ہونے پر اس کے داروغے فرشتوں پر تجاوز کر گیا، وہ اس کو روکنے پر قادر نہ رہے۔ قتادہ کہتے ہیں: وہ ہر چیز سے پندرہ گز زیادہ ہو گیا۔

حَمَلْنٰكُمْ فِی الْجَارِیَةِ ⑪: یعنی تمہارے آباء کی صلبوں میں، یا ہم نے تمہیں اور انہیں ان کی صلبوں میں اٹھایا، مخاطبین کو غائبین پر غالب کرتے ہوئے۔ جَارِیَہ حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی ہے، اس کا نام جاریہ رکھا گیا کیونکہ وہ پانی میں چلتی ہے، فِی الْجَارِیَةِ کا محل نصب ہے حال کے طور پر۔ یعنی ہم نے تمہیں پانی کے اوپر اٹھایا اس طرح کہ تم کشتی میں تھے۔

جب ان امتوں کے واقعات کے ذکر سے مقصود اور ان پر اترنے والے عذابوں کے ذکر سے مقصود اس امت کو ڈرانا ہے کہ یہ ان کی پیروی کر کے پیغمبر ﷺ کی نافرمانی نہ کرے، تو فرمایا: لِنَجْعَلَهَا لَكُمْ تَذْكِرَةً اے امت محمد (ﷺ)! تا کہ ہم ان مذکورہ امور کو تمہارے لیے عبرت اور نصیحت بنا دیں، جن سے تم اللہ کی عظیم قدرت اور اس کی بے مثل کاریگری پر دلیل پکڑ سکو، یا تا کہ ہم اس فعل کو جو مومنوں کو بچانے اور کافروں کو غرق کرنے سے تعبیر ہے، تمہارے لیے یاددہانی بنا دیں۔

وَّتَعِيَهَآ اُذُنٌ وَّاعِيَةٌ ⑫: یعنی اسے سننے کے بعد کانوں نے جو سنا ہے وہ اسے محفوظ کر

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

لیں، زجاج کہتے ہیں: کہا جاتا ہے: وَعَيْتُ كَذَا مطلب ہے کہ میں نے اس کو اپنے دل میں یاد رکھا، میں اسے یاد رکھتا ہوں یاد رکھنا۔ میں نے علم کو یاد رکھا، تم نے جو کہا میں نے یاد رکھا، ان سب کا ایک ہی مطلب ہے۔ میں نے برتن میں سامان جمع کیا۔ ہر وہ چیز جو آپ اپنے دل میں محفوظ نہ کریں، اسے الف کے ساتھ اَوْ عَيْتُهٗ کہیں گے، جو چیز آپ اپنے دل میں محفوظ کریں اسے وَعَيْتُهٗ بغیر الف کے استعمال کریں گے۔

قتادہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں: وہ کان کہ جو انہوں نے سنا اسے سمجھ لیا۔ فراء کہتے ہیں: مطلب یہ ہے کہ ہر کان اس نصیحت کو یاد کر لے جو بعد میں آنے والی ہے۔

جمہور نے تَعِيَهَآ میں عین پر زیر پڑھی ہے، طلحہ بن مصرف، حمید الاعراج اور ایک روایت میں ابوعمرو نے عین کو رحم اور شہد کے کلمے کی مشابہت میں ساکن پڑھا ہے، گو کہ یہ اس سے نہیں ہے۔ رازی کہتے ہیں: ابن کثیر سے عین کا سکون مروی ہے، انہوں نے حرف مضارعہ کو اس کے مابعد کے ساتھ ایک کلمہ کے مرتبے میں کر دیا، اسے مخفف کیا اور ساکن کیا جیسے فخذ کبد اور کتب سے درمیانی حرف ساکن کیا گیا ہے۔ انتہیٰ

درست یہ ہے کہ یہ وصل کو وقف کے قائمقام کرنے کے باب سے ہو، جیسا کہ اس شخص کی قراءت میں ہے جس نے وَمَا يُشْعِرُكُمْ میں راء کو ساکن پڑھا ہے۔ قرطبی کہتے ہیں: تَعِيَهَآ میں عاصم سے مختلف قراءتیں آئی ہیں۔ ابن کثیر نے بھی ایسے ہی کہا ہے۔

فَاِذَا نُفِخَ فِي الصُّوْرِ نَفْخَةٌ وَّاحِدَةٌ ﴿۱۳﴾: یہاں سے اَلْحَآقَّةُ کا بیان شروع ہے اور اس کا وقوع کیسے ہے، پہلے اس کے جھٹلانے والوں کی ہلاکت کی حالت ذکر کر دی گئی۔ عطاء کہتے ہیں: مراد نفخہ اولی ہے، کلبی اور مقاتل کہتے ہیں: مراد نفخہ اخیرہ ہے، جمہور نے نَفْخَةٌ وَّاحِدَةٌ میں دونوں پر رفع پڑھا ہے کہ نفخ مرفوع ہے نائب فاعل ہونے کی وجہ سے اور واحدہ اس کی تاکید ہے، فاصلہ واقع ہونے کی وجہ سے فعل کو مذکر لانا اچھا ہے۔

ابوالسمال نے ان دونوں پر نصب پڑھا ہے کہ نائب فاعل جار مجرور ہے۔ زجاج کہتے ہیں: فِي الصُّوْرِ مفعول مالم یسم فاعلہ کے قائمقام ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وَّحُمِلَتِ الْاَرْضُ وَالْجِبَالُ: یعنی اپنی جگہوں سے اٹھائے گئے اور قدرت الٰہیہ کے ساتھ اپنے مضبوط ٹھکانوں سے اکھیڑے گئے۔ جمہور نے حُمِلَتِ میں میم پر تخفیف پڑھی ہے۔ اعمش، ابن ابی عبلۃ، ابن مقسم اور ایک روایت میں ابن عامر نے زیادہ یا متعدی کرنے کے لیے اس پر شدّ پڑھی ہے۔

فَدُكَّتَا دَكَّةً وَّاحِدَةً ﴿۱۴﴾: یعنی انہیں توڑا گیا ایک دفعہ توڑنا، اس پر مزید نہیں۔ یا ان دونوں کو ایک دوسرے کے ساتھ ایک ضرب لگائی گئی تو وہ بہنے والی ریت یا اڑنے والا غبار ہو گئے۔ فراء کہتے ہیں: فَدُكِكْنَ نہیں کہا گیا، کیونکہ سب پہاڑوں کو ایک جملے کی طرح بنا دیا گیا، اسی کی مثل اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: اَوَ لَمْ يَرَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنٰهُمَا ایک قول ہے کہ دُكَّتَا کا مطلب، ان دونوں کو ایک ہی مرتبہ پھیلانا ہے، اسی سے اونٹ کی گردن کے متعلق اِنْدَكَّ آتا ہے، جب وہ اس کی کمر پر بچھ جاتی ہے۔

فَيَوْمَئِذٍ وَّقَعَتِ الْوَاقِعَةُ ﴿۱۵﴾: یعنی قیامت قائم ہو جائے گی۔

وَانْشَقَّتِ السَّمَآءُ فَهِيَ يَوْمَئِذٍ وَّاهِيَةٌ ﴿۱۶﴾: یعنی اس میں جو فرشتے ہیں، ان کے نزول سے ڈھیلا اور کمزور ہو کر گر جائے گا۔ زجاج کہتے ہیں: ہر وہ چیز جو بہت کمزور ہو جائے اسے کہتے ہیں وَهِيَ اور اسم فاعل وَاهٍ ہے۔ فراء کہتے ہیں: اس کی کمزوری سے مراد اس کا پھٹنا ہے۔

وَّالْمَلَكُ عَلٰٓى اَرْجَآئِهَا: یعنی فرشتوں کی جنس اس کے اطراف و جوانب پر ہو گی یہ رَجَا کی جمع ہے یہ لفظ مقصور ہے۔[1] اس کا تثنیہ رَجَوَانُ ہے، جیسے قفا اور قفوان ہے، مطلب یہ ہے کہ جب آسمان ٹوٹے گا، وہیں ان کے مساکن ہیں تو وہ اس کے کونوں کی طرف مجبور ہو کر جائیں گے۔ ضحاک کہتے ہیں: جب قیامت کا دن ہو گا، اللہ آسمان دنیا کو حکم دیں گے تو وہ ٹوٹ جائے گا، ملائکہ اس کے کناروں پر چلے جائیں گے، حتیٰ کہ انہیں اللہ حکم دیں گے تو وہ زمین پر اتر آئیں گے، وہ زمین اور زمین والوں کا احاطہ کر لیں گے۔

[1] یعنی واحد کے اس صیغہ میں مذ نہیں ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سعید بن جبیر کہتے ہیں: مطلب یہ ہے کہ ملائکہ دنیا کے کناروں پر ہوں گے۔ یعنی وہ زمین پر اتریں گے۔ ایک قول ہے کہ جب آسمان کے ٹکڑے ہو جائیں گے، ملائکہ ان ٹکڑوں پر کھڑے ہوں گے جو فی نفسہ ٹکڑے نہیں ہیں۔

وَيَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمَئِذٍ ثَمٰنِيَةٌ ﴿١٧﴾: یعنی قیامت کے دن آٹھ فرشتے اسے اپنے سروں پر اٹھائیں گے۔ ایک قول ہے کہ فرشتوں کی آٹھ صفیں ہوں گی جن کی تعداد اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ ایک قول ہے کہ فرشتوں کے نو حصوں میں سے آٹھ حصے ہوں گے، یہ کلبی وغیرہ کا قول ہے۔

يَوْمَئِذٍ تُعْرَضُوْنَ: یعنی بندے اللہ پر اپنے حساب کے لیے پیش کیے جائیں گے، اسی طرح وَعُرِضُوْا عَلٰى رَبِّكَ صَفًّا والا فرمان ہے، یہ پیشی اس لیے نہیں کہ اللہ وہ کچھ معلوم کرے جو اسے معلوم نہیں ہے، یہ تو اعمال پر ڈانٹ اور حساب کی پیشی ہے۔

لَا تَخْفٰى مِنْكُمْ خَافِيَةٌ ﴿١٨﴾: کا جملہ تُعْرَضُوْنَ کی ضمیر سے حال کے طور پر محل نصب میں ہے۔ یعنی تم پیش کیے جاؤ گے، اس حال میں کہ تمہاری ذاتوں، تمہارے اقوال اور تمہارے افعال میں کوئی بھی چیز چھپنے والی نہیں ہوگی، مقدر عبارت ہے: کوئی بھی نفس چھپنے والا، یا کوئی بھی فعل چھپنے والا۔

www.kitabosunnat.com

ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے، فرمایا: اَلْحَآقَّةُ قیامت کے ناموں میں سے ہے۔ فریابی، عبد بن حمید اور ابن جریر نے ان سے نقل کیا ہے، فرمایا: اللہ نے ہوا کا جو حصہ بھی بھیجا ضرور اسے ماپا گیا، اور پانی کا جو قطرہ بھی بھیجا ضرور اسے ماپا گیا۔ سوائے قوم نوح اور قوم عاد کے دن کے۔ قوم نوح کے دن پانی اپنے نگہبانوں پر غالب آ گیا، ان کا اس پر کوئی کنٹرول نہ رہا، پھر پڑھا: اِنَّا لَمَّا طَغَا الْمَآءُ قوم عاد کے دن ہوا اپنے نگہبانوں پر غالب آ گئی، ان کا اس پر کوئی کنٹرول نہ رہا، پھر پڑھا: بِرِيْحٍ صَرْصَرٍ عَاتِيَةٍ۔

ابن جریر نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے اس طرح کی روایت نقل کی ہے۔ ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً نقل کیا ہے، فرمایا: قوم عاد پر داروغوں کو ایک انگوٹھی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کی جگہ کے برابر آندھی کا حکم دیا گیا، وہ داروغوں پر غالب آ گئی، وہ دروازوں کے کناروں سے نکل گئی، یہی اللہ کے فرمان بِرِيْحٍ صَرْصَرٍ عَاتِيَةٍ کا مطلب ہے، فرمایا: اس کی سرکشی سے مراد داروغوں پر اس کا غلبہ تھا۔

ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اللہ کے فرمان: بِرِيْحٍ صَرْصَرٍ عَاتِيَةٍ کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: غالب آنے والی۔ عبدالرزاق، فریابی، سعید بن منصور، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر، طبرانی، حاکم نے اور انہوں نے اِسے صحیح بھی کہا ہے، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے اللہ کے فرمان: حُسُوْمًا کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: پے در پے۔

عبد بن حمید اور ابن جریر نے مختلف اسناد سے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے حُسُوْمًا کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: تباع یا متابعات یعنی مسلسل۔

ابن المنذر نے ان سے كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: وہ اس کے تنے ہیں۔ اور خَاوِيَةٍ فرمایا: خراب۔ سعید بن منصور اور ابن المنذر نے ان ہی سے نقل کیا ہے، اِنَّا لَمَّا طَغَا الْمَآءُ کے متعلق فرمایا: وہ اپنے نگہبانوں پر غالب آ کر اترا، آسمان سے پانی وزن اور ماپ کے بغیر کبھی نہیں اترا، سوائے حضرت نوح علیہ السلام کے زمانے کے، وہ اپنے نگہبانوں پر غالب آیا اور بغیر وزن اور ماپ کے اترا۔

سعید بن منصور، ابن مردویہ اور ابونعیم نے حلیۃ الاولیاء میں بواسطہ مکحول حضرت علی بن ابی طالب سے اللہ کے فرمان: وَّ تَعِيَهَآ اُذُنٌ وَّاعِيَةٌ کے متعلق نقل کیا ہے، کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا: میں نے اللہ سے سوال کیا کہ وہ اسے تیرا کان بنائے، اے علی! حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی بات نہیں سنی جسے میں پھر بھول گیا ہوں۔ ابن کثیر فرماتے ہیں: یہ روایت مرسل ہے۔

ابن جریر، ابن ابی حاتم، واحدی، ابن مردویہ، ابن عساکر اور ابن نجار نے حضرت بریدہ سے نقل کیا ہے، کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اللہ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تمہیں قریب کروں اور تمہیں دور نہ کروں، میں تمہیں سکھاؤں اور تم یاد کرو، اور تمہارا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حق ہے کہ تم یاد کرو، پھر آیت اتری: وَّ تَعِيَهَآ اُذُنٌ وَّاعِيَةٌ فرمایا: اے علی! تو یاد رکھنے والا کان ہے۔ ابن کثیر کہتے ہیں یہ صحیح نہیں ہے۔ ❶

عبد بن حمید اور ابن المنذر نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے اللہ کے فرمان: اُذُنٌ وَّاعِيَةٌ کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: وہ کان جنہوں نے اللہ کی طرف سے سیکھا۔ حاکم اور بیہقی نے کتاب البعث والنشور میں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے اللہ کے فرمان: وَّ حُمِلَتِ الْاَرْضُ وَالْجِبَالُ فَدُكَّتَا دَكَّةً وَّاحِدَةً کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: وہ دونوں (یعنی زمین اور پہاڑ) کفار کے چہروں پر غبار ہوں گے، مومنوں کے چہروں پر نہیں، یہی اللہ کے فرمان: وَوُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ عَلَيْهَا غَبَرَةٌ ۝ تَرْهَقُهَا قَتَرَةٌ ۝ سے مراد ہے۔

ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے فَهِيَ يَوْمَئِذٍ وَّاهِيَةٌ کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: پھٹنے والی۔

فریابی، ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے ان سے وَّالْمَلَكُ عَلٰٓى اَرْجَآئِهَا کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: اس کے کناروں پر، ان میں سے جو نہیں گرے۔

عبد بن حمید، عثمان بن سعید دارمی نے ''الرد علی الجہمیۃ'' میں، ابویعلی، ابن المنذر، ابن خزیمہ، حاکم نے اسے صحیح بھی کہا ہے، ابن مردویہ اور خطیب نے التلخیص کے ذیل میں انہی سے اللہ کے فرمان: وَيَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمَئِذٍ ثَمٰنِيَةٌ کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: آٹھ فرشتے پہاڑوں/ پہاڑی بکروں کی صورت پر ہوں گے۔

ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے انہی سے مختلف اسناد سے اس آیت کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: فرشتوں کی آٹھ صفیں ہوں گی، جن کی تعداد اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ ایک قول ہے کہ آٹھ فرشتے ہوں گے جن کے سر ساتویں آسمان میں عرش کے پاس ہوں گے اور ان کے پاؤں نیچے والی زمین میں ہوں گے، ان کے سینگ ہوں گے جیسے پہاڑی بکروں کے

❶ امام ابن تیمیہ نے رسالہ فی اصول التفسیر میں ''تفسیر میں موضوع روایات'' کے ضمن میں لکھا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اس کان سے مراد ہونا موضوع ہے، دیکھئے رسالہ مذکور مترجم اردو، صفحہ ۳۵، طبع لاہور۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سینگ، ان میں سے ایک کے سینگ کی جڑ سے اس کی انتہاء تک پانچ سو برس کی مسافت ہے۔

امام احمد، عبد بن حمید، ترمذی، ابن ماجہ، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ نے حضرت ابی موسیٰ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے، کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن لوگوں کی پیشی، تین پیشیاں ہوں گی، دو پیشیاں جھگڑے اور عذر ہوں گے، رہی تیسری تو اس میں ہاتھوں میں نامہائے اعمال دیئے جائیں گے، کوئی اپنے دائیں ہاتھ میں پکڑنے والا ہے اور کوئی اپنے بائیں ہاتھ میں۔

ابن جریر اور بیہقی نے کتاب البعث میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے اس طرح نقل کیا ہے۔

فَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ كِتٰبَهٗ بِیَمِیْنِهٖ ۙ فَیَقُوْلُ هَآؤُمُ اقْرَءُوْا كِتٰبِیَهْ ۚ﴿۱۹﴾ اِنِّیْ ظَنَنْتُ اَنِّیْ مُلٰقٍ حِسَابِیَهْ ۚ﴿۲۰﴾ فَهُوَ فِیْ عِیْشَةٍ رَّاضِیَةٍ ۙ﴿۲۱﴾ فِیْ جَنَّةٍ عَالِیَةٍ ۙ﴿۲۲﴾ قُطُوْفُهَا دَانِیَةٌ ۙ﴿۲۳﴾ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِیْٓـًٔا بِمَآ اَسْلَفْتُمْ فِی الْاَیَّامِ الْخَالِیَةِ ﴿۲۴﴾ وَ اَمَّا مَنْ اُوْتِیَ كِتٰبَهٗ بِشِمَالِهٖ ۙ فَیَقُوْلُ یٰلَیْتَنِیْ لَمْ اُوْتَ كِتٰبِیَهْ ۚ﴿۲۵﴾ وَ لَمْ اَدْرِ مَا حِسَابِیَهْ ۚ﴿۲۶﴾ یٰلَیْتَهَا كَانَتِ الْقَاضِیَةَ ۚ﴿۲۷﴾ مَآ اَغْنٰی عَنِّیْ مَالِیَهْ ۚ﴿۲۸﴾ هَلَكَ عَنِّیْ سُلْطٰنِیَهْ ۚ﴿۲۹﴾ خُذُوْهُ فَغُلُّوْهُ ۙ﴿۳۰﴾ ثُمَّ الْجَحِیْمَ صَلُّوْهُ ۙ﴿۳۱﴾ ثُمَّ فِیْ سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا سَبْعُوْنَ ذِرَاعًا فَاسْلُكُوْهُ ؕ﴿۳۲﴾ اِنَّهٗ كَانَ لَا یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ الْعَظِیْمِ ۙ﴿۳۳﴾ وَ لَا یَحُضُّ عَلٰی طَعَامِ الْمِسْكِیْنِ ؕ﴿۳۴﴾ فَلَیْسَ لَهُ الْیَوْمَ هٰهُنَا حَمِیْمٌ ۙ﴿۳۵﴾ وَّ لَا طَعَامٌ اِلَّا مِنْ غِسْلِیْنٍ ۙ﴿۳۶﴾ لَّا یَاْكُلُهٗۤ اِلَّا الْخَاطِـُٔوْنَ ﴿۳۷﴾ فَلَاۤ اُقْسِمُ بِمَا تُبْصِرُوْنَ ۙ﴿۳۸﴾ وَ مَا لَا تُبْصِرُوْنَ ۙ﴿۳۹﴾ اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِیْمٍ ۚ﴿۴۰﴾ وَّ مَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ ؕ قَلِیْلًا مَّا تُؤْمِنُوْنَ ۙ﴿۴۱﴾ وَ لَا بِقَوْلِ كَاهِنٍ ؕ قَلِیْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ؕ﴿۴۲﴾ تَنْزِیْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۴۳﴾ وَ لَوْ تَقَوَّلَ عَلَیْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِیْلِ ۙ﴿۴۴﴾ لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْیَمِیْنِ ۙ﴿۴۵﴾ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِیْنَ ۚ﴿۴۶﴾ فَمَا مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ عَنْهُ حٰجِزِیْنَ ﴿۴۷﴾ وَ اِنَّهٗ لَتَذْكِرَةٌ لِّلْمُتَّقِیْنَ ﴿۴۸﴾ وَ اِنَّا لَنَعْلَمُ اَنَّ مِنْكُمْ مُّكَذِّبِیْنَ ﴿۴۹﴾ وَ اِنَّهٗ لَحَسْرَةٌ عَلَی الْكٰفِرِیْنَ ﴿۵۰﴾ وَ اِنَّهٗ لَحَقُّ الْیَقِیْنِ ﴿۵۱﴾ فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِیْمِ ﴿۵۲﴾

سو جسے اس کا اعمال نامہ اس کے دائیں ہاتھ میں دیا گیا تو وہ کہے گا لو پکڑو، میرا اعمال نامہ پڑھو۔ یقیناً میں نے سمجھ لیا تھا کہ بے شک میں اپنے حساب سے ملنے والا ہوں۔ پس وہ ایک

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

خوشی والی زندگی میں ہوگا۔ ایک بلند جنت میں۔ جس کے میوے قریب ہوں گے۔ کھاؤ اور پیو مزے سے، ان اعمال کے عوض جو تم نے گزرے ہوئے دنوں میں آگے بھیجے۔ اور لیکن جسے اس کا اعمال نامہ اس کے بائیں ہاتھ میں دیا گیا تو وہ کہے گا اے کاش! مجھے میرا اعمال نامہ نہ دیا جاتا۔ اور میں نہ جانتا میرا حساب کیا ہے۔ اے کاش کہ وہ (موت) کام تمام کر دینے والی ہوتی۔ میرا مال میرے کسی کام نہ آیا۔ میری حکومت مجھ سے برباد ہوگئی۔ اسے پکڑو، پس اسے طوق پہنا دو۔ پھر اسے بھڑکتی ہوئی آگ میں جھونک دو۔ پھر ایک زنجیر میں، جس کی پیمائش ستر ہاتھ ہے، پس اسے داخل کر دو۔ بلاشبہ وہ بہت عظمت والے اللہ پر ایمان نہیں رکھتا تھا۔ اور نہ مسکین کو کھانا کھلانے کی ترغیب دیتا تھا۔ سو آج یہاں نہ اس کا کوئی دلی دوست ہے۔ اور نہ اس کے لیے زخموں کے دھوون کے سوا کوئی کھانا ہے۔ جسے گناہ گاروں کے سوا کوئی نہیں کھاتا۔ پس نہیں! میں قسم کھاتا ہوں اس کی جسے تم دیکھتے ہو! اور جسے تم نہیں دیکھتے! بلاشبہ یہ (قرآن) یقیناً ایک معزز پیغام لانے والے کا قول ہے۔ اور یہ کسی شاعر کا قول نہیں، تم بہت کم ایمان لاتے ہو۔ اور نہ کسی کاہن کا قول ہے، تم بہت کم نصیحت پکڑتے ہو۔ (یہ) جہانوں کے رب کی طرف سے اتارا ہوا ہے۔ اور اگر وہ ہم پر کوئی بات بنا کر لگا دیتا۔ تو یقیناً ہم اس کو دائیں ہاتھ سے پکڑتے۔ پھر یقیناً ہم اس کی جان کی رگ کاٹ دیتے۔ پھر تم میں سے کوئی بھی (ہمیں) اس سے روکنے والا نہ ہوتا۔ اور بے شک یہ (قرآن) ڈرنے والوں کے لیے یقیناً ایک نصیحت ہے۔ اور بلاشبہ یقیناً ہم جانتے ہیں کہ بے شک تم میں سے کچھ لوگ جھٹلانے والے ہیں۔ اور بے شک وہ یقیناً کافروں کے لیے حسرت (کا باعث) ہے۔ اور بلاشبہ وہ یقیناً ثابت شدہ یقین ہے۔ پس اپنے بہت عظمت والے رب کے نام کی تسبیح کر۔

جب اللہ پاک نے پیشی کا ذکر کیا، پھر ذکر کیا کہ اس میں کیا ہوگا، لہٰذا، فرمایا: فَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ كِتٰبَهٗ بِیَمِیْنِهٖ یعنی اس کی وہ کتاب جو اس پر مقرر کیے گئے فرشتوں نے اس کے اعمال کے متعلق لکھی۔

فَیَقُوْلُ هَآؤُمُ اقْرَءُوْا كِتٰبِیَهْ: یہ خوشی اور مسرت میں کہے گا، ابن سکیت اور کسائی کہتے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہیں: عرب کہتے ہیں: اے آدمی هَاءَ، تثنیہ کے لیے اے دو آدمیو هَآؤُمُ۔ ایک قول ہے کہ اصل هَاءُ كُمْ ہے، کاف کو ہمزہ سے بدلا۔ ابن زید کہتے ہیں: هَآؤُمُ کا مطلب ہے: تم آؤ۔ مقاتل کہتے ہیں: هَلُمَّ۔ ایک قول ہے: خُذُوْا۔ نحویوں نے جس معنیٰ کی صراحت کی ہے، وہ ہے: خُذْ، هَاءَ کا مطلب: خُذْ ہے۔ هَاءُ مَا کا مطلب: خُذَا ہے۔ هَآؤُمُ کا مطلب: خُذُوْا ہے۔ یہ اسم فعل ہے۔ کبھی یہ صریح فعل ہوتا ہے اس کے ساتھ ضمائر بارزہ مرفوعہ ملنے کے ساتھ، اس میں تین لغات ہیں جیسا کہ علم الاعراب میں معروف ہے۔

كِتٰبِيَهْ: اللہ کے فرمان اقْرَءُوْا کا معمول ہے، کیونکہ دو فعلوں میں سے یہ زیادہ قریب ہے۔ هَآؤُمُ کا معمول محذوف ہے، اس پر هَآؤُمُ کا معمول دلالت کرتا ہے۔ تقدیری عبارت یوں ہے: آؤ میری کتاب پر، پڑھو میری کتاب کو۔ كِتٰبِيَهْ، حِسَابِيَهْ، سُلْطٰنِيَهْ اور مَالِيَهْ میں هاء سکتہ کی هاء ہے۔ جمہور نے ان میں هاء کو وقف اور وصل کے طور پر ثابت رکھ کے پڑھا ہے، تاکہ قرآن کے خط کے موافق ہو، اگر ایسا نہ ہوتا تو وصل میں حذف کیا جاتا، جیسے هاء سکتہ کی حالت ہوتی ہے۔ ابوعبید نے اختیار کیا ہے کہ ان پر عمداً وقف کیا جائے تاکہ سکت کے الحاق میں لغت کے موافق ہو جائے اور خط کے موافق بھی ہو جائے، مراد قرآن پاک کا خط ہے۔

ابن محیصن، ابن ابی اسحاق، حمید، مجاہد، اعمش اور یعقوب نے اس کو حذف کر کے پڑھا ہے، وصل کے طور پر، اور ان تمام الفاظ میں اس کو ثابت کیا ہے وقف کے طور پر۔ یہ قراءت حمزہ سے مروی ہے، ابوحمزہ نے اس قراءت کو لغت کی اتباع میں اختیار کیا ہے، ابن محیصن سے مروی ہے کہ انہوں نے اس کو حذف کر کے وقف اور وصل کے ساتھ پڑھا ہے۔

اِنِّيْ ظَنَنْتُ اَنِّيْ مُلٰقٍ حِسَابِيَهْ ۝: یعنی میں نے جان لیا اور دنیا میں یقین کر لیا کہ آخرت میں میرا حساب لیا جائے گا۔ ایک قول ہے: مطلب یہ ہے کہ مجھے امید تھی کہ اللہ میری کوتاہیوں پر مواخذہ فرمائے گا، لیکن اس نے اپنی معافی کے ساتھ مجھ پر فضل فرمایا اور میرا مواخذہ نہیں کیا۔ ضحاک کہتے ہیں: قرآن میں ہر ظن جو مومن کی طرف سے ہو وہ یقین ہے، اور کافر کی طرف سے ہو تو شک ہے۔ مجاہد کہتے ہیں: آخرت کا ظن یقین ہے اور دنیا کا ظن شک

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ حسن اس آیت کے بارے میں فرماتے ہیں: مومن اپنے رب پر حسن ظن رکھتا ہے، لہٰذا: آخرت کے لیے حسن عمل کرتا ہے۔ کافر اپنے رب کے بارے میں برا گمان رکھتا ہے، لہٰذا: عمل برے کرتا ہے۔

ایک قول ہے کہ یہاں ظن سے تعبیر یہ بتانا ہے کہ اعتقاد میں وہ چیزیں قدغن نہیں لگاتیں جو انسان کے ذہن میں خطرات آتے ہیں، جو علوم نظریہ میں اکثر لازم ہوتے رہتے ہیں، ختم نہیں ہوتے۔

فَهُوَ فِيْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ ۙ﴿۲۱﴾: یعنی پسندیدہ زندگی نا کہ ناپسندیدہ۔ یا رضا والی۔ یا وہ بندہ اس پر راضی ہوگا۔ ابوعبیدہ اور فراء کہتے ہیں: راضیہ کا مطلب مرضیہ ہے، جیسے اللہ کے فرمان: مَّآءٍ دَافِقٍ میں ہے یعنی مدفوق۔ زندگی کی نسبت اس زندگی والے کے حساب سے کر دی گئی، یہ مجازی نسبت ہے۔

فِيْ جَنَّةٍ عَالِيَةٍ ۙ﴿۲۲﴾: یعنی اونچی جگہ والی کیونکہ وہ آسمان میں ہے، یا اونچی منازل والی، یا دلوں میں عظیم تر۔

قُطُوْفُهَا دَانِيَةٌ ﴿۲۳﴾: قطوف قطف کی جمع ہے، قاف پر زیر ہے، مراد وہ پھل ہیں جو اتارے جاتے ہیں۔ قطف قاف پر زبر کے ساتھ مصدر ہے، قطاف قاف پر زبر اور زیر کے ساتھ، پھل اتارنے کا وقت ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ان کے پھل قریب ہوں گے جو انہیں اتارنا چاہے کھڑا بیٹھا یا لیٹا ہوا۔

كُلُوْا وَاشْرَبُوْا: یعنی انہیں کہا جائے گا، تم جنت میں کھاؤ اور پیو۔

هَنِيْٓـًٔا: یعنی کھانا اور پینا خوش دلی سے، اس میں کوئی تلخی اور تشنگی نہ ہوگی۔

بِمَآ اَسْلَفْتُمْ فِي الْاَيَّامِ الْخَالِيَةِ ﴿۲۴﴾: یعنی اس سبب سے جو تم نے دنیا میں اعمال صالحہ آگے بھیجے۔ مجاہد کہتے ہیں: وہ روزوں کے دن ہیں۔

وَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِشِمَالِهٖ ۙ فَيَقُوْلُ: غم و تکلیف کے ساتھ جب وہ اپنے گناہ دیکھے گا تو کہے گا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

يٰلَيْتَنِيْ لَمْ اُوْتَ كِتٰبِيَهْ ۚ: یعنی مجھے میرا نامہ اعمال نہ دیا جاتا۔

وَلَمْ اَدْرِ مَا حِسَابِيَهْ ۚ: یعنی مجھے معلوم نہ ہوتا کہ میرا حساب کیا چیز ہے، کیونکہ وہ سب اس کے خلاف ہے۔

يٰلَيْتَهَا كَانَتِ الْقَاضِيَةَ ۚ: یعنی کاش کہ جو موت میں مرا تھا، وہ فیصلہ کن ہوتی اور میں اس کے بعد زندہ نہ کیا جاتا۔ قَاضِيَه کا مطلب، حیات کو کاٹنے والی ہے، مطلب یہ ہے کہ وہ موت کی ہمیشگی کی آرزو کرے گا اور نہ اٹھائے جانے کی جب وہ اپنے برے عمل اور ان کے انجام میں عذاب کو دیکھے گا۔

يٰلَيْتَهَا میں ضمیر اس موت کی طرف لوٹ رہی ہے جو موت وہ مر چکا تھا، گو کہ اس کا ذکر نہیں ہے، کیونکہ اس کا ظاہر ہونا اس کے مذکور ہونے کی طرح ہے۔ قتادہ کہتے ہیں: وہ موت کی تمنا کرے گا حالانکہ دنیا میں اس کے نزدیک اس سے بڑھ کر کوئی چیز ناپسندیدہ نہیں تھی، اور موت سے بھی بدتر وہ عذاب ہے جس سے وہ موت طلب کرتا ہے۔ ایک قول ہے کہ ضمیر اس حالت کی طرف لوٹ رہی ہے جو اس نے نامہ اعمال کے مطالعہ کے وقت دیکھی، معنیٰ یہ ہے کہ کاش یہ حالت ہی موت ہو جاتی جو میرے خلاف فیصلہ کن ہوتی۔

مَآ اَغْنٰى عَنِّيْ مَالِيَهْ ۚ: یعنی اس نے مجھ سے اللہ کے عذاب سے کچھ بھی دور نہ کیا اس طرح مَا نافیہ ہوگا۔ یا استفہامیہ، تو پھر مطلب ہوگا کہ میرے مال میں سے کس چیز نے مجھے فائدہ دیا ہے۔

هَلَكَ عَنِّيْ سُلْطٰنِيَهْ ۚ: یعنی میری دلیل مجھ سے ہلاک ہوگئی اور مجھ سے گم ہوگئی۔ ایسے ہی مجاہد، عکرمہ، سُدی اور ضحاک نے کہا ہے۔ ابن زید نے کہا ہے: مراد میری وہ سلطنت ہے جو دنیا میں تھی جو کہ بادشاہت ہے ایک قول ہے کہ میرے اعضاء پر جو میرا تسلط تھا۔ مقاتل کہتے ہیں: یعنی جب اس کے خلاف اس کے اعضاء شرک کی گواہی دیں گے۔

اور اس وقت ہی اللہ عزوجل فرمائیں گے: خُذُوْهُ فَغُلُّوْهُ یعنی اس کے ہاتھ اس کی گردن کے ساتھ ہتھکڑیوں سے باندھ دو۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ثُمَّ الْجَحِيْمَ صَلُّوْهُ ۞: یعنی اس کو جہنم میں داخل کرو، مطلب یہ ہے کہ اس کو جحیم کے علاوہ کہیں نہ لے جاؤ جو کہ بہت بڑی آگ ہے۔

ثُمَّ فِيْ سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا سَبْعُوْنَ ذِرَاعًا فَاسْلُكُوْهُ ۞: سلسلہ منظم کڑیوں کو کہتے ہیں اور اس کا ذرع اس کا طول ہے۔ حسن کہتے ہیں: اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ اس کا ذرع (گز) کس مقدار کا ہوگا، نوف شامی کہتے ہیں: ہر ذراع ستر باع کا ہوگا اور ہر باع تجھ سے اور مکہ سے درمیانی علاقے سے بھی لمبا ہوگا، اور نوف رحبہ کوفہ میں رہتے تھے۔ مقاتل کہتے ہیں: اگر اس کی ایک کڑی کو کسی پہاڑ کی چوٹی پر رکھا جائے تو وہ پگھل جائے جیسے سیسہ پگھلتا ہے۔

فَاسْلُكُوْهُ کا مطلب ہے: اس کو اس میں پرو دو، سلکته الطریق کہتے ہیں جب تم اسے راہ پر ڈال دو۔ سفیان کہتے ہیں: ہمیں روایت پہنچی ہے کہ وہ اس کی دبر میں داخل ہوگی اور اس کے منہ سے نکلے گی۔ کلبی کہتے ہیں: وہ پروئی ہوگی جیسے موتیوں میں دھاگا پرو دیا جاتا ہے۔ سوید بن ابی نجیح کہتے ہیں: مجھے روایت پہنچی ہے کہ تمام اہل جہنم اس زنجیر میں پروئے ہوں گے۔ سِلْسِلَةٍ کو مقدم کیا ہے، کیونکہ اس پر اختصاص کی دلیل ہے، جیسے الْجَحِيْمَ کو مقدم کیا گیا ہے۔

اِنَّهٗ كَانَ لَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ ۞: کا جملہ اپنے ماقبل کی علت بتا رہا ہے۔

وَلَا يَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ ۞: یعنی وہ غریب کو کھلانے پر ترغیب نہیں دیتا، اپنے مال سے، یا وہ دوسرے کو اسے کھلانے پر نہیں ابھارتا، طَعَام کو اِطْعَام کی جگہ پر رکھا گیا ہے جیسے عَطَاءٌ کو اِعْطَاءٌ کی جگہ پر رکھا جاتا ہے، جیسے شاعر نے کہا ہے:

اكفر بعد رد منوتی عنی
وبعد عطائك المئة الرتاعا

''کیا میرا احسان واپس کرنے کے بعد مجھ سے ہی کفر، اور تجھے سو خوشحالیاں عطاء کرنے کے بعد بھی۔''

اس شعر میں عطاء کا مطلب اعطاء ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یہ بھی جائز ہے کہ طعام کا معنیٰ مصدر کے قائم مقام معنی والا نہ ہو۔ مطلب یہ ہے کہ وہ خود کو اور دوسرے کو مساکین پر مال خرچ کرنے کی ترغیب نہیں دیتا، اس طرح عبارت بنا کر اللہ پر ایمان چھوڑنے کا ایک قرینہ دیا گیا ہے جو مساکین پر صدقہ کی ترغیب نہ ہونے سے ہے، ان کا فاقہ ختم کرنے سے، خود کو اور لوگوں کو اس پر ترغیب دینے سے ہے، یہ اسلوب زیادہ بلیغ دلالت کرتا ہے اور زیادہ کامل فائدہ دیتا ہے کہ ان کو روکنا جرائم میں سب سے بڑا اور گناہوں میں سب سے شدید ہے۔

فَلَيْسَ لَهُ الْيَوْمَ هٰهُنَا حَمِيْمٌ ﴿٣٥﴾: یعنی اس کے لیے آخرت میں روز قیامت کوئی قریبی نہیں ہوگا جو اسے نفع دے یا اس کی سفارش کرے، کیونکہ اس دن قریب اپنے قریب سے بھاگے گا اور حبیب اپنے حبیب سے راہ فرار اختیار کرے گا۔

وَّلَا طَعَامٌ اِلَّا مِنْ غِسْلِيْنٍ ﴿٣٦﴾: یعنی اس کا کوئی کھانا نہ ہوگا جسے وہ کھائے سوائے اہل نار کی پیپ کے، جو ان کے جسموں سے خون اور پیپ وغیرہ نکلے گی۔

غِسْلِيْنٍ غسل سے فعلین کے وزن پر ہے۔ ضحاک اور ربیع بن انس کہتے ہیں: وہ ایک درخت ہے جسے اہل جہنم کھائیں گے۔ قتادہ کہتے ہیں: وہ بدترین کھانا ہے۔ ابن زید کہتے ہیں: یہ کیا ہے اور زقوم کیا ہے، ان کا علم اللہ کے سوا کسی کو نہیں ہے، ایک اور مقام پر اللہ نے فرمایا: لَيْسَ لَهُمْ طَعَامٌ اِلَّا مِنْ ضَرِيْعٍ۔ جائز ہے کہ ضَرِيْعٍ، غِسْلِيْنٍ ہی ہو۔ ایک قول ہے کہ کلام میں تقدیم وتاخیر ہے، مطلب یہ ہے کہ ان کے لیے آج یہاں پر حَمِيْمٌ میں سے غِسْلِيْنٍ کے علاوہ کوئی کھانا نہیں ہوگا، اس کی بنیاد یہ ہے کہ یہاں حَمِيْمٌ سے مراد گرم پانی ہوگا۔

لَّا يَاْكُلُهٗٓ اِلَّا الْخَاطِـُٔوْنَ ﴿٣٧﴾: یہ غِسْلِيْنٍ کی صفت ہے، مراد خطاؤں والے اور گناہوں والے لوگ ہیں۔ کلبی کہتے ہیں: مراد شرک ہے۔ جمہور نے خَاطِئُوْنَ کو مہموز پڑھا ہے، یہ خَطِئَ سے اسم فاعل ہے اور اس کا مطلب ہے کہ کوئی بندہ عمداً غیر درست کام کرے، مُخْطِئُ وہ ہے جو اسے جان بوجھ کر نہ کرے۔

زہری، طلحہ بن مصرف اور حسن نے خَاطِيُوْنَ ہمزہ کے بدلے یاء کے ساتھ پڑھا ہے،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نافع سے ایک روایت میں ہے کہ انہوں نے ہمزہ کے بغیر ہی طاء پر پیش پڑھی ہے۔ ❶

فَلَآ أُقْسِمُ بِمَا تُبْصِرُوْنَ ۙ وَمَا لَا تُبْصِرُوْنَ ۙ: یہ مشرکین کے کلام کا رد ہے، گویا کہ فرمایا: معاملہ اس طرح نہیں ہے جیسے تم کہتے ہو۔ لَا زائدہ ہے، مقدر عبارت یوں ہے کہ میں ان کی قسم کھاتا ہوں جن کا تم مشاہدہ کرتے ہو اور ان کی بھی جن کا تم مشاہدہ نہیں کرتے۔ قتادہ کہتے ہیں: میں تمام اشیاء کی قسم کھاتا ہوں جو ان میں سے نظر آتی ہیں اور جو نظر نہیں آتیں۔ اس میں تمام مخلوقات شامل ہو جائیں گی۔ ایک قول ہے کہ لَا زائدہ نہیں ہے بلکہ یہ قسم کی نفی کے لیے ہے، مطلب ہے کہ اس معاملے میں حق واضح ہونے کی وجہ سے میں مقسم کی ضرورت ہی نہیں سمجھتا، پہلا مفہوم زیادہ مناسب ہے۔

إِنَّهُ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ ۙ: یعنی بے شک قرآن ایک معزز رسول کی تلاوت ہے، اگر رسول سے مراد حضرت محمد ﷺ ہوں، یا یہ ایسا قول ہے جو ایک معزز پیغامبر پہنچاتا ہے۔ حسن، کلبی اور مقاتل کہتے ہیں: اس سے مراد حضرت جبرئیل ہیں، اس کی دلیل اللہ کا فرمان: إِنَّهُ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ ۙ ذِيْ قُوَّةٍ عِنْدَ ذِي الْعَرْشِ مَكِيْنٍ ۙ ہے۔

بہر حال! قرآن حضرت محمد ﷺ کے قول سے نہیں ہے اور نہ ہی یہ جبرئیل علیہ السلام کے قول سے ہے، بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کے قول سے ہے، تو یہاں لازماً تلاوت یا تبلیغ کو مقدر ماننا جائے گا۔

وَّمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ ۭ: جیسے تم گمان کرتے ہو، کیونکہ یہ شعر کے اصناف میں سے نہیں ہے اور نہ ہی یہ اس کے مشابہ ہے۔

قَلِيْلًا مَّا تُؤْمِنُوْنَ ۙ: یعنی کم ایمان جو تم رکھتے ہو اور معمولی تصدیق جو تم کرتے ہو اور مَا زائدہ ہے۔

وَلَا بِقَوْلِ كَاهِنٍ ۭ: جیسے تم گمان کرتے ہو، کیونکہ کہانت دیگر معاملہ ہے اس کے اور اس کے درمیان کوئی چیز جامع نہیں ہے۔

قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ۭ: یعنی کم تذکر یا تھوڑا وقت تم تذکر کرتے ہو، مَا زائدہ ہے،

❶ یعنی خَاطُوْنَ پڑھا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دونوں مقامات پر قلت کا مطلب نفی ہے، یعنی تم سرے سے ہی نہ ایمان لاتے ہو اور نہ نصیحت پکڑتے ہو۔

تَنْزِيْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۴۳﴾: جمہور نے رفع کے ساتھ پڑھا ہے، اس بنیاد پر کہ یہ مبتداء محذوف کی خبر ہے، یعنی وہ تنزیل ہے۔ ابو السمال نے فعل مضمر مان کر مصدری طور پر اسے منصوب پڑھا ہے، یعنی نزل تنزیل۔ مطلب یہ ہے کہ یہ ایک معزز پیغامبر کا قول ہے، لیکن یہ رب العالمین کی طرف سے اس کی زبان پر جاری کردہ ہے۔

وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِيْلِ ﴿۴۴﴾: یعنی اگر وہ پیغامبر بات خود گھڑ لے وہ حضرت محمد ﷺ ہیں یا جبرئیل جیسا کہ گزر چکا۔ تقول کا مطلب تکلف سے بات بنانا ہے، مطلب یہ ہے کہ اگر وہ اس کا تکلف کرے اور اپنی طرف سے اسے بنائے، جھوٹ گھڑ لینے کو تقول کا نام دیا گیا ہے کیونکہ یہ ایک متکلف کا قول ہے، ہر جھوٹا شخص اپنے جھوٹ میں تکلف کرتا ہے۔ جمہور نے تَقَوَّلَ فاعل کے طور پر پڑھا ہے۔ ایک قراءت مفعول کے طور پر ہے۔ [1] اس پر بَعْضَ مرفوع ہوگا، ابن ذکوان نے وَلَوْ يَقُوْلُ مضارع کا صیغہ پڑھا ہے۔ اَقَاوِيل اقوال کی جمع ہے جبکہ اقوال قول کی جمع ہے۔

لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِيْنِ ﴿۴۵﴾: یعنی اس کے دائیں ہاتھ سے۔ ابن جریر کہتے ہیں: یہ کلام لوگوں کے ہاں عادتاً بہت مستعمل بات کے قائم مقام ہے کہ جس کو سزا دینی ہے اسے ہاتھ سے پکڑنا ہے۔ فراء، مبرد، زجاج اور ابن قتیبہ کہتے ہیں: لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِيْنِ یعنی قوت اور قدرت کے ساتھ۔ ابن قتیبہ نے کہا: یمین کو قوت کے قائمقام بنایا کیونکہ ہر چیز کی قوت اس کے دائیں میں ہے، اسی سے شاعر کا قول ہے:

اذا ما راية نصبت لمجد

تلقاها عرابة باليمين

"جب کبھی بزرگی کے لیے کوئی جھنڈا نصب کیا جاتا ہے، عرب لوگ اس کو بڑی قوت

[1] یعنی تقول فعل ماضی مجہول پڑھا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے ساتھ اٹھاتے ہیں۔"[1]

دوسرے شاعر کا قول ہے:

ولما رایت الشمس اشرق نورها

تناولت منها حاجتی بیمینی

"جب میں نے سورج کو دیکھا کہ اس کی روشنی چمکنے لگی، میں نے اس سے اپنی حاجت کو اپنی قوت کے ساتھ لیا۔"

ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِيْنَ ﴿۴۶﴾: وتین ایک رگ ہے جو کمر میں چلتی ہے حتیٰ کہ دل کے ساتھ جا ملتی ہے، یہ اس کو ہلاک کرنے کا تصور ہے جو اس سے بڑھ کر گھبراہٹ میں ڈالنے والا ہے جس طرح بادشاہ اس شخص کے ساتھ کرتے ہیں، جس پر وہ غصہ کرتے ہیں۔ واحدی کہتے ہیں: مفسرین کا قول ہے کہ یہ دل سے متصل موٹی رگ ہے۔ انتہی

اسی سے شاعر کا قول ہے:

اذا بلغتنی وحملت رحلی

عرابة فاشرقی بدم الوتین

"جب تو نے مجھے پہنچایا اور میری سواری کو اٹھایا، عرابہ تک تو تو دل کی رگ کے خون کے ساتھ روشن کر۔"

فَمَا مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ عَنْهُ حٰجِزِيْنَ ﴿۴۷﴾: یعنی تم میں سے کوئی نہیں ہے جو ہمیں اس سے روکے اور ہمیں اس سے دور ہٹائے، پس وہ کیسے اللہ پر جھوٹ کا تکلف تمہاری وجہ سے کر سکتا ہے، جب اسے معلوم بھی ہے کہ اگر اس نے یہ تکلف کیا تو ہم اسے ضرور سزا دیں گے اور تم اس سے ہٹانے کی قدرت بھی نہ رکھو گے۔ حَجَزَ منع کو کہتے ہیں: حَاجِزِيْنَ، اَحَدٍ کی صفت ہے، یا روکنے والے مَا کی خبر ہے۔

وَ اِنَّهٗ لَتَذْكِرَةٌ لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿۴۸﴾: یعنی قرآن اہل تقویٰ کے لیے ضرور یاد دہانی ہے، کیونکہ

[1] عرابہ خاتون کا نام بھی ہو سکتا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وہی اس سے فائدہ اٹھانے والے ہیں۔

وَاِنَّا لَنَعْلَمُ اَنَّ مِنْكُمْ مُّكَذِّبِيْنَ ۝: یعنی تم میں سے بعض قرآن کو جھٹلاتا ہے، پس ہم انہیں اس پر سزا دیں گے، اس میں ایک سخت وعید ہے۔

وَ اِنَّهٗ لَحَسْرَةٌ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ۝: یعنی قرآن کافروں پر روزِ قیامت ضرور حسرت اور ندامت ہوگا، جب وہ مومنوں کا ثواب دیکھیں گے۔ ایک قول ہے کہ یہ دنیا میں ان کے لیے حسرت ہے کہ وہ اس کے مقابلے پر قادر نہ ہو سکے جب انہیں اس جیسی ایک سورت لانے کا چیلنج کیا گیا۔

وَ اِنَّهٗ لَحَقُّ الْيَقِيْنِ ۝: یعنی قرآن اللہ کی طرف سے ہونے میں حق ہے، اس بارے میں کوئی شبہ وارد نہیں ہو سکتا، نہ اس تک کوئی شک راہ پکڑتا ہے۔

فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ ۝: یعنی اس کو پاک قرار دو اس چیز سے جو اس کی شان کے لائق نہیں ہے، ایک قول ہے کہ تم اپنے رب کے لیے نماز پڑھو، لیکن پہلا قول زیادہ مناسب ہے۔

ابن جریر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اللہ کے فرمان: اِنِّيْ ظَنَنْتُ کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: میں نے یقین کر لیا۔ سعید بن منصور اور ابن ابی حاتم نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے، فرمایا: قُطُوْفُهَا دَانِيَةٌ اس کا معنیٰ قریب ہے۔ ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید اور ابن المنذر نے حضرت براء رضی اللہ عنہ سے اس آیت کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: آدمی کھڑا ہو کر اس کے پھل پکڑ لے گا۔

ابن ابی حاتم اور بیہقی نے کتاب البعث والنشور میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اللہ کے فرمان فَاسْلُكُوْهُ کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: زنجیر جو اس کی دبر میں داخل ہوگی پھر اس کے منہ سے نکلے گی، پھر پروئے جائیں گے جیسے ٹڈیاں تہنی پر ترتیب میں ہوتی ہیں، پھر اسے بھونا جائے گا۔

ابو عبید، عبد بن حمید اور ابن المنذر نے حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے، فرماتے ہیں:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اللہ کی ایک زنجیر ہے، اس سے آگ کی ہنڈیاں ابل رہی ہیں، جب سے اللہ نے جہنم کو پیدا کیا ہے اور لوگوں کی گردنوں تک پہنچنے تک وہ بھڑکتی رہے گی، اللہ نے ہمارے، اللہ عظیم پر ایمان لانے کے سبب سے، ہمیں اس کے آدھے عذاب سے نجات دے دی ہے، تو اے ام الدرداء! تم مساکین کے کھانے پر ترغیب دیا کرو۔

عبد بن حمید، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے عکرمہ کی سند سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے، فرمایا: غسلین کا ایک ڈول دنیا میں گرایا جائے تو وہ ضرور اہل دنیا کو بدبودار کر دے گا۔

ابن المنذر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے، فرمایا: غسلین اہل جہنم کے کھانوں میں سے ایک کھانے کا نام ہے۔

ابن جریر نے انہی سے فَلَآ أُقْسِمُ بِمَا تُبْصِرُونَ ۝ وَمَا لَا تُبْصِرُونَ ۝ کے متعلق نقل کیا ہے، فرماتے ہیں: جو تم دیکھتے ہو اور جو تم نہیں دیکھتے۔ عبد بن حمید اور ابن المنذر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اللہ کے فرمان: لَأَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِينِ کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: قدرت کے ساتھ۔

عبد بن حمید اور ابن المنذر نے انہی سے الْوَتِينَ کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: یہ دل کی رگ ہے۔

فریابی، سعید بن منصور، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور حاکم نے انہی سے نقل کیا ہے، فرمایا: الْوَتِينَ دل کے ساتھ موٹی رگ ہے۔

ابن المنذر اور حاکم نے انہی سے نقل کیا ہے، اور اسے صحیح بھی کہا ہے، فرمایا: وہ دل کی رگ ہے جو پشت کی طرف جاتی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سورۃ المعارج

اس کو سورت سَاَلَ سَآئِلٌ بھی کہا جاتا ہے، یہ چوالیس آیات ہیں، اور یہ مکی سورت ہے، قرطبی نے فرمایا: اس پر اتفاق ہے۔ ابن ضریس، نحاس اور ابن مردویہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے، فرمایا: سورت سَاَلَ مکہ میں نازل ہوئی۔

ابن مردویہ نے حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما سے اسی طرح نقل کیا ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○ سَاَلَ سَآئِلٌۢ بِعَذَابٍ وَّاقِعٍ ۙ﴿۱﴾ لِّلْكٰفِرِيْنَ لَيْسَ لَهٗ دَافِعٌ ۙ﴿۲﴾ مِّنَ اللّٰهِ ذِي الْمَعَارِجِ ﴿۳﴾ تَعْرُجُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ اِلَيْهِ فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ ﴿۴﴾ فَاصْبِرْ صَبْرًا جَمِيْلًا ﴿۵﴾ اِنَّهُمْ يَرَوْنَهٗ بَعِيْدًا ﴿۶﴾ وَّنَرٰىهُ قَرِيْبًا ﴿۷﴾ يَوْمَ تَكُوْنُ السَّمَآءُ كَالْمُهْلِ ﴿۸﴾ وَتَكُوْنُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ ﴿۹﴾ وَلَا يَسْـَٔلُ حَمِيْمٌ حَمِيْمًا ﴿۱۰﴾ يُّبَصَّرُوْنَهُمْ ؕ يَوَدُّ الْمُجْرِمُ لَوْ يَفْتَدِيْ مِنْ عَذَابِ يَوْمِئِذٍۭ بِبَنِيْهِ ﴿۱۱﴾ وَصَاحِبَتِهٖ وَاَخِيْهِ ﴿۱۲﴾ وَفَصِيْلَتِهِ الَّتِيْ تُـْٔوِيْهِ ﴿۱۳﴾ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ۙ ثُمَّ يُنْجِيْهِ ﴿۱۴﴾ كَلَّا ؕ اِنَّهَا لَظٰى ﴿۱۵﴾ نَزَّاعَةً لِّلشَّوٰى ﴿۱۶﴾ تَدْعُوْا مَنْ اَدْبَرَ وَتَوَلّٰى ﴿۱۷﴾ وَجَمَعَ فَاَوْعٰى ﴿۱۸﴾

اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔ ایک سوال کرنے والے نے اس عذاب کے متعلق سوال کیا جو واقع ہونے والا ہے۔ کافروں پر، اسے کوئی ہٹانے والا نہیں۔ اللہ کی طرف سے، جو سیڑھیوں والا ہے۔ فرشتے اور روح اس کی طرف چڑھتے ہیں، (وہ عذاب) ایک ایسے دن میں (ہوگا) جس کا اندازہ پچاس ہزار سال ہے۔ پس تو صبر کر، بہت اچھا صبر۔ بے شک وہ اسے دور خیال کر رہے ہیں۔ اور ہم اسے قریب دیکھ رہے ہیں۔ جس دن آسمان پگھلے ہوئے تانبے کی طرح ہو جائے گا۔ اور پہاڑ رنگین اون کی طرح ہو جائیں گے۔ اور کوئی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دلی دوست کسی دلی دوست کو نہیں پوچھے گا۔ حالانکہ وہ انھیں دکھائے جا رہے ہوں گے۔ مجرم چاہے گا کاش کہ اس دن کے عذاب سے (بچنے کے لیے) فدیے میں دے دے اپنے بیٹوں کو۔ اور اپنی بیوی اور اپنے بھائی کو۔ اور اپنے خاندان کو، جو اسے جگہ دیا کرتا تھا۔ اور ان تمام لوگوں کو جو زمین میں ہیں، پھر اپنے آپ کو بچا لے۔ ہرگز نہیں! یقیناً وہ (جہنم) ایک شعلہ مارنے والی آگ ہے۔ منہ اور سر کی کھال کو اتار کھینچنے والی ہے۔ وہ (ہر) اس شخص کو پکارے گی جس نے پیٹھ پھیری اور منہ موڑا۔ اور (مال) جمع کیا اور اسے بند رکھا۔

اللہ کا فرمان ہے: سَاَلَ سَآئِلٌ جمہور نے سَاَلَ ہمزہ کے ساتھ پڑھا ہے، نافع اور ابن عامر نے بغیر ہمزہ کے پڑھا ہے، جس نے ہمزہ پڑھا تو یہ لفظ سوال سے ماخوذ ہوگا جو کہ ایک مشہور لغت ہے، یہ اپنے اندر دعا کا معنیٰ رکھتا ہے، اس لیے باء کے ساتھ متعدی ہوتا ہے جیسے تم کہو: دَعَوْتُ کَذَا معنیٰ یہ ہے کہ ایک دعا کرنے والے نے اپنے نفس کے خلاف واقع ہونے والے عذاب کی بددعا کی ہے، جائز ہے کہ یہ اپنی اصل پر ہو، بَاءْ عَنْ کے معنیٰ میں ہے جیسے اللہ کے فرمان فَسْئَلْ بِهٖ خَبِيْرًا میں ہے۔

جس نے ہمزہ نہیں پڑھا تو اس کے نزدیک یہ ہمزہ کو تخفیف کے لیے الف میں بدلنے کے باب سے ہے، پھر اس کا معنیٰ وہی ہوگا جو ہمزہ پڑھنے والوں کی قراءت کا معنیٰ ہے۔

یا یہ سَيَلَانٌ سے ہے، پھر مطلب ہوگا کہ جہنم میں ایک وادی بہہ پڑی جسے سائل کہا جاتا ہے، جیسے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے۔ اس کی تائید حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی قراءت سَالَ يَسِيْلُ بھی کرتی ہے، ایک قول ہے کہ سَاَلَ اِلْتَمَسَ کے معنیٰ میں ہے، پھر مطلب یہ ہوگا کہ ایک التماس کرنے والے نے کفار کے لیے عذاب کی التماس کی ہے، اس طرح باء زائدہ ہوگا جیسے اللہ کے فرمان: تَنْبُتُ بِالدُّهْنِ میں ہے، پہلی وجہ زیادہ واضح ہے۔

اخفش کہتے ہیں: يُقَالُ خَرَجْنَا نَسْأَلُ عَنْ فُلَانٍ وَبِفُلَانٍ ابوعلی الفارسی کہتے ہیں: اگر یہ سوال سے ہو تو اس کی اصل یہ ہے کہ یہ دو مفعولوں کی طرف متعدی ہوتا ہے، ان میں سے ایک پر اکتفاء بھی جائز ہے، اس کی طرف متعدی ہونا حرف جر کے ساتھ ہوتا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یہ سوال کرنے والا نضر بن حارث تھا، جب اس نے کہا: ''اے اللہ! اگر یہ تیری طرف سے حق ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا، یا ہم پر دردناک عذاب لے آ۔'' یہ جنگ بدر کے دن قابو کر کے مارا گیا۔ ایک قول ہے کہ یہ ابوجہل ہے۔ ایک قول ہے کہ حارث بن نعمان فہری مراد ہے، پہلا زیادہ مناسب ہے، جیسا کہ آگے آتا ہے۔

حضرت ابی اور ابن مسعود رضی اللہ عنہما نے سَاَلَ سَاَلٌ پڑھا ہے۔ جیسے مَاَلَ مَاَلٌ ہے، اس کی اصل سائل ہے، عین کلمہ کو تخفیف کے طور پر حذف کر دیا گیا، جیسے شائك السلاح میں شاك کہا جاتا ہے۔ ایک قول ہے کہ سائل حضرت نوح علیہ السلام ہیں، انہوں نے کافروں کے لیے عذاب کا سوال کیا تھا، ایک قول ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، آپ نے ان پر عقاب کا سوال کیا تھا۔

اللہ کا فرمان ہے: بِعَذَابٍ وَّاقِعٍ یعنی یا دنیا میں، جیسے یوم بدر میں، یا آخرت میں۔

لِّلْكٰفِرِيْنَ: عذاب کی ایک اور صفت ہے، یعنی کافروں کے لیے ہونے والا ہے، وَاقِعٌ کا متعلق ہے، لام علت کے لیے ہے، یا یہ سَاَلَ کا متعلق ہے، اس لیے کہ یہ اپنے اندر دعا کا معنیٰ رکھتا ہے۔

یا یہ محل رفع میں ہے، مقدر عبارت هُوَ لِلْكَافِرِيْنَ ہوگی، یا لام بمعنیٰ عَلٰی ہے، اس کی تائید حضرت ابی رضی اللہ عنہ کی قراءت بِعَذَابٍ وَاقِعٍ عَلَى الْكَافِرِيْنَ بھی کرتی ہے۔

فراء کہتے ہیں: تقدیر یہ ہے بِعَذَابٍ لِلْكَافِرِيْنَ واقع بهم، اس میں الواقع العذاب کی صفت سے ہے۔

لَيْسَ لَهٗ دَافِعٌ ۙ﴿۲﴾: عذاب کی ایک اور صفت ہے، یا اس سے حال ہے یا جملہ مستانفہ ہے، معنیٰ یہ ہے کہ یہ واقع ہونے والا عذاب کوئی دور کرنے والا نہیں ہے۔

مِّنَ اللّٰهِ: یہ وَاقِعٌ کا متعلق ہے، یعنی یہ اللہ پاک کی طرف سے واقع ہونے والا ہے، یا یہ دَافِعٌ کے متعلق ہے، یعنی اس بلند ذات کی طرف سے اس کو کوئی دور کرنے والا نہ ہے۔

ذِي الْمَعَارِجِ ۭ﴿۳﴾: یعنی ان درجات والا، جن پر فرشتے چڑھتے ہیں۔ کلبی کہتے ہیں: وہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آسمان ہیں، ان کا نام معارج رکھا، کیونکہ ملائکہ ان پر چڑھتے ہیں، ایک قول ہے کہ معارج اللہ پاک کے اپنی مخلوق پر انعامات کے مراتب ہیں، ایک قول ہے کہ عظمت کے معارج، ایک قول ہے کہ بالاخانے، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے ذِیْ الْمَعَارِیْجِ یاء کے اضافے کے ساتھ پڑھا ہے، معارج اور معاریج کہا جاتا ہے، جیسے مفاتح اور مفاتیح ہے۔

تَعْرُجُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ اِلَيْهِ: یعنی ان معارج پر چڑھتے ہیں جو اللہ نے ان کے لیے بنائے ہیں۔ جمہور نے تَعْرُجُ تاء کے ساتھ پڑھا ہے، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ، ان کے اصحاب، کسائی اور سلمی نے یَعْرُجُ پڑھا ہے۔ الروح حضرت جبریل علیہ السلام ہیں۔ ملائکہ کے بعد ان کا الگ ذکر ان کی عزت کی وجہ سے کیا گیا ہے، اس کی تائید اللہ کے فرمان نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ سے بھی ہوتی ہے۔ ایک قول ہے کہ یہاں حضرت جبرئیل علیہ السلام کے علاوہ ایک اور عظیم فرشتہ مراد ہے۔ ابو صالح کہتے ہیں: یہ انسانوں کی طرح اللہ کی مخلوقات میں سے ایک مخلوق ہیں، وہ انسانوں میں سے نہیں ہیں۔ قبیصہ بن ذویب نے کہا: وہ میت کی روح ہے، جب قبض کی جاتی ہے، پہلا معنیٰ زیادہ مناسب ہے۔

اِلَيْهِ کا مطلب ہے کہ اس جگہ کی طرف جہاں ان کی انتہاء ہوتی ہے، ایک قول ہے کہ اس کے عرش کی طرف، ایک قول ہے کہ یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قول اِنِّیْ ذَاهِبٌ اِلٰى رَبِّیْ کی طرح ہے، یعنی جس جگہ مجھے میرا رب حکم فرمائے گا۔

فِیْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ ۚ: ابن اسحٰق، کلبی اور وہب بن منبہ کہتے ہیں: یعنی فرشتے چڑھتے ہیں اس جگہ کی طرف جو ان کا محل ہے اس وقت میں کہ جس کی مقدار اگر ان کے علاوہ کوئی چڑھے تو پچاس ہزار سال ہوگی، یہی مجاہد کا قول ہے۔ عکرمہ کہتے ہیں: مجاہد سے مروی ہے کہ دنیا کی مدت عمر یہ مقدار ہے، کسی کو معلوم نہیں کہ کتنی گزر گئی ہے اور نہ یہ معلوم ہے کہ کتنی باقی ہے، اس کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

قتادہ، کلبی اور محمد بن کعب کہتے ہیں: مراد روزِ قیامت ہے، یعنی اس میں معاملے کی مقدار، اگر ذمہ دار اس ذات پاک علاوہ کوئی ہو، تو پچاس ہزار سال ہے۔ وہ ذات پاک اس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سے ایک ساعت میں فارغ ہونے والی ہے۔ ایک قول ہے کہ بندوں کی حساب کے لیے ٹھہرنے کی مدت، یہ مقدار ہے، پھر اس کے بعد جنتی جنت میں اور دوزخی دوزخ میں ٹھکانہ پکڑیں گے۔

ایک قول ہے کہ کافروں پر روزِ قیامت کی مقدار پچاس ہزار سال ہوگی جبکہ مومنوں پر ظہر وعصر کے مابین وقت کے بقدر ہوگی۔ ایک قول ہے کہ یہ مقدار محض تمثیل اور تخیل کے لیے ذکر کی گئی ہے تاکہ ان معارج کی بلندی کی حد اور ان کی اونچائی کی دوری بیان کی جا سکے، یا روزِ قیامت کی طوالت اس اعتبار سے بتائی جا سکے کہ اس میں کتنی تنگیاں اور تکالیف ہیں، جیسا کہ عرب کے لوگ تنگی کے ایام کو لمبائی اور خوشی کے ایام کو چھوٹائی سے ذکر کرتے ہیں، وہ چھوٹے دن کو کبوتر کے انگوٹھے کے ساتھ اور بڑے دن کو نیزے کے سائے کے ساتھ تشبیہ دیتے ہیں، اسی سے شاعر کا قول ہے:

ویوم کظل الرمح قصر طوله
دم الزق عنا واصطفاق المزاهر

''کتنے ہی دن ہیں، نیزے کے سائے کی طرح، اس کی لمبائی کو چھوٹا کیا ہم سے شراب کے خون نے [1] اور روشن کرنے والوں کی چمک نے۔''

ایک قول ہے کہ اس کلام میں تقدیم وتاخیر ہے، مطلب یہ ہے کہ: اس کے لیے اللہ سے کوئی دور کرنے والا نہیں ہے، جو معارج والا ہے، اس دن میں جس کی مقدار پچاس ہزار برس ہے، فرشتے اور الروح اس کی طرف چڑھتے ہیں۔ ہم پیچھے سورۃ السجدہ میں وضاحت کر آئے ہیں کہ اس آیت اور اللہ کے فرمان: فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ میں کیا تطبیق ہے، اس کی طرف رجوع کریں۔ ان دونوں کے جمع میں یہ بات بھی کہی گئی ہے کہ جہان کے نیچے سے عرش کی طرف پچاس ہزار سال ہے، آسمان دنیا کے اوپر سے زمین کی طرف ایک ہزار

[1] شعر میں لفظ "الزق" آیا ہے اس کا مطلب ایک پرندہ بھی ہے، مزاھر چمکنے والی اور نئی اگنے والی کلیاں بھی ہیں اور اصطفاق پھوٹنا یا پھٹنا بھی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سال ہے، کیونکہ ہر آسمان کی موٹائی پانچ سو برس ہے۔ آسمان کی نچلی طرف سے زمین کے قرار تک پانچ سو برس ہیں، مطلب یہ ہے کہ ملائکہ جب اسفل عالم سے عرش کی طرف چڑھتے ہیں تو اس کی مسافت پچاس ہزار برس ہوتی ہے، اگر وہ اس زمین کے اوپر سے جس پر ہم ہیں، اس آسمان کے نچلے حصے کی طرف چڑھیں جو کہ آسمان دنیا ہے تو یہ مسافت ایک ہزار برس ہوگی۔ اس بحث کے آخر میں اس کی تائید میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ایک روایت بھی آتی ہے۔

پھر اللہ پاک نے اپنے پیغمبر ﷺ کو صبر کا حکم دیا، لہٰذا فرمایا: فَاصْبِرْ صَبْرًا جَمِيلًا یعنی اے محمد! وہ جو آپ کو جھٹلاتے ہیں اور جو کچھ آپ لائے ہیں اس سے کفر کرتے ہیں، اس پر آپ صبر کریں اچھا صبر، جس میں نہ جزع فزع ہو، نہ غیر اللہ کی طرف کوئی شکوہ ہو، یہ صبر جمیل کا مفہوم ہے۔ ایک قول ہے کہ مصیبت والا لوگوں میں اس طرح ہو کہ کسی کو اس کے مصیبت زدہ ہونے کا علم نہ ہو۔ ابن زید وغیرہ کہتے ہیں: یہ آیت سیف سے منسوخ ہے۔

اِنَّهُمْ يَرَوْنَهٗ بَعِيْدًا ۙ: یعنی وہ دیکھتے ہیں عذاب کو جو ان پر واقع ہونے والا ہے، یا وہ روز قیامت کو بعید سمجھتے ہیں یعنی وہ ہونے والا نہیں ہے کیونکہ وہ اس پر ایمان نہیں لاتے، تو بَعِيْدًا کا مطلب ہے دور اور محال سمجھا گیا، تو پھر یہ مراد نہیں کہ وہ اسے بعید یعنی غیر قریب سمجھتے ہیں۔ اعمش کہتے ہیں: وہ دوبارہ اٹھائے جانے کو بعید خیال کرتے تھے، کیونکہ وہ اس پر ایمان نہیں رکھتے تھے گویا کہ اس کو محال سمجھنے کی صورت میں بعید خیال کرتے تھے، جیسے تم اسے کہو جس سے تم مناظرہ کرتے ہو کہ یہ بعید ہے، یعنی یہ نہیں ہوسکتا۔

وَّنَرٰىهُ قَرِيْبًا ۝: یعنی ہم اس کا قریب ہونا جانتے ہیں، کیونکہ جو چیز آنے والی ہے وہ قریب ہے۔ ایک قول کے مطابق مطلب یہ ہے کہ ہم اس کو اپنی قدرت کے مطابق قریب سمجھتے ہیں وہ مشکل یا پیچیدہ نہیں ہے، یہ جملہ صبر کے حکم کی علت بتا رہا ہے۔

پھر اللہ پاک نے خبر دی کہ ان پر عذاب کب واقع ہوگا، لہٰذا فرمایا: يَوْمَ تَكُوْنُ السَّمَآءُ كَالْمُهْلِ ظرف ایک ضمیر کے متعلق ہے جس پر وَاقِعٌ دلالت کر رہا ہے، یا فِيْ يَوْمٍ سے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بدل ہے، اس میں بھی مقدر طور پر تعلق وَاقِعٌ کے ساتھ ہی ہوگا، یعنی وہ دن کہ جب ہوگا..... ایسے ایسے ہوگا۔ یا یہ نَرَاہُ کی ضمیر سے بدل ہے، پہلا مفہوم زیادہ مناسب ہے۔

مقدر عبارت یوں ہوگی: ان پر عذاب واقع ہوگا اس دن جب آسمان تلچھٹ کی طرح ہوگا۔

كَالْمُهْلِ تانبا، سیسہ یا چاندی سے جو پگھلایا گیا ہو، مجاہد نے کہا: وہ خون اور پیپ سے نکل کر جمنے والی چیز ہے۔ عکرمہ وغیرہ کہتے ہیں: وہ تیل کی تلچھٹ ہے، اس کی تفسیر سورۃ الکہف اور الدخان میں گزر چکی ہے۔

وَتَكُونُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ ۝: یعنی رنگی ہوئی روئی کی طرح، روئی کو عِهْن بھی کہا جاتا ہے جب وہ رنگی ہوئی ہو۔ حسن کہتے ہیں: پہاڑ عِهْن کی طرح ہوں گے، وہ سرخ روئی ہے، وہ سب سے کمزور روئی ہے، ایک قول ہے کہ عهن رنگدار روئی ہے، پہاڑوں کو اس کے ساتھ تشبیہ دی ہے ان کے رنگ ہونے کی وجہ سے۔ جیسے اللہ نے فرمایا: جُدَدٌ بِيضٌ وَّحُمْرٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهَا وَغَرَابِيبُ سُودٌ جب وہ باریک کیے جائیں گے اور ہوا میں اُڑائے جائیں گے تو رنگی ہوئی روئی کے مشابہ ہوں گے جب اسے ہوا اُڑائے۔

وَلَا يَسْئَلُ حَمِيمٌ حَمِيمًا ۝: یعنی اس دن قریب قریبی کو اس کی حالت کے بارے میں نہیں پوچھے گا، کیونکہ ان پر ہولناکیوں کی شدت ہوگی جو قریبی کو اس کے قریبی سے بے پروا کر دے گی، دوست کو اس کے دوست سے، جیسے اللہ پاک نے فرمایا ہے: لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَأْنٌ يُّغْنِيهِ۔

ایک قول کے مطابق معنیٰ یہ ہے حمیم حمیم کے بارے میں نہ پوچھے گا، حرف کو حذف کر کے فعل کو ملا دیا گیا ہے، جمہور نے لَا يَسْأَلُ مبنی بر فاعل (فعل معلوم) پڑھا ہے، کہا جاتا ہے کہ اس کا دوسرا مفعول محذوف ہے، مقدر عبارت یوں ہے کہ وہ اس سے اس کی مدد اور اس کی شفاعت کے بارے میں نہیں پوچھے گا۔

ابوجعفر، ابوحیوۃ، شیبۃ اور ابن کثیر کی ایک روایت میں اس کو مفعول کے طور پر (فعل مجہول) پڑھا گیا ہے۔ یہ قراءت بزی نے عاصم سے بیان کی ہے، معنیٰ یہ ہوگا کہ دوست سے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس کے دوست کو حاضر کرنے کا نہ پوچھا جائے گا۔ ایک قول ہے کہ یہ قراءت حرف جر کو ساقط کرنے کی بنیاد پر ہے، یعنی لَا يَسْأَلُ حَمِيْمٌ عَنْ حَمِيْمٍ بلکہ ہر انسان سے اس کے نفس اور اس کے عمل کے بارے میں پوچھا جائے گا۔

يُّبَصَّرُوْنَهُمْ ۭ: کا جملہ مستانفہ ہے، یا یہ حَمِيْمًا کی صفت ہے، یعنی ہر حمیم اپنے حمیم کو دیکھے گا، ان میں سے کوئی ایک دوسرے سے مخفی نہ ہوگا، روزِ قیامت ہر مخلوق اپنے ساتھی کی آنکھوں کے سامنے ہوگی، وہ باہم سوال نہ کریں گے اور نہ ایک دوسرے سے کلام کریں گے، کیونکہ ان میں سے ہر ایک اپنے بارے میں مشغول ہوگا۔ ابن زید نے کہا: اللہ کفار کو آگ میں وہ لوگ دکھائے گا جنہوں نے انہیں دنیا میں گمراہ کیا، یعنی وہ سردار جن کی پیروی کی جاتی ہے۔

ایک قول ہے کہ اللہ کا فرمان يُّبَصَّرُوْنَهُمْ فرشتوں کی طرف لوٹتا ہے، یعنی وہ لوگوں کے احوال پہچانیں گے اور وہ ان پر مخفی نہ رہیں گے، يُّبَصَّرُوْنَهُمْ میں جمع کی ضمیر آئی ہے، حالانکہ دونوں حمیم تثنیہ ہیں، یہ عمومی معنیٰ پر محمول کر کے ہے، کیونکہ وہ دونوں نکرہ ہیں اور نفی کے سیاق میں ہیں۔

جمہور نے يُّبَصَّرُوْنَهُمْ میں شد پڑھی ہے اور قتادہ نے تخفیف کے ساتھ پڑھا ہے۔ پھر اللہ پاک نے کلام کی ابتداء کی، لہٰذا فرمایا: يَوَدُّ الْمُجْرِمُ لَوْ يَفْتَدِيْ مِنْ عَذَابِ يَوْمِىِٕذٍۢ مجرم سے مراد کافر ہے، یا ہر گناہ گار جو گناہ کی وجہ سے جہنم کا مستحق ہے، اگر وہ فدیہ دے قیامت کے عذاب سے جو اس پر اترا ہے۔

بِبَنِيْهِ ۝ وَصَاحِبَتِهٖ وَاَخِيْهِ ۝: یہ سب لوگوں میں سے اس کے نزدیک معزز اور مکرم ہوتے ہیں، اگر ان کا فدیہ قبول کیا جائے تو وہ ضرور اپنی جان بچانے کے لیے ان کا فدیہ دے دے، جو اس پر عذاب اترا ہے اس سے خلاصی پائے، یہ جملہ مستانفہ ہے جو یہ بتاتا ہے کہ ہر مجرم کی اپنے بارے میں مشغولیت اس حد کو پہنچ جائے گی کہ وہ عذاب سے بچنے کے لیے مذکورہ افراد کا فدیہ دینا چاہے گا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جمہور نے مِنْ عَذَابِ يَوْمِئِذٍ میں عذاب کو يَوْمِئِذٍ کی طرف مضاف کر کے پڑھا ہے۔ ابوحیوۃ نے عَذَابٍ پر تنوین پڑھی ہے اور اسے اضافت سے الگ کر دیا ہے۔ جمہور نے يَوْمِئِذٍ میں میم پر زیر پڑھی ہے، نافع، کسائی، اعرج اور ابوحیوۃ نے اس پر زبر پڑھی ہے۔

وَفَصِيلَتِهِ الَّتِي تُؤْوِيهِ ﴿١٣﴾: یعنی اس کے قریبی رشتے دار جو نسب میں اس کے ساتھ ملتے ہیں، یا تکالیف میں اور وہ ان کی طرف پناہ پکڑتا ہے۔ ابوعبید کہتے ہیں: فصیلہ قبیلہ سے چھوٹا ہوتا ہے۔ ثعلب کہتے ہیں: وہ ان کے قریبی آباء ہیں۔ مبرد کہتے ہیں: فصیلہ اعضاء جسم سے ایک ٹکڑا ہے، آدمی کے قبیلے کو فصیلہ کا نام دیا گیا ہے کیونکہ وہ اس کا بعض حصہ ہے، مالک کہتے ہیں: فصیلہ وہ ہے جو اس کی تربیت کرتا ہے۔

وَمَنْ فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا: یعنی مجرم خواہش کرے گا کہ وہ سب زمین والے جن وانس وغیرہ مخلوقات کو اپنے فدیے کے طور پر پیش کرے۔

ثُمَّ يُنجِيهِ ﴿١٤﴾: یہ يَفْتَدِي پر معطوف ہے، یعنی وہ فدیہ کی خواہش کرے گا کہ پھر اس کو فدیہ دینا نجات دے گا۔ عطف ثُمَّ کے ساتھ آیا کیونکہ یہ نجات کے بعید ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ ایک قول ہے کہ يَوَدُّ ایک جواب کا تقاضا کرتا ہے، جیسے اللہ کے فرمان وَدُّوا لَوْ تُدْهِنُ فَيُدْهِنُونَ میں ہے۔ یہاں ثُمَّ يُنجِيهِ جواب ہے، پہلا معنیٰ زیادہ مناسب ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: كَلَّا یہ مجرم کے لیے اس خواہش پر ردّ ہے، اور اس فدیہ کی خواہش کے ناممکن ہونے کا بیان ہے، كَلَّا حَقًّا کے معنیٰ میں آتا ہے، یہ لَا کے معنیٰ میں بھی آتا ہے، اس کے ساتھ یہ اپنے اندر زجر اور ردع کا معنیٰ بھی رکھتا ہے۔

اللہ کے فرمان إِنَّهَا لَظَىٰ میں ضمیر اَلنَّارْ (آگ) کی طرف لوٹ رہی ہے، جس پر عذاب کے ذکر کا مدلول ہے، یا یہ ایک مبہم ضمیر ہے، اس کی تفسیر اس کا مابعد کر رہا ہے، لَظَىٰ جہنم کا ایک نام ہے، یہ اَلتَّلَظِّي فِي النَّارِ سے مشتق ہے، جس کا مطلب شعلے مارنا ہے، ایک قول ہے کہ اس کی اصل لَظَظَ ہے جس کا معنیٰ عذاب کی ہمیشگی ہے، دو ظاؤں میں سے ایک کو الف سے بدل دیا گیا۔ ایک قول ہے کہ لَظَىٰ جہنم کے طبقات میں سے دوسرا درجہ ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نَزَّاعَةً لِّلشَّوٰى ﴿١٦﴾: جمہور نے نَزَّاعَةً پر رفع پڑھا ہے کہ یہ اِنَّہَا کی دوسری خبر ہے، یا یہ مبتداء محذوف کی خبر ہے۔ یا لَظٰی ضمیر منصوب سے بدل ہے اور نَزَّاعَةً. اِنَّ کی خبر ہے، یا اس طرح منصوب ہے کہ نَزَّاعَةً. لَظٰی کی صفت ہے، جب یہ بات مقدر مانی جائے کہ یہ عَلَم نہیں ہے، یا اِنَّہَا کی ضمیر قصہ ہے، اور لَظٰی مبتداء ہوگا اور نَزَّاعَةً اس کی خبر ہوگی۔ جملہ اِنَّہَا کی خبر ہوگا۔ حفص نے عاصم سے، ابوعمرو نے، ان سے ایک روایت کے مطابق ابوحیوۃ، زعفرانی، ترمذی اور ابن مقسم نے نَزَّاعَةً حال کے طور پر منصوب پڑھا ہے۔ ابوعلی الفارسی کہتے ہیں: اس کو حال پر محمول کرنا بعید ہے، کیونکہ کلام میں کوئی ایسی بات نہیں جو حال پر عامل ہو، ایک قول ہے کہ اس میں عامل وہ چیز ہے جس پر کلام تَلَظّٰی کے معنٰی سے دلالت کرتا ہے، یا منصوب ہے، اختصاص کے طور پر۔ شَوٰی اطراف کو کہتے ہیں، یا یہ شواۃ کی جمع ہے جو کہ سر کی جلد کو کہتے ہیں، اسی سے اعشٰی کا قول ہے:

قالت قتيلة ماله
قد جللت شيبا شواته

''قتیلہ کہنے لگی: اس کو کیا ہے، تحقیق روشن کیا گیا بڑھاپا، اس کے سر کی جلد۔''

حسن اور ثابت البنانی کہتے ہیں: نَزَّاعَةً لِّلشَّوٰى یعنی چہرے کی خوبیوں اور اس کے حسن کو، اسی طرح ابوالعالیہ اور قتادہ نے کہا ہے۔

نیز قتادہ کہتے ہیں: وہ گوشت اور جلد کو ہڈیوں سے الگ کرے گی حتیٰ کہ اس میں کچھ نہ چھوڑے گی۔ کسائی کہتے ہیں: وہ جوڑ ہیں۔ ابوصالح کہتے ہیں: وہ ہاتھوں اور پاؤں کے اطراف (پورے) ہیں۔

تَدْعُوْا مَنْ اَدْبَرَ: یعنی لَظٰی بلائے گی اس شخص کو جو دنیا میں حق سے پیٹھ پھیرتا تھا۔

وَتَوَلّٰى ﴿١٧﴾: یعنی اس سے وہ اعراض کرتا تھا۔

وَجَمَعَ فَاَوْعٰى ﴿١٨﴾: یعنی مال جمع کیا اور اس کو وِعَاءُ (برتن) میں ڈالا۔ ایک قول ہے، وہ کہے گی: اے مشرک میری طرف آؤ، اے منافق میری طرف آؤ۔ ایک قول ہے کہ تَدْعُوْا کا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مطلب ہے وہ ہلاک کرے گی۔ عرب کہتے ہیں: دَعَاكَ اللّٰهُ یعنی اللہ تجھے ہلاک کرے۔ ایک قول ہے کہ یہ زبان سے دعا نہیں ہے، بلکہ اس کی ان پر دعا کا مطلب ان پر اس کا عذاب لانا ہے۔ ایک قول ہے کہ جہنم کے داروغے کافروں اور منافقوں کو بلائیں گے۔ دُعا کو آگ کی طرف نسبت کیا گیا، یہ حال کے لیے جو ہے اس کی محل کی طرف نسبت کے باب سے ہے، ایک قول ہے کہ یہ ایک تمثیل اور تخیل ہے، حقیقت میں یہ دعا نہیں ہے، مطلب یہ ہے کہ ان کا اس کی طرف جانا ہے، جیسے شاعر نے کہا:

ولقد هبطنا الواديين فواديا

يدعو الانيس به العضيض الابكم

''اور البتہ تحقیق ہم اترے دو وادیوں میں، پھر ایک اور وادی میں، وہاں دوست کو پکارتی ہے گونگی مکھی۔''

اَلْعَضِيْضُ الْاَبْكَمْ سے مراد گونگی مکھی ہے، جو پکار نہیں سکتی۔

اس فرمان میں اس شخص کی مذمت ہے جس نے مال جمع کیا اور اسے برتن میں محفوظ کیا، اسے خزانہ بنا کر جمع کیا اور اسے خیر کی راہوں میں خرچ نہیں کیا، یا اس میں سے اس نے زکوٰۃ ادا نہیں کی۔

فریابی، عبد بن حمید، نسائی، ابن ابی حاتم، حاکم اور انہوں نے اسے صحیح بھی کہا اور ابن مردویہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اللہ کے فرمان: سَاَلَ سَآئِلٌ کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: وہ نضر بن حارث تھا، جس نے کہا: اے اللہ! اگر یہ تیری طرف سے حق ہے، تو تو ہم پر آسمان سے پتھروں کی بارش نازل کر دے۔ بِعَذَابٍ وَّاقِعٍ کے متعلق فرمایا: ہونے والا ہے۔ لِّلْكٰفِرِيْنَ لَيْسَ لَهٗ دَافِعٌ ۙ مِّنَ اللّٰهِ ذِي الْمَعَارِجِ ۝ فرمایا: درجات والا۔ عبد بن حمید اور ابن المنذر نے ان سے سَاَلَ سَآئِلٌ کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: سال جہنم میں ایک وادی ہے۔

ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے ان سے اللہ کے فرمان ذِي الْمَعَارِجِ کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: بلندی اور فضیلتوں والا۔ ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے انہی سے اللہ کے فرمان:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: اس کے معاملے کی انتہاء زمینوں کے نیچے سے لے کر اس کے معاملے کی انتہاء سات آسمانوں کے اوپر تک، پچاس ہزار سال کی مقدار ہے۔ اور وہ دن کہ اس کی مقدار ایک ہزار برس ہے، کے متعلق فرمایا: اس سے مراد یہ ہے کہ حکم آسمان سے زمین پر اترتا ہے اور زمین سے آسمان کی طرف چڑھتا ہے ایک ہی دن میں، پس یہ ایک ہزار سال کی مقدار ہے۔ کیونکہ آسمان وزمین کے مابین پانچ سو سال کی مسافت ہے۔

ابن ابی حاتم نے انہی سے یہ بھی نقل کیا ہے کہ فرمایا: ہر زمین کی موٹائی پانچ سو برس ہے، ہر آسمان کی موٹائی پانچ سو برس ہے، ہر زمین سے دوسری زمین کے مابین پانچ سو برس کی مسافت ہے، ایک آسمان سے دوسرے آسمان کی مسافت پانچ سو برس ہے۔ یہ چودہ ہزار سال ہوتے ہیں، ساتویں آسمان اور عرش کے مابین چھتیس ہزار برس کی مسافت ہے، یہی اللہ کے فرمان فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ سے مُراد ہے۔

ابن جریر، ابن المنذر اور بیہقی نے کتاب البعث میں انہی سے نقل کیا ہے، اللہ کے فرمان فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ اَلْفَ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ کے متعلق فرمایا: یہ دنیا میں ہے، فرشتے اس کی طرف اس دن میں چڑھتے ہیں جس کی مقدار جس طرح تم گنتے ہو ایک ہزار برس ہے، اور اللہ کے فرمان فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: اگر تم ان کا اندازہ کرو تو تمہارے ایام کی نسبت پچاس ہزار برس کا ہوگا، فرمایا: مراد روز قیامت ہے، ہم سورۃ السجدہ میں ذکر کر آئے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے دونوں آیات کو جمع کرتے ہوئے توقف کا مذہب اختیار کیا ہے۔

امام احمد، ابویعلی، ابن جریر، ابن ابی حاتم اور بیہقی نے کتاب البعث والنشور میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے، فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ کے متعلق سوال کیا گیا کہ یہ دن کتنا لمبا ہوگا؟ فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، بے شک وہ مومن پر ضرور تخفیف والا ہوگا، حتیٰ کہ وہ اس پر دنیا میں وہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جو فرض نماز پڑھتا ہے اس سے بھی آسان تر ہوگا، اس کی سند میں دراج ابوالہیثم سے روایت کرتے ہیں اور وہ دونوں ضعیف راوی ہیں۔

ابن ابی حاتم، حاکم اور بیہقی نے کتاب البعث والنشور میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً نقل کیا ہے، فرمایا: روز قیامت کی مقدار کی طوالت مومنین پر اس قدر سے زیادہ نہ ہوگی کہ جو ظہر اور عصر کے مابین ہے۔

حکیم ترمذی نے نوادر الاصول میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اللہ کے فرمان: فَاصْبِرْ صَبْرًا جَمِيلًا کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: میرے علاوہ کسی اور سے شکایت نہ کر۔ احمد، عبد بن حمید، ابن المنذر، خطیب نے المتفق والمفترق میں اور ضیاء نے المختارۃ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اللہ کے فرمان يَوْمَ تَكُونُ السَّمَاءُ كَالْمُهْلِ کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: جیسے تیل کی تلچھٹ ہوتی ہے۔

ابن جریر نے ان سے اللہ کے فرمان يُبَصَّرُونَهُمْ کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: بعض کو بعض کی پہچان کرائی جائے گی اور وہ باہم تعارف کریں گے پھر وہ ایک دوسرے سے بھاگیں گے۔ ابن جریر نے انہی سے اللہ کے فرمان: نَزَّاعَةً لِّلشَّوَىٰ کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: وہ سر کی اصل کھال کو ادھیڑے گی۔

إِنَّ الْإِنسَانَ خُلِقَ هَلُوعًا ﴿١٩﴾ إِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ جَزُوعًا ﴿٢٠﴾ وَإِذَا مَسَّهُ الْخَيْرُ مَنُوعًا ﴿٢١﴾ إِلَّا الْمُصَلِّينَ ﴿٢٢﴾ الَّذِينَ هُمْ عَلَىٰ صَلَاتِهِمْ دَائِمُونَ ﴿٢٣﴾ وَالَّذِينَ فِي أَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُومٌ ﴿٢٤﴾ لِّلسَّائِلِ وَالْمَحْرُومِ ﴿٢٥﴾ وَالَّذِينَ يُصَدِّقُونَ بِيَوْمِ الدِّينِ ﴿٢٦﴾ وَالَّذِينَ هُم مِّنْ عَذَابِ رَبِّهِم مُّشْفِقُونَ ﴿٢٧﴾ إِنَّ عَذَابَ رَبِّهِمْ غَيْرُ مَأْمُونٍ ﴿٢٨﴾ وَالَّذِينَ هُمْ لِفُرُوجِهِمْ حَافِظُونَ ﴿٢٩﴾ إِلَّا عَلَىٰ أَزْوَاجِهِمْ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ فَإِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُومِينَ ﴿٣٠﴾ فَمَنِ ابْتَغَىٰ وَرَاءَ ذَٰلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْعَادُونَ ﴿٣١﴾ وَالَّذِينَ هُمْ لِأَمَانَاتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رَاعُونَ ﴿٣٢﴾ وَالَّذِينَ هُم بِشَهَادَاتِهِمْ قَائِمُونَ ﴿٣٣﴾ وَالَّذِينَ هُمْ عَلَىٰ صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُونَ ﴿٣٤﴾ أُولَٰئِكَ فِي جَنَّاتٍ مُّكْرَمُونَ ﴿٣٥﴾ فَمَالِ الَّذِينَ كَفَرُوا قِبَلَكَ مُهْطِعِينَ ﴿٣٦﴾ عَنِ الْيَمِينِ وَعَنِ الشِّمَالِ عِزِينَ ﴿٣٧﴾ أَيَطْمَعُ كُلُّ امْرِئٍ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مِّنْهُمْ اَنْ يُّدْخَلَ جَنَّةَ نَعِيْمٍ ﴿٣٨﴾ كَلَّا ۭ اِنَّا خَلَقْنٰهُمْ مِّمَّا يَعْلَمُوْنَ ﴿٣٩﴾

بلاشبہ انسان تھڑدلا بنایا گیا ہے۔ جب اسے تکلیف پہنچتی ہے تو بہت گھبرا جانے والا ہے۔ اور جب اسے بھلائی ملتی ہے تو بہت روکنے والا ہے۔ سوائے نماز ادا کرنے والوں کے۔ وہ جو اپنی نماز پر ہمیشگی کرنے والے ہیں۔ اور وہ جن کے مالوں میں ایک مقرر حصہ ہے۔ سوال کرنے والے کے لیے اور (اس کے لیے) جسے نہیں دیا جاتا۔ اور وہ جو جزا کے دن کو سچا مانتے ہیں۔ اور وہ جو اپنے رب کے عذاب سے ڈرنے والے ہیں۔ یقیناً ان کے رب کا عذاب ایسا ہے جس سے بے خوف نہیں ہوا جا سکتا۔ اور وہ جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں۔ مگر اپنی بیویوں پر، یا جس کے مالک ان کے دائیں ہاتھ ہیں، تو یقیناً وہ ملامت کیے ہوئے نہیں۔ پھر جو اس کے علاوہ کوئی راستہ ڈھونڈے تو وہی حد سے گزرنے والے ہیں۔ اور وہ جو اپنی امانتوں کا اور اپنے عہد کا لحاظ رکھنے والے ہیں۔ اور وہ جو اپنی گواہیوں پر قائم رہنے والے ہیں۔ اور وہ جو اپنی نماز کی حفاظت کرتے ہیں۔ یہی لوگ جنتوں میں عزت دیے جانے والے ہیں۔ پھر ان لوگوں کو جنھوں نے کفر کیا، کیا ہے کہ تیری طرف دوڑتے چلے آنے والے ہیں۔ دائیں اور بائیں طرف سے ٹولیاں بن کر۔ کیا ان میں سے ہر آدمی طمع رکھتا ہے کہ اسے نعمت والی جنت میں داخل کیا جائے گا؟ ہرگز نہیں! یقیناً ہم نے انھیں اس چیز سے پیدا کیا ہے جسے وہ جانتے ہیں۔

اللہ کا فرمان ہے: اِنَّ الْاِنْسَانَ خُلِقَ هَلُوْعًا صحاح میں کہا: ھلع لغت میں شدید ترین حرص کو کہتے ہیں، یہ بدتر جزع اور نمایاں برائی ہے۔ ھلع زیر کے ساتھ بھی کہا جاتا ہے، جس سے ھلع اور ھلوع کثرت کے معنی میں ہے۔

عکرمہ کہتے ہیں: وہ بے چین، شور کرنے والا ہے۔ واحدی کہتے ہیں: مفسرین کا قول ہے کہ ھلع کی تفسیر بعد والا حصہ کر رہا ہے، یعنی یہ فرمانِ الٰہی کہ اِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ جَزُوْعًا ﴿٢٠﴾ وَّاِذَا مَسَّهُ الْخَيْرُ مَنُوْعًا ﴿٢١﴾ مطلب یہ ہے کہ جب اسے فقر، حاجت، بیماری وغیرہ پہنچتی ہے تو وہ جزوع ہوتا ہے یعنی بکثرت جزع کرنے والا۔ اور جب اسے خیر پہنچتی ہے، تونگری، خوشحالی، وسعت وغیرہ تو وہ منوع یعنی بہت روکنے والا اور منع کرنے والا ہوتا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ابوعبیدہ کہتے ہیں: هلوع وہ شخص ہے جب اسے خیر پہنچے شکر نہیں کرتا اور جب اسے شر پہنچے صبر نہیں کرتا۔ ثعلب کہتے ہیں: اللہ نے هلوع کی تفسیر بیان کی ہے یعنی وہ شخص کہ جب اسے شر پہنچے تو وہ شدت جزع کو ظاہر کرتا ہے اور جب اسے خیر پہنچے وہ اس پر بخل کرتا ہے اور اسے لوگوں سے روکتا ہے۔ عرب کہتے ہیں: ناقة هلوع وهلواع، جب کوئی تیز چلنے والی اونٹنی آہستہ ہو جائے، اسی سے شاعر کا قول ہے:

صكاء ذعلبة إذا استدبرتها

خرج إذا استقبلتها هلواع

"تیز چلنے والی، چلتے ہوئے ایڑیوں کو رگڑنے والی اونٹنی، جب تو اس کے پیچھے آئے وہ تنگی سمجھے اور جب تو اس کے آگے آئے وہ آہستہ ہو جائے۔"

ذعلبة کا مطلب تیز چلنے والی اونٹنی ہے۔

هَلُوْعًا، جَزُوْعًا اور مَنُوْعًا پر نصب اس وجہ سے ہے کہ یہ مقدر طور پر حال بن رہے ہیں، یا ثابت (ظاہر) حال ہیں، اس لیے کہ انسانوں کی طبائع اس پر پیدا کی گئی ہیں، دونوں ظرف جَزُوْعًا اور مَنُوْعًا کے معمول ہیں۔

اِلَّا الْمُصَلِّيْنَ ﴿۲۲﴾: یعنی نماز قائم کرنے والے، ایک قول ہے کہ ان سے مراد اہل توحید ہیں، یعنی وہ ان صفات هلع، جزع اور منع پر نہیں ہیں، وہ صفات محمودہ اور پسندیدہ عادات پر ہیں، کیونکہ ان کا ایمان اور جس عقیدہ توحید اور دین حق کو انہوں نے مضبوطی سے تھاما ہے، وہ انہیں ان صفات سے متصف ہونے سے روکتے ہیں اور انہیں صفات خیر سے متصف ہونے پر ابھارتے ہیں۔

پھر اللہ پاک نے ان کی وضاحت کی، تو فرمایا: الَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ دَآئِمُوْنَ یعنی انہیں کوئی مصروفیت نماز سے مصروف نہیں کر سکتی، نہ کوئی پھیرنے والا انہیں اس سے پھیر سکتا ہے۔ یہاں دوام (ہمیشگی) سے مراد یہ نہیں ہے کہ وہ ہمیشہ نماز پڑھتے ہیں۔ زجاج کہتے ہیں: وہ لوگ ہیں جو اپنے چہروں کو سمت قبلہ سے نہیں ہٹاتے۔ حسن اور ابن جریج کہتے ہیں: وہ نفل نماز

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پڑھتے ہیں۔ نخعی کہتے ہیں: نمازیوں سے مراد وہ ہیں جو فرض نماز ادا کرتے ہیں۔ ایک قول ہے کہ جو نماز اس کے وقت میں پڑھتے ہیں۔ اس آیت سے مراد تمام مومنین ہیں۔ ایک قول خاص صحابہ رضی اللہ عنہم کے بارے میں ہے، لیکن اس تخصیص کی کوئی وجہ نہیں ہے کیونکہ ہر مومن کی صفت ہوسکتی ہے کہ وہ نمازیوں میں سے ہے۔

وَالَّذِيْنَ فِيْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُوْمٌ ۙ: قتادہ اور محمد بن سیرین کہتے ہیں: اس سے فرض زکوۃ مراد ہے۔ مجاہد کہتے ہیں: زکوۃ کے علاوہ حق مراد ہے۔ ایک قول صلہ رحمی کا ہے۔ بظاہر اس سے مراد زکوۃ ہے کیونکہ اس کی صفت مَّعْلُوْمٌ آئی ہے اور اس لیے بھی کہ یہ نماز کا قرین (ساتھی) ہے، سورۃ الذاریات میں سائل اور محروم کی تفسیر مفصل طور پر گزر چکی ہے۔

وَالَّذِيْنَ يُصَدِّقُوْنَ بِيَوْمِ الدِّيْنِ ۙ: یعنی یوم جزاء کی تصدیق، وہ روز قیامت ہے، اس میں نہ وہ شک کریں گے اور نہ اس کا انکار کریں گے۔ ایک قول ہے کہ وہ اپنے اعمال کے ساتھ اس کی تصدیق کرتے ہیں اور وہ اپنے نفسوں کو نیکیوں کے پیچھے لگاتے ہیں۔

وَالَّذِيْنَ هُمْ مِّنْ عَذَابِ رَبِّهِمْ مُّشْفِقُوْنَ ۚ: یعنی ڈرنے والے ہیں، خوفزدہ ہیں، ساتھ ان کے اعمال نیک بھی ہیں، وہ اپنے اعمال کو حقیر جانتے ہیں، اللہ پاک نے جو ان پر واجب کیا ہے اس کا اعتراف کرتے ہیں۔

اِنَّ عَذَابَ رَبِّهِمْ غَيْرُ مَاْمُوْنٍ ۚ: کا جملہ ماقبل کے مضمون کو ثابت کرنے والا ہے، اس بات کی وضاحت کرنے والا ہے کہ یہ مناسب نہیں ہے کہ اس سے کوئی بے خوف ہو، اور ہر ایک کا حق ہے کہ وہ اس سے خوف رکھے۔

وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ ۙ: سے اللہ کے فرمان فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ تک کی تفسیر سورۃ المومنون میں تفصیل کے ساتھ گزر چکی ہے۔

وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ ۙ: یعنی وہ ان امانتوں میں کچھ بھی خیانت نہیں کرتے جن پر وہ امین بنائے جاتے ہیں، وہ ان وعدوں میں سے بھی کوئی نہیں توڑتے جو وہ اپنے نفسوں پر لازم کرتے ہیں۔ جمہور نے لِاَمٰنٰتِهِمْ کو جمع کے ساتھ پڑھا ہے۔ ابن کثیر اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ابن محیصن نے لِاَمٰنٰتِهِمْ مفرد کے ساتھ پڑھا ہے۔ اس سے مراد جنس ہے۔

وَالَّذِيْنَ هُمْ بِشَهٰدٰتِهِمْ قَآئِمُوْنَ ۝: یعنی وہ اسے مخالف پر قائم کرتے ہیں، وہ قریبی ہو یا دور والا ہو، بلند مرتبہ ہو یا کم تر ہو، وہ اسے نہ چھپاتے ہیں اور نہ بدلتے ہیں، شہادت کے بارے میں مفصل بات سورۃ البقرۃ میں گزر چکی ہے۔ جمہور نے بِشَهٰدٰتِهِمْ مفرد کے ساتھ پڑھا ہے۔ حفص اور یعقوب نے جبکہ ابن کثیر کی ایک روایت بھی یہ ہے کہ انہوں نے جمع کے ساتھ پڑھا ہے۔ واحدی کہتے ہیں: مفرد بہتر ہے کیونکہ مصدر ہے، جس نے جمع پڑھا ہے اس کا خیال اختلاف شہادات کی طرف گیا ہے۔

فراء کہتے ہیں: واحد کی قراءت پر اللہ کے فرمان وَ اَقِيْمُوا الشَّهَادَةَ لِلّٰهِ کی دلالت بھی ہے۔

وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ۝: یعنی اس کے اذکار، ارکان اور شرائط پر، وہ ان میں سے کچھ کم نہیں کرتے۔ قتادہ کہتے ہیں: اس کے وضوء، رکوع اور سجود پر۔ ابن جریج کہتے ہیں: مراد نفل نماز ہے۔ نماز کا ذکر دوبارہ آ گیا ہے، کیونکہ جو صفت پہلے بتائی تھی اور جو دوسری مرتبہ بتائی ہے ان میں اختلاف ہے، ہمیشگی کا مطلب ہوتا ہے کہ اس سے کوئی مصروفیت مصروف نہ کر سکے، جیسا کہ گزر چکا ہے۔ جبکہ محافظت یہ ہے کہ آدمی ان تمام امور کا لحاظ رکھے جن کے بغیر نماز نہیں ہوگی۔ ایک قول ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ وہ اس کی فعل کے ساتھ پابندی کرتے ہیں، اس سے بچتے ہوئے کہ وہ ایسا فعل کریں جو اسے ضائع کرے یا اس کے ثواب کو باطل کرے۔ یہاں صلے بار بار آئے ہیں تا کہ دلالت کریں کہ ان اوصاف میں سے ہر وصف اس بات کا حق دار ہے کہ وہ مستقل طور پر الگ سے موصوف ہو۔

اللہ کے فرمان فَاُولٰٓئِكَ میں ان صفات سے متصف لوگوں کی طرف ہے۔

فِيْ جَنّٰتٍ مُّكْرَمُوْنَ ۝: یعنی ان میں ٹھہرنے والے ہیں، مختلف عزتوں سے نوازے جائیں گے، مبتداء کی خبر فِيْ جَنّٰتٍ ہے، جبکہ مُّكْرَمُوْنَ ایک اور خبر ہے۔ یہ بھی جائز ہے کہ مُّكْرَمُوْنَ خبر ہو اور فِيْ جَنّٰتٍ اس کا متعلق ہو۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فَمَالِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا قِبَلَكَ مُهْطِعِيْنَ ﴿۳۶﴾: یعنی ان کے لیے کیا چیز ہے کہ وہ تیرے گرد جلدی کرنے والے ہیں۔ اخفش کہتے ہیں: مُهْطِعِيْنَ کا مطلب جلدی کرنے والے ہیں، اسی سے شاعر کا قول ہے:

بمكة اهلها ولقد اراهم
اليه مهطعين الى السماع

''اس کے اہل خانہ مکہ میں ہیں، تحقیق میں انہیں دیکھتا ہوں کہ وہ اس کی طرف سننے کے لیے جلدی کرنے والے ہیں۔''

ایک قول کے مطابق مطلب یہ ہے کہ ان کا کیا حال ہے، وہ آپ کی طرف جلدی کرتے ہیں، آپ کے گرد بیٹھتے ہیں، جو آپ انہیں حکم دیتے ہیں اس پر عمل نہیں کرتے۔ ایک قول ہے کہ ان کا کیا حال ہے، وہ تکذیب کی طرف جلدی کرتے ہیں۔ ایک قول ہے، کافروں کا کیا حال ہے کہ وہ آپ کی طرف سننے میں جلدی کرتے ہیں، پھر آپ کو جھٹلاتے ہیں، اور آپ کا مذاق اڑاتے ہیں۔ کلبی کہتے ہیں: مُهْطِعِيْنَ کا مطلب ہے وہ آپ کی طرف دیکھنے والے ہیں۔ قتادہ کہتے ہیں: ارادہ کرنے والے ہیں۔ ایک قول ہے کہ آپ کی طرف جلدی کرنے والے ہیں، اپنی گردنیں لمبی کر کے اور آپ کی طرف مسلسل دیکھ کر۔

عَنِ الْيَمِيْنِ وَعَنِ الشِّمَالِ عِزِيْنَ ﴿۳۷﴾: یعنی نبی ﷺ کے دائیں اور آپ ﷺ کے بائیں متفرق گروہ ہیں۔ عِزِيْنَ عِزَةٌ کی جمع ہے، وہ لوگوں کا ایک گروہ ہے، اسی سے شاعر کا قول ہے:

ترانا عنده والليل داجٍ
على ابوابه حلقا عزينا

''تم ہمیں اس کے پاس دیکھتے ہو، جبکہ رات سیاہ ہونے والی ہے، اس کے دروازوں پر، حلقے بنائے ہوئے، متفرق گروہ ہو کر۔''

الراعی کہتا ہے:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اخليفة الرحمن ان عشيرتی
امسی سراتهم اليك عزينا

''اے رحمن کے خلیفہ! بے شک میرا خاندان، اس کے سردار تیری خدمت میں گروہ گروہ آئے ہیں۔''

عنترہ کا کہنا ہے:

وقرن قد تركت لدى ولى
عليه الطير كالعصب العزين

''اور کتنے ہی زمانے/ یا سینگ میں نے چھوڑے اپنے پاس اس پر پرندے غالب آئے، جیسے مضبوط گروہ گروہ ہوں۔''

ایک قول ہے کہ اس کی اصل عزوۃ سے ہے جو عزو سے نکلا ہے، گویا ہر فرقہ اس کے علاوہ کی طرف نسبت کرتا ہے جس کی طرف دوسرا نسبت کرتا ہے۔

صحاح والے نے کہا: عزہ لوگوں میں سے ایک فرقہ ہے، اس پر ھاء تاء کے عوض میں ہے، اس کی جمع عزّی اور عزون ہے۔ عَنِ الْيَمِيْنِ وَعَنِ الشِّمَالِ یہ عِزِيْنَ کا متعلق ہے یا مُهْطِعِيْنَ کا۔

اَيَطْمَعُ كُلُّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ اَنْ يُّدْخَلَ جَنَّةَ نَعِيْمٍ ﴿۳۸﴾: مفسرین فرماتے ہیں: مشرکین کہتے تھے: اگر یہ لوگ جنت میں داخل ہوں گے تو ہم ضرور ان سے پہلے جنت میں داخل ہو جائیں گے، تو یہ آیت نازل ہوئی۔ جمہور نے اَنْ يُّدْخَلَ مبنی بر مفعول (مجہول) پڑھا ہے۔ حسن، زید بن علی، طلحہ بن مصرف، اعرج، یحییٰ بن یعمر، ابو رجاء اور عاصم سے ایک روایت میں منقول ہے کہ انہوں نے مبنی بر فاعل (معلوم) پڑھا ہے۔

پھر اللہ پاک نے ان کا رد کیا، لہٰذا فرمایا: كَلَّا ۭ اِنَّا خَلَقْنٰهُمْ مِّمَّا يَعْلَمُوْنَ ﴿۳۹﴾ یعنی اس گندگی سے جسے یہ جانتے ہیں، لہٰذا، ان کو یہ تکبر روا نہیں ہے۔ ایک قول ہے، مفہوم یہ ہے کہ ہم نے انہیں پیدا کیا ہے اس وجہ سے جسے یہ جانتے ہیں۔ وہ ہے امر و نہی کی پابندی اور انہیں

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

جزا اور سزا پر پیش کرنا، جیسے اللہ نے فرمایا: وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ. اسی سے اعشیٰ کا قول ہے:

أ أزمعت من آل ليلى ابتكارا
وشطت على ذى هوى ان تزارا

''کیا تو آل لیلیٰ سے پہلے حملے پر ثابت قدم رہا۔ اور زیادتی ہے، خواہش والوں پر کہ ان کی زیارت کی جائے۔''

عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے، فرماتے ہیں: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے هلوع کے بارے میں پوچھا گیا، فرمایا: وہ ایسے ہی ہے جیسے اللہ نے فرمایا ہے کہ إِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ جَزُوعًا ﴿٢٠﴾ وَإِذَا مَسَّهُ الْخَيْرُ مَنُوعًا ﴿٢١﴾۔

ابن المنذر نے ان سے هلوع کے متعلق سوال نقل کیا ہے، فرمایا: حرص والا۔

ابن ابی شیبہ اور ابن المنذر نے حضرت عمران بن حصین سے الَّذِينَ هُمْ عَلَىٰ صَلَاتِهِمْ دَائِمُونَ کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: وہ جو نمازوں میں کسی طرف نہیں جھانکتے۔

ابن ابی شیبہ نے المصنف میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے الَّذِينَ هُمْ عَلَىٰ صَلَاتِهِمْ دَائِمُونَ کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: ان کے وقتوں پر۔

عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ نے حضرت عقبہ بن عامر سے نقل کیا ہے، وہ الَّذِينَ هُمْ عَلَىٰ صَلَاتِهِمْ دَائِمُونَ کے متعلق فرماتے ہیں: وہ لوگ جو نماز پڑھتے ہیں تو جھانکتے نہیں۔

ابن المنذر نے ایک اور سند سے انہی سے اسی طرح نقل کیا ہے۔

ابن جریر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے فَمَالِ الَّذِينَ كَفَرُوا قِبَلَكَ مُهْطِعِينَ کے متعلق نقل کیا ہے کہ فرمایا: وہ دیکھتے ہیں۔ عَنِ الْيَمِينِ وَعَنِ الشِّمَالِ عِزِينَ فرمایا: لوگوں کے گروہ ہیں جو دائیں اور بائیں اعراض کرتے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مذاق اڑاتے ہیں۔

مسلم وغیرہ نے حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے، فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہمارے پاس مسجد میں آئے، ہم متفرق گروہوں میں بیٹھے تھے، آپ ﷺ نے فرمایا: کیا ہے، میں تمہیں (عِزِيْنَ) گروہ گروہ دیکھتا ہوں؟

امام احمد، ابن ماجہ، ابن سعد، ابن ابی عاصم، باوردی، ابن قانع، حاکم، بیہقی نے شعب الایمان میں اور ضیاء نے حضرت بسر بن جحاش سے نقل کیا ہے، فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فَمَالِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا قِبَلَكَ مُهْطِعِيْنَ سے كَلَّا ؕ اِنَّا خَلَقْنٰهُمْ مِّمَّا يَعْلَمُوْنَ تک پڑھا، پھر رسول اللہ ﷺ نے اپنی ہتھیلی پر تھوکا، اس پر اپنی انگلی رکھی اور فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: اے ابن آدم! تو مجھے کیسے عاجز کرسکتا ہے، جبکہ میں نے تجھے اس طرح کی مثل سے پیدا کیا ہے، حتیٰ کہ جب میں نے تجھے پیدا کیا، برابر اور استوار کیا، تو دو چادروں کے درمیان چلا، زمین کے لیے تجھ سے دفن کی جگہ ہے، تو نے مال جمع کیا اور روکا، حتیٰ کہ جب روح حلق میں آ گئی، تو نے کہا: میں صدقہ کرتا ہوں، اب صدقے کا وقت کہاں ہے؟

فَلَآ اُقْسِمُ بِرَبِّ الْمَشٰرِقِ وَالْمَغٰرِبِ اِنَّا لَقٰدِرُوْنَ ﴿۴۰﴾ عَلٰٓى اَنْ نُّبَدِّلَ خَيْرًا مِّنْهُمْ ۙ وَمَا نَحْنُ بِمَسْبُوْقِيْنَ ﴿۴۱﴾ فَذَرْهُمْ يَخُوْضُوْا وَيَلْعَبُوْا حَتّٰى يُلٰقُوْا يَوْمَهُمُ الَّذِيْ يُوْعَدُوْنَ ﴿۴۲﴾ يَوْمَ يَخْرُجُوْنَ مِنَ الْاَجْدَاثِ سِرَاعًا كَاَنَّهُمْ اِلٰى نُصُبٍ يُّوْفِضُوْنَ ﴿۴۳﴾ خَاشِعَةً اَبْصَارُهُمْ تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ؕ ذٰلِكَ الْيَوْمُ الَّذِيْ كَانُوْا يُوْعَدُوْنَ ﴿۴۴﴾

پس نہیں! میں قسم کھاتا ہوں مشرقوں اور مغربوں کے رب کی! کہ بے شک ہم یقیناً قدرت رکھنے والے ہیں۔ اس پر کہ ان کی جگہ ان سے بہتر لوگ لے آئیں اور ہم ہرگز عاجز نہیں ہیں۔ پس انھیں چھوڑ دے کہ وہ بے ہودہ باتوں میں لگے رہیں اور کھیلتے رہیں، یہاں تک کہ اپنے اس دن کو جا پہنچیں جس کا وہ وعدہ دیے جاتے ہیں۔ جس دن وہ قبروں سے تیز دوڑتے ہوئے نکلیں گے، جیسے وہ کسی گاڑے ہوئے نشان کی طرف دوڑے جا رہے ہیں۔ ان کی آنکھیں جھکی ہوں گی، ذلت انھیں گھیرے ہوئے ہوگی، یہی وہ دن ہے جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا تھا۔

اللہ کا فرمان ہے: فَلَآ اُقْسِمُ لَا زائدہ ہے، جیسا کہ قریب ہی گزرا ہے، معنیٰ یہ ہے کہ میں قسم کھاتا ہوں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بِرَبِّ الْمَشٰرِقِ وَالْمَغٰرِبِ: یعنی سال کے دنوں میں سے ہر دن کا مشرق اور اس کا مغرب۔ جمہور نے الْمَشٰرِقِ وَالْمَغٰرِبِ جمع کے ساتھ پڑھا ہے۔ ابوحیوۃ، ابن محیصن اور حمید نے مفرد پڑھا ہے۔

اِنَّا لَقٰدِرُوْنَ ۙ عَلٰٓى اَنْ نُّبَدِّلَ خَيْرًا مِّنْهُمْ ۙ: یعنی اس بات پر کہ ہم ان سے اعلیٰ پیدا کریں، اور اللہ کے زیادہ فرمانبردار، جب یہ نافرمان ہوئے اور ہم ان کو ہلاک کر دیں۔

وَمَا نَحْنُ بِمَسْبُوْقِيْنَ ۝: یعنی مغلوب، اگر ہم اس کا ارادہ کریں، بلکہ ہم کرتے ہیں جو ہم ارادہ کریں ہم سے کوئی چیز نہیں چھوٹتی اور نہ کوئی امر ہمیں عاجز کرتا ہے، لیکن ہماری مشیت اور ہمارا سابق علم دونوں نے تقاضا کیا کہ ان کی سزا مؤخر کی جائے اور انہیں دوسری مخلوق کے ساتھ تبدیل نہ کیا جائے۔

فَذَرْهُمْ يَخُوْضُوْا وَيَلْعَبُوْا: یعنی انہیں چھوڑیں وہ اپنے باطل میں مشغول ہوں اور وہ اپنی دنیا میں کھیلیں اور آپ ﷺ اس امر میں مشغول رہیں جس کا آپ کو حکم دیا گیا ہے، جس معاملے پر وہ ہیں یہ آپ کو ہرگز بڑا نہ لگے، کیونکہ آپ کے ذمے پہنچانے کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔

حَتّٰى يُلٰقُوْا يَوْمَهُمُ الَّذِيْ يُوْعَدُوْنَ ۝: وہ روز قیامت ہے، یہ آیت آیت سیف کی وجہ سے منسوخ ہے۔ جمہور نے يُلٰقُوْا پڑھا ہے۔ ابوجعفر، ابن محیصن، حمید اور مجاہد نے حَتّٰى يَلْقَوْا پڑھا ہے۔

يَوْمَ يَخْرُجُوْنَ مِنَ الْاَجْدَاثِ سِرَاعًا: يَوْمَ بدل ہے يَوْمَهُمُ سے، سِرَاعًا، يَخْرُجُوْنَ کی ضمیر سے حال کے طور پر منصوب ہے۔ جمہور نے يَخْرُجُوْنَ فاعل کی بناء پر (معلوم) پڑھا ہے۔ سُلمی، اعمش، مغیرہ اور عاصم کی ایک روایت میں مفعول کی بناء پر (مجہول) پڑھا گیا ہے۔ اجداث جدث کی جمع ہے اور یہ قبر ہے۔

كَاَنَّهُمْ اِلٰى نُصُبٍ يُّوْفِضُوْنَ ۝: جمہور نے نَصُبٍ میں نون پر زبر اور صاد کو ساکن پڑھا ہے۔ صحاح والے نے کہا ہے: نَصَبٌ وہ ہے جسے منصوب کیا گیا اور اللہ کے سوا اس کی عبادت کی گئی، اسی طرح نُصُبٍ پیش والا بھی ہے، اس کو کبھی متحرک پڑھا جاتا ہے، اعشی نے کہا:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وذا النصب المنصوب لا تعبدنه
ولا تعبد الشيطان واللّٰه فاعبدا

''نصب والا جو منصوب کیا گیا ہے، تو ہرگز اس کی عبادت نہ کر اور نہ تو شیطان کی عبادت کر، اور اللہ کی تم عبادت کرو۔''

اس کی جمع انصاب ہے، اخفش اور فراء کہتے ہیں: نُصُبٍ نَصَب کی جمع ہے، جیسے رُهُن اور رَهَن ہے، اَنصاب نصب کی جمع ہے، یہ جمع الجمع ہے۔ ایک قول ہے کہ نصب نصاب کی جمع ہے، وہ ایک حجر یا صنم ہے جس پر ذبح کیا جائے، اسی سے اللہ کا فرمان ہے: وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ۔

نحاس کہتے ہیں: نَصْب نُصْب اور نُصُب کا ایک ہی معنیٰ ہے، ایک قول ہے کہ اِلٰی نُصُبٍ کا مطلب ایک انتہاء تک ہے، اور وہ ہے جس پر تمہاری نگاہ منصوب ہو جائے۔

کلبی کہتے ہیں: ایک منصوب چیز کی طرف، کوئی نشان یا جھنڈا، گویا وہ ایک نشان کی طرف بلائے جاتے ہیں، یا ان کے لیے جھنڈا کھڑا کیا گیا ہے اس کی طرف چلائے جاتے ہیں۔

حسن کہتے ہیں: جب سورج طلوع ہوتا تھا وہ اپنے بتوں کی اللہ کے سوا عبادت میں جلدی کرتے تھے، ان میں سے پہلا دوسرے کی طرف مڑ کر نہ دیکھتا تھا۔

ابوعمرو کہتے ہیں: نصب شکاری کا جال ہے، جب شکار پھنس جاتا تو اس کے نقصان یا نکل جانے کے ڈر سے شکاری اس کی طرف جلدی کرتا۔

يُوْفِضُوْنَ کا مطلب اسرع اسراعًا ہے۔ اسی سے شاعر کا قول ہے:

فوارس ذبيان تحت الحديد
كالجن يوفضن من عبقر

''ذبیان کے شہسوار لوہے کے نیچے ہیں جیسے جن ہوں جو عبقر سے جلدی آتے ہیں۔''

عبقر جنوں کی بستیوں میں سے ایک بستی ہے۔ جیسا کہ عرب گمان کرتے ہیں، اسی سے لبید کا قول ہے:

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

كهول وشبان كجنة عبقر

''بوڑھے اور جوان ہیں، جیسے عبقر کے جن ہوں۔''

خَاشِعَةً اَبْصَارُهُمْ : پر نصب يُوْفِضُوْنَ کی ضمیر سے حال کے طور پر ہے، اَبْصَارُهُمْ اسی کی وجہ سے مرفوع ہے۔

خشوع ذلت اور خضوع ہے، یعنی وہ ان (نگاہوں) کو نہ اٹھائیں گے کیونکہ وہ عذاب کی توقع رکھیں گے۔

تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ: یعنی انہیں شدید ذلت ڈھانپے گی۔ قتادہ کہتے ہیں: وہ چہروں کی سیاہی ہے، اسی سے غُلَامٌ رَاهِقٌ ہے جو بچہ احتلام کو پہنچ جائے رَهِقَهُ زیر کے ساتھ يَرْهَقُهُ رَهَقًا کہا جاتا ہے یعنی اس نے اسے ڈھانپ لیا، اسی کی مثل اللہ کا فرمان وَلَا يَرْهَقُ وُجُوْهَهُمْ قَتَرٌ وَّلَا ذِلَّةٌ ہے۔

ذٰلِكُمْ فرما کے اشارہ ان باتوں کی طرف کیا ہے جو گزر چکی ہیں۔ یہ مبتداء ہے اور الْيَوْمُ الَّذِيْ كَانُوْا يُوْعَدُوْنَ اس کی خبر ہے، یعنی ان سے جو دنیا میں رسولوں کی زبانوں سے وعدہ کیا جاتا تھا، اس نے انہیں گھیر لیا اور وہ آن پہنچا، ان پر اس نے وہ عذاب واقع کر دیا جس کا اللہ نے ان سے وعدہ کیا تھا، اگرچہ اس نے مستقبل میں آنا ہے، لیکن اس کے وقوع کے پکا ہونے کی وجہ سے گویا کہ وہ واقع ہو چکا ہے۔

سعید بن منصور، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اللہ کے فرمان فَلَآ اُقْسِمُ بِرَبِّ الْمَشٰرِقِ وَالْمَغٰرِبِ کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: سورج کے لیے ہر روز ایک طلوع ہونے کی جگہ ہے جہاں سے وہ طلوع ہوتا ہے اور ایک غروب ہونے کی جگہ ہے جہاں وہ غروب ہوتا ہے۔ یہ گزشتہ دن کے طلوع سے اور گزشتہ دن کے غروب سے الگ جگہ ہے۔

ابن جریر نے انہی سے اِلٰى نُصُبٍ يُّوْفِضُوْنَ کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: ایک نشان کی طرف وہ جلدی کریں گے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سورۃ نوح

اس کی انتیس آیات ہیں، یا اٹھائیس آیات ہیں، یہ ایک مکی سورت ہے۔ ابن الضریس، نحاس اور ابن مردویہ نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کا فرمان نقل کیا ہے کہ یہ سورت اِنَّآ اَرْسَلْنَا نُوْحًا مکہ میں نازل ہوئی۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○ اِنَّآ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖٓ اَنْ اَنْذِرْ قَوْمَكَ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ① قَالَ يٰقَوْمِ اِنِّيْ لَكُمْ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ② اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاتَّقُوْهُ وَاَطِيْعُوْنِ ③ يَغْفِرْ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَيُؤَخِّرْكُمْ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ۭ اِنَّ اَجَلَ اللّٰهِ اِذَا جَاۗءَ لَا يُؤَخَّرُ ۘ لَوْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ④ قَالَ رَبِّ اِنِّيْ دَعَوْتُ قَوْمِيْ لَيْلًا وَّنَهَارًا ⑤ فَلَمْ يَزِدْهُمْ دُعَاۗءِيْٓ اِلَّا فِرَارًا ⑥ وَاِنِّيْ كُلَّمَا دَعَوْتُهُمْ لِتَغْفِرَ لَهُمْ جَعَلُوْٓا اَصَابِعَهُمْ فِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَاسْتَغْشَوْا ثِيَابَهُمْ وَاَصَرُّوْا وَاسْتَكْبَرُوا اسْتِكْبَارًا ⑦ ثُمَّ اِنِّيْ دَعَوْتُهُمْ جِهَارًا ⑧ ثُمَّ اِنِّيْٓ اَعْلَنْتُ لَهُمْ وَاَسْرَرْتُ لَهُمْ اِسْرَارًا ⑨ فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ۭ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا ⑩ يُّرْسِلِ السَّمَاۗءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا ⑪ وَّيُمْدِدْكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِيْنَ وَيَجْعَلْ لَّكُمْ جَنّٰتٍ وَّيَجْعَلْ لَّكُمْ اَنْهٰرًا ⑫ مَا لَكُمْ لَا تَرْجُوْنَ لِلّٰهِ وَقَارًا ⑬ وَقَدْ خَلَقَكُمْ اَطْوَارًا ⑭ اَلَمْ تَرَوْا كَيْفَ خَلَقَ اللّٰهُ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا ⑮ وَّجَعَلَ الْقَمَرَ فِيْهِنَّ نُوْرًا وَّجَعَلَ الشَّمْسَ سِرَاجًا ⑯ وَاللّٰهُ اَنْۢبَتَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ نَبَاتًا ⑰ ثُمَّ يُعِيْدُكُمْ فِيْهَا وَيُخْرِجُكُمْ اِخْرَاجًا ⑱ وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ بِسَاطًا ⑲ لِّتَسْلُكُوْا مِنْهَا سُبُلًا فِجَاجًا ⑳

اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔ بے شک ہم نے نوح کو اس کی قوم کی طرف بھیجا کہ اپنی قوم کو ڈرا، اس سے پہلے کہ ان پر ایک دردناک عذاب آ جائے۔ اس نے کہا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اے میری قوم! بلاشبہ میں تمھیں کھلم کھلا ڈرانے والا ہوں کہ اللہ کی عبادت کرو اور اس سے ڈرو اور میرا کہنا مانو۔ وہ تمھیں تمھارے گناہ معاف کردے گا اور ایک مقرر وقت تک تمھیں مہلت دے گا۔ یقیناً اللہ کا مقرر کردہ وقت جب آ جائے تو مؤخر نہیں کیا جاتا، کاش کہ تم جانتے ہوتے۔ اس نے کہا اے میرے رب! بلاشبہ میں نے اپنی قوم کو رات اور دن بلایا۔ تو میرے بلانے نے دور بھاگنے کے سوا ان کو کسی چیز میں زیادہ نہیں کیا۔ اور بے شک میں نے جب بھی انھیں دعوت دی، تاکہ تو انھیں معاف کردے، انھوں نے اپنی انگلیاں اپنے کانوں میں ڈال لیں اور اپنے کپڑے اوڑھ لیے اور اڑ گئے اور تکبر کیا، بڑا تکبر کرنا۔ پھر بے شک میں نے انھیں بلند آواز سے دعوت دی۔ پھر بے شک میں نے انھیں کھلم کھلا دعوت دی اور میں نے انھیں چھپا کر دعوت دی، بہت چھپا کر۔ تو میں نے کہا اپنے رب سے معافی مانگ لو، یقیناً وہ ہمیشہ سے بہت معاف کرنے والا ہے۔ وہ تم پر بہت برستی ہوئی بارش اتارے گا۔ اور وہ مالوں اور بیٹوں کے ساتھ تمھاری مدد کرے گا اور تمھیں باغات عطا کرے گا اور تمھارے لیے نہریں جاری کردے گا۔ تمھیں کیا ہے کہ تم اللہ کی عظمت سے نہیں ڈرتے۔ حالانکہ یقیناً اس نے تمھیں مختلف حالتوں میں پیدا کیا۔ کیا تم نے دیکھا نہیں کہ کس طرح اللہ نے سات آسمانوں کو اوپر تلے پیدا فرمایا۔ اور اس نے ان میں چاند کو نور بنایا اور سورج کو چراغ بنا دیا۔ اور اللہ نے تمھیں زمین سے اگایا، خاص طریقے سے اگانا۔ پھر دوبارہ وہ تمھیں اس میں لوٹائے گا اور تمھیں نکالے گا، خاص طریقے سے نکالنا۔ اور اللہ نے تمھارے لیے زمین کو ایک فرش بنا دیا۔ تاکہ تم اس کے کھلے راستوں پر چلو۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: إِنَّآ أَرْسَلْنَا نُوحًا إِلَىٰ قَوْمِهِۦٓ پہلے گزر چکا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام پہلے رسول ہیں جنہیں اللہ نے رسالت عطا فرمائی۔ ان کا نسب نوح بن لامک بن متوشلخ بن اخنوخ [1] بن قینان بن شیث بن آدم علیہ السلام ہے۔ یہ اپنی قوم میں کتنی مدت تک رہے، ان کی کل عمر کتنی تھی اور کس عمر میں انہیں رسالت ملی، یعنی کتنی عمر میں تھے؟ یہ سب باتیں سورۃ العنکبوت

[1] انہیں اخنوع بھی کہا جاتا ہے، یہ حضرت ادریس علیہ السلام ہیں، بعض مورخین انہیں ہرمس الحکیم قرار دیتے ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں گزر چکی ہیں۔

اَنْ اَنْذِرْ قَوْمَكَ: یعنی بِاَنْ اَنْذِرْ اس طرح اَنْ مصدریہ ہوگا۔ یہ بھی جائز ہے کہ اسے مفسرہ بنادیں، کیونکہ ارسال میں قول کا معنیٰ ہے۔ ❶ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اَنْذِرْ کو اَنْ کے بغیر پڑھتے تھے، اس میں بھی قول ہی مقدر/ ذہن میں رہے گا، پھر مطلب یہ ہوگا: ہم نے اسے کہا کہ ڈرا۔

مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ①: یعنی ایسا عذاب جو بہت دکھ دینے والا ہے وہ جہنم کا عذاب ہے۔ کلبی کہتے ہیں: اس سے مراد وہ عذاب ہے جو ان پر بصورت طوفان اترا۔

قَالَ يٰقَوْمِ اِنِّيْ لَكُمْ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ②: کا جملہ مستانفہ ہے، یہ ایک سوال مقدر مان کر استناف بیانیہ ہے۔ ❷ گویا کہ پوچھا گیا: تو نوح نے کیا کہا؟ کہا کہ اس نے ان سے فرمایا..... الخ مطلب یہ ہے کہ میں تمہیں اللہ کے عقاب/ سزا سے ڈرانے والا اور تمہیں خوف دلانے والا ہوں اور تم پر وہ بات کھولنے والا ہوں جس میں تمہاری نجات ہے۔

اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاتَّقُوْهُ وَاَطِيْعُوْنِ ③: اَنْ تفسیر یہ ہے نَذِيْرٌ کے لیے۔ یا یہ مصدریہ ہے، یعنی بِاَنْ اعْبُدُوا اللّٰهَ..... کہ تم اللہ کی عبادت کرو، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو اور اس سے ڈرو، یعنی اس چیز سے بچو جو تمہیں اس کے عذاب میں ڈال دے۔ جو میں تمہیں حکم دیتا ہوں اس میں تم میری اطاعت کرو، میں تمہاری طرف اللہ کی جانب سے رسول بن کر آیا ہوں۔

يَغْفِرْ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ: یہ جواب امر ہے۔ ❸ اور مِنْ تبعیض کے لیے ہے، یعنی تمہارے بعض گناہوں کو، ایسے گناہ جو رسول کی اطاعت اور اس کی دعوت قبول کرنے سے پہلے ہو چکے۔ سدی کہتے ہیں: مطلب ہے کہ وہ تمہارے گناہ بخشے گا، تو اس طرح مِنْ زائدہ ہوگا۔ ایک قول ہے کہ بعض سے مراد وہ ہیں جو گناہ حقوق العباد سے تعلق نہیں رکھتے۔ ایک قول

---

❶ یعنی ہم نے ان سے کہا۔

❷ جملہ مستانفہ جو نیا ہو اور بیانیہ جو پچھلے کی وضاحت کرے۔

❸ اعبدوا، اتقوا اور اطیعوا والے امر کا جواب ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے کہ مِنْ بیانِ جنس کے لیے ہے۔ ❶ ایک قول ہے کہ وہ تمہارے گناہوں میں سے وہ والے بخشے گا جن کی تم نے اللہ سے معافی مانگی ہے۔

وَ يُؤَخِّرْكُمْ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ: یعنی تمہاری موت کو جو اس نے تمہارے لیے مقدر کی ہے اس سے بڑھ کر ایک دور کی مدت تک ایمان و طاعت کی شرط کے ساتھ مؤخر کرے گا، اس بات کو مقدر سمجھ کر کہ اگر تم کفر و نافرمانی پر باقی رہتے۔ ایک قول ہے کہ ان کی عمروں میں تاخیر برکت کے معنی میں ہے اگر وہ ایمان لائیں اور اگر ایمان نہ لائیں تو ان کی عمروں میں عدم برکت کے معنی میں ہے۔ مقاتل کہتے ہیں: وہ تمہیں تمہاری زندگی کی انتہاؤں تک مؤخر کرے گا۔ زجاج کہتے ہیں: وہ تمہیں عذاب سے مؤخر کرے گا۔ لہٰذا: تمہاری موت (عام ہوگی اور) ان لوگوں کی طرح نہیں ہوگی جو عذاب کے ذریعے برباد کیے جائیں گے۔ فراء کہتے ہیں: وہ ڈبو کر، جلا کر اور قتل سے تمہیں موت نہیں دے گا۔

اِنَّ اَجَلَ اللّٰهِ اِذَا جَآءَ لَا يُؤَخَّرُ ۘ: یعنی جو اس نے تمہارے لیے وقت مقدر کیا ہے، اس بات کو فرض کر کے کہ اگر تم کفر پر باقی رہتے تم پر عذاب آتا، تم کفر پر ہوتے تو وہ موخر نہ ہوتا، بلکہ لامحالہ واقع ہو جاتا، لہٰذا: ایمان اور اطاعت کی طرف جلدی کرو۔

ایک قول ہے کہ اَجَلَ اللّٰهِ کا معنی موت ہے کہ جب آئے گی تو وہ تمہیں ایمان کا موقع نہیں دے گی۔ ایک قول ہے کہ اس کا معنی یہ ہے کہ جب موت آئے گی وہ مؤخر نہیں ہوگی، وہ عذاب کے ساتھ آئے یا بغیر عذاب آئے۔

لَوْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝: یعنی اگر کچھ بھی تم علم رکھتے تو ضرور میرے حکم پر عمل کی طرف جلدی کرتے، یا تمہیں ضرور علم ہو جاتا کہ اللہ کا مقرر کردہ وقت جب آتا ہے تو مؤخر نہیں ہوتا۔

قَالَ رَبِّ اِنِّيْ دَعَوْتُ قَوْمِيْ لَيْلًا وَّ نَهَارًا ۝: یعنی حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے رب کو پکارتے ہوئے کہا، اور اپنے اور اپنی قوم کے مابین ماجرا بیان کرتے ہوئے کہا، حالانکہ اللہ اس بات کو حضرت نوح علیہ السلام سے بڑھ کر جانتے ہیں، کہ میں نے اپنی قوم کو اس بات کی دعوت دی

❶ اس طرح یہ مِنْ بیانیہ ہو جائے گا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جس کا آپ نے مجھے حکم فرمایا، میں انہیں ایمان کی طرف دعوت دوں، دن اور رات میں بغیر کسی کوتاہی کے ہمیشہ دعوت۔

فَلَمْ يَزِدْهُمْ دُعَآءِيْٓ اِلَّا فِرَارًا ۝ : جس بات کی طرف میں نے انہیں بلایا، اور اس سے دور ہٹتے ہوئے۔ مقاتل کہتے ہیں: یعنی ایمان سے دور ہٹتے ہوئے، زیادتی کی نسبت دعا کی طرف اس لیے ہے کہ وہ اس کا سبب ہوئی۔ جیسے اللہ کا فرمان ہے: زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا۔ جمہور نے دُعَآءِيْ میں یاء پر زبر پڑھی ہے۔ یعقوب، دوری نے ابوعمرو سے نقل کیا ہے اور اہل کوفہ نے یاء کو ساکن پڑھا ہے۔ اور یہاں مستثنیٰ مفرغ ہے۔ ❶

وَاِنِّيْ كُلَّمَا دَعَوْتُهُمْ لِتَغْفِرَ لَهُمْ : یعنی میں نے جب بھی انہیں سبب مغفرت کی طرف بلایا جو آپ پر ایمان لانا اور آپ کی طاعت کرنا ہے۔

جَعَلُوْٓا اَصَابِعَهُمْ فِيْٓ اٰذَانِهِمْ : تاکہ وہ میری آواز نہ سنیں۔

وَاسْتَغْشَوْا ثِيَابَهُمْ : یعنی انہوں نے کپڑوں کے ساتھ اپنے چہرے ڈھانپ لیے تاکہ وہ مجھے نہ دیکھیں۔ ایک قول ہے کہ انہوں نے اپنے کپڑے اپنے سروں پر ڈال لیے تاکہ وہ میری بات نہ سنیں، اس طرح کپڑوں سے ڈھانپنا کانوں کو بند کرنے کا مزید ذریعہ ہوگا، ایک قول ہے کہ یہ عداوت سے کنایہ ہے، کہا جاتا ہے کہ فلاں نے عداوت کا کپڑا پہن لیا، ایک قول ہے کہ انہوں نے اپنے کپڑوں سے ڈھانپ لیا تاکہ وہ انہیں دعوت کے لیے نہ پہچان سکیں۔

وَاَصَرُّوْا: وہ کفر پر جمے رہے، نہ اس سے رکے اور نہ انہوں نے اس سے توبہ کی وَاسْتَكْبَرُوا انہوں نے قبول حق سے اور جو انہیں حکم دیا گیا، اس کی فرمانبرداری سے تکبر کیا۔ اسْتِكْبَارًا شدید تکبر۔

ثُمَّ اِنِّيْ دَعَوْتُهُمْ جِهَارًا ۝ : یعنی ان کے لیے دعوت کو ظاہر کرنے والا، اسے ان پر واضح کرنے والا۔

ثُمَّ اِنِّيْٓ اَعْلَنْتُ لَهُمْ : یعنی میں نے انہیں دعوت دی، ان کے لیے دعوت کا اعلان

❶ یعنی اِلَّا فِرَارًا کے استثناء میں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کرنے والا۔

وَاَسْرَرْتُ لَهُمْ اِسْرَارًا ﴿٩﴾: یعنی میں نے ان کے لیے دعوت کو بہت پوشیدہ بھی اختیار کیا، اس کے معنیٰ میں ایک قول ہے کہ ایک کے بعد دوسرے آدمی کو دعوت دے، اس کے اور دوسرے کے مابین بات پوشیدہ رکھے، مقصود یہ ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام نے انہیں مختلف صورتوں اور متفرق اسلوبوں میں دعوت دی، اس سے بھی ان کے ہاں کامیابی نہ ہوئی۔ [1] مجاہد کہتے ہیں: اَعْلَنْتُ کا مطلب صُحْتُ یعنی میں نے چیخ کر کہا ہے، اَسْرَرْتُ کے معنی میں ایک قول ہے کہ میں ان کے پاس ان کے گھروں میں گیا، وہاں میں نے انہیں دعوت پیش کی۔ جِهَارًا پر نصب مصدری اعتبار سے ہے، کیونکہ دعوت کبھی جہری ہے اور کبھی جہری نہیں۔ جہری بھی دعوت کی ایک نوعیت ہے، جیسے کہا جاتا ہے: قعد القرفصاء [2] یہ بھی ہوسکتا ہے کہ یہ محذوف مصدر کی صفت ہو، یعنی دُعَاءً جِهَارًا اور یہ مصدر حال کے موقع پر بھی ہوسکتا ہے، یعنی مُجَاهِرًا۔

ثُمَّ کا مطلب احوال کی باہم دوری پر دلالت ہے، کیونکہ جہری سری سے زیادہ سخت ہے اور دونوں کام اکٹھے کرنا ایک کام کی نسبت سخت ہے۔

اِنِّیْ کو جمہور نے یاء کے سکون کے ساتھ پڑھا ہے، ابو عمرو اور حرمیون نے اس پر زبر پڑھی ہے۔

فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا ﴿١٠﴾: یعنی اپنے سابقہ گناہوں پر اس سے اخلاص نیت کے ساتھ بخشش کا سوال کرو۔

اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا ﴿١٠﴾: یعنی گنہ گاروں کے لیے بہت مغفرت والا ہے۔ اسْتَغْفِرُوْا کے معنی میں ایک قول ہے کہ تم کفر سے توبہ کرو، وہ تائبین کو بہت بخشنے والا ہے۔

يُّرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا ﴿١١﴾: یعنی وہ تم پر آسمان کا پانی اتارتا ہے، تو اس میں بات

---

[1] یہاں لفظ نجع ہے جو نجح کے ہم معنی ہے۔
[2] یعنی وہ اکڑوں بیٹھا، یہ بیٹھنے کی ایک نوعیت ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مضمر رکھی گئی ہے، ایک قول ہے کہ آسمان سے مراد بارش ہے، جیسے شاعر کے قول میں ہے:

إذا نزل السماء بارض قوم
رعيناه وإن كانوا غضابا

''جب آسمان کسی قوم کی زمین پر اترتا ہے (یعنی بارش) ہم اس پر (جانور) چراتے ہیں گو وہ غصے کی حالت میں ہوں۔''

مدرار درور ہے، یعنی بارش کا ٹپکنا، اس پر نصب یا تو مِنَ السَّمَاءِ سے حال بن کر آیا ہے، اور یہ مونث نہیں ہوتا، کیونکہ مِفْعَالٌ کا وزن مونث نہیں ہوتا، حتیٰ کہ عورت کے متعلق بھی کہیں گے: امرأة مئناث اور مذکار۔

یا یہ محذوف مصدر کی صفت کی وجہ سے منصوب ہے، یعنی اِرْسَالًا مِدْرَارًا، اس پر کلام سورۃ الانعام میں گزر چکا ہے۔ يُرْسِلِ پر جزم اس لیے ہے کہ یہ جواب امر ہے۔ ❶ اس آیت میں اس بات کی دلیل ہے کہ استغفار بارش کے اسباب میں اور مختلف انواع رزق کے حصول میں ایک بڑا سبب ہے، اسی لیے فرمایا:

وَّيُمْدِدْكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّ بَنِيْنَ وَيَجْعَلْ لَّكُمْ جَنّٰتٍ: یعنی باغات وَّيَجْعَلْ لَّكُمْ اَنْهٰرًا یعنی چلنے والی نہریں۔ عطاء کہتے ہیں: مطلب یہ ہے کہ وہ تمہارے اموال اور اولاد بڑھائے گا، حضرت نوح علیہ السلام نے انہیں بتایا کہ ان کا اللہ پر ایمان آخرت کے نصیب وافر کے ساتھ ساتھ انہیں دنیا میں سرسبزہ اور مالداری بھی عطا کرے گا۔

مَا لَكُمْ لَا تَرْجُوْنَ لِلّٰهِ وَقَارًا ﴿١٣﴾: یعنی امید چھوڑنے میں تمہارے پاس کیا عذر ہے، یہاں رجاء بمعنیٰ خوف ہے، یعنی تمہیں کیا ہے کہ تم اللہ کا خوف نہیں رکھتے۔ وقار توقیر سے ہے عظمت کو کہتے ہیں، جو کہ تعظیم ہے، مطلب یہ ہے کہ تم اس کے حقِ عظمت کی طرح اس کا خوف نہیں رکھتے کہ تم اس کی توحید کو مانو اور طاعت اختیار کرو۔

---

❶ یعنی اسْتَغْفِرُوْا امر کا جواب ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لَا تَرْجُوْنَ حال کے طور پر محل نصب میں ہے ضمیر مخاطبین سے ❶ اس میں عامل لَكُمْ میں استقرار کا معنیٰ ہے، رجاء کا اطلاق خوف پر ہوتا ہے، اس متعلق ہذلی کا یہ قول ہے:

اذا لسعته النحل لم یرج لسعها

''یعنی جب اسے شہد کی مکھی کاٹے تو وہ اس کے کاٹنے کا خوف نہیں رکھتا۔''

سعید بن جبیر، ابو العالیہ اور عطاء بن ابی رباح نے فرمایا: تمہیں کیا ہے کہ تم اللہ کے لیے کسی ثواب کی امید نہیں رکھتے، اور نہ ہی تم اس کی کسی سزا کا خوف رکھتے ہو۔

مجاہد اور ضحاک کہتے ہیں: تمہارے لیے کیا ہے کہ تم اللہ کی عظمت کی پروا نہیں کرتے، قطرب کہتے ہیں: یہ ایک حجازی لغت ہے، جبکہ ہذیل، خزاعۃ اور مضر کہتے ہیں: لَمْ اَرْجُ یعنی میں نے پروا نہیں کی۔ قتادہ کہتے ہیں: کیا ہے کہ تم اللہ کے لیے ایمان پر حسن عاقبت کی امید نہیں رکھتے۔ ابن کیسان نے کہا: تمہیں کیا ہے کہ تم اللہ کی عبادت اور اس کی طاعت میں امید نہیں رکھتے کہ وہ تمہیں تمہاری توقیر پر جزائے خیر دے گا۔ ابن زید نے کہا: تمہیں کیا ہے کہ تم اللہ کی کسی فرمانبرداری کو ادا نہیں کرتے۔ حسن نے کہا: تمہیں کیا ہے کہ تم اللہ کے لیے کسی حق کو نہیں پہچانتے اور نہ اس کی کسی نعمت کا شکر ادا کرتے ہو۔

وَقَدْ خَلَقَكُمْ اَطْوَارًا ﴿۱۴﴾: کا جملہ حال کے طور پر محل نصب میں ہے، یعنی حال یہ ہے کہ اس ذات پاک نے تمہیں مختلف اطوار میں پیدا کیا۔ پہلے نطفہ، پھر مضغہ، پھر علقہ حتی کہ تخلیق پوری ہوگئی، جیسا کہ اس کی وضاحت سورۃ المؤمنون میں گزر چکی ہے۔ طور لغوت میں مرتبہ کو کہتے ہیں۔ ابن الانباری کہتے ہیں: طور حال ہے، اس کی جمع اطوار ہے ایک قول ہے کہ اطوار سے مراد بچے، پھر جوان پھر بوڑھے ہیں۔ ایک قول ہے کہ اطوار سے مراد اقوال، افعال اور اخلاق میں لوگوں کا مختلف ہونا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ تم اس ذات کی توقیر میں کیسے کوتاہی کرتے ہو جس نے تمہیں ان انوکھے احوال پر تخلیق بخشی ہے۔

اَلَمْ تَرَوْا كَيْفَ خَلَقَ اللّٰهُ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا ﴿۱۵﴾: خطاب اس کے لیے ہے جس کے لیے

❶ ضمیر مخاطبین سے مراد لَكُمْ کی ضمیر مجرور متصل ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

درست ہو، مطلب یہ ہے کہ آسمانوں کی تخلیق سے اس کی قدرت کے کمال اور انوکھی کاریگری پر استدلال ہو کہ وہی عبادت کا حق دار ہے، طباق ایک دوسرے کے اوپر مطابق وموافق ہونا ہے، ہر آسمان دوسرے پر موافق ہے جیسے قبے/ گنبد ہوں۔ حسن فرماتے ہیں: اللہ نے سات آسمانوں کو سات زمینوں کے اوپر پیدا کیا، ایک آسمان اور دوسرے آسمان کے درمیان اور ہر زمین اور دوسری زمین کے درمیان مخلوق بھی ہے اور اللہ کا حکم بھی جاری ہے۔

اس کی تحقیق اللہ کے فرمان وَّمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ کے تحت گزر چکی ہے۔

طِبَاقًا کا نصب مصدر کے طور پر ہے، آپ کہتے ہیں: طابقه مطابقة وطباقا یا حال ہے بمعنی ذَاتَ طِبَاقٍ، ذَاتَ کو حذف کیا گیا اور طِبَاقًا کو اس کا قائم مقام بنا دیا گیا، فراء نے قرآن کے علاوہ مقامات میں طِبَاقًا پر صفت کے طور پر جر کو جائز کہا ہے۔

وَجَعَلَ الْقَمَرَ فِيهِنَّ نُورًا: یعنی روئے زمین کو منور کرنے والا، چاند کو آسمانوں میں قرار دیا حالانکہ وہ آسمان دنیا میں ہے، کیونکہ جب وہ ان میں ایک میں ہے، پس وہ ان میں ہی ہے، یہ ابن کیسان کا قول بھی ہے۔ اخفش کہتے ہیں: جیسے تم کہتے ہو، میرے پاس بنو تمیم آئے، مراد ان میں سے بعض ہے۔ قطرب کہتے ہیں: فِيهِنَّ کا مطلب مَعَهُنَّ ہے یعنی اس نے چاند اور سورج کو پیدا کیا آسمان وزمین کی تخلیق کے ساتھ جیسے امرؤالقیس کے قول میں ہے:

وهل نعمن من كان آخر عهده
ثلاثين شهرا فى ثلاثة احوال

''اور کیا وہ نرم و نازک بناتی ہیں اسے جس کا آخری تعلق، تیس مہینے (اور) تین احوال ہوتے ہیں۔''[1]

یعنی تین احوال کے ساتھ۔

وَّجَعَلَ الشَّمْسَ سِرَاجًا ﴿١٦﴾: یعنی وہ اہل زمین کے لیے چراغ کی طرح ہے تاکہ وہ اس

[1] اس سے مراد انسان کی پیدائش سے پہلے کے تین احوال نطفہ مضغہ اور علقہ ہیں، نیز تیس ماہ سے مراد پیدائش کے بعد دودھ کی مدت شامل کرنا بھی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے ذریعے اپنی معاشی ضروریات میں تصرف تک پہنچ جائیں۔

وَاللّٰهُ اَنْۢبَتَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ نَبَاتًا ﴿۱۷﴾: یعنی حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ نے زمین کے ظاہری حصے سے پیدا کیا، مطلب یہ ہے کہ اس نے تمہیں زمین سے پیدا کیا، اگانے کو پیدائش کے لیے استعارہ بنایا گیا کیونکہ یہ لفظ نیا بننے اور بنانے پر زیادہ دلالت کرتا ہے، نَبَاتًا یا تو اَنْۢبَتَ کا مصدر ہے، حذف زوائد کے ساتھ، یا فعل محذوف کا مصدر ہے یعنی اس نے تمہیں زمین سے اگایا پس تم اگے اگنا۔ خلیل اور زجاج کہتے ہیں: یہ مصدر ہے جو خاص معنی پر محمول ہے، کیونکہ اَنْۢبَتَكُمْ کا معنی ہے: اس نے تمہیں بنایا ہے کہ تم اگتے ہو اگنا، ایک قول ہے کہ معنی یہ ہے کہ اللہ نے تمہارے لیے زمین سے بوٹیاں اگائیں۔ تو اس طرح نَبَاتًا مفعول بہ ہوگا۔ ابن بحر کہتے ہیں: اس نے انہیں زمین میں چھوٹے کے بعد بڑا اور کوتاہ کے بعد لمبا بنایا۔

ثُمَّ يُعِيْدُكُمْ فِيْهَا: یعنی زمین میں۔

وَيُخْرِجُكُمْ اِخْرَاجًا ﴿۱۸﴾: یعنی وہ روز قیامت تمہیں اٹھا کر اس سے نکالے گا۔

وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ بِسَاطًا ﴿۱۹﴾: یعنی اس نے تمہارے لیے زمین کو پھیلایا اور بچھایا، تم اس پر چلتے اور پلٹتے ہو، جیسے تم اپنے گھروں میں اپنے بچھونوں پر پلٹتے ہو۔

لِّتَسْلُكُوْا مِنْهَا سُبُلًا فِجَاجًا ﴿۲۰﴾: یعنی کھلے راستے، فجاج فج کی جمع ہے، کھلے راستے کو کہتے ہیں، فراء وغیرہ کا قول اسی طرح ہے۔ ایک قول ہے کہ فج دو پہاڑوں کے درمیان چلنے کا راستہ ہے، اس کی تحقیق مکمل طور پر سورۃ الانبیاء اور سورۃ الحج میں گزر چکی ہے۔

ابن المنذر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اللہ کے فرمان: جَعَلُوْٓا اَصَابِعَهُمْ فِيْٓ اٰذَانِهِمْ کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: تاکہ حضرت نوح علیہ السلام جو کہتے ہیں وہ نہ سنیں۔ وَاسْتَغْشَوْا ثِيَابَهُمْ فرمایا: تاکہ وہ غیر معروف ہوں اور حضرت نوح علیہ السلام انہیں پہچان نہ سکیں۔ وَاسْتَكْبَرُوا اسْتِكْبَارًا فرمایا: انہوں نے توبہ چھوڑ دی۔

سعید بن منصور اور ابن المنذر نے ان سے وَاسْتَغْشَوْا ثِيَابَهُمْ کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: انہوں نے اپنے چہرے ڈھانپ لیے تاکہ وہ حضرت نوح علیہ السلام کو نہ دیکھیں اور نہ ان کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بات سنیں۔ سعید بن منصور، عبد بن حمید اور شعب الایمان میں بیہقی نے بھی ان سے اللہ کے فرمان: مَا لَكُمْ لَا تَرْجُوْنَ لِلّٰهِ وَقَارًا کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: تم اللہ کے لیے عظمت کو نہیں جانتے۔ ابن جریر اور بیہقی نے ان سے وَقَارًا کے متعلق بھی نقل کیا ہے، فرمایا: عظمت مراد ہے۔ وَقَدْ خَلَقَكُمْ اَطْوَارًا کے متعلق فرمایا: نطفہ پھر علقہ اور پھر مضغہ۔ ابن ابی شیبہ، ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے ان سے اس آیت کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: تم اللہ کی کسی عظمت سے خوف نہیں کھاتے۔ ابن ابی حاتم نے ان سے اسی طرح نقل کیا ہے، فرمایا: تم اس کی کسی سزا سے نہیں ڈرتے اور نہ اس سے کسی ثواب کی امید رکھتے ہو۔

عبدالرزاق نے المصنف میں حضرت علی بن ابی طالب سے نقل کیا ہے کہ نبی ﷺ نے کچھ لوگوں کو ننگے نہاتے دیکھا، انہوں نے ازار بھی نہ باندھے تھے، آپ ﷺ ٹھہر گئے اور بآواز بلند فرمایا: مَا لَكُمْ لَا تَرْجُوْنَ لِلّٰهِ وَقَارًا۔

عبدالرزاق، عبد بن حمید، ابن المنذر اور ابو الشیخ نے ''کتاب العظمۃ'' میں حضرت عبداللہ بن عمرو سے نقل کیا ہے، فرمایا: سورج اور چاند کے چہرے آسمان کی طرف اور ان کی گدی (پشت) زمین کی طرف ہے، میں کتاب اللہ سے ہی تمہیں یہ پڑھ کر سناتا ہوں۔ وَجَعَلَ الْقَمَرَ فِيْهِنَّ نُوْرًا وَّجَعَلَ الشَّمْسَ سِرَاجًا۔

عبد بن حمید، ابن المنذر اور ابو الشیخ نے ''العظمۃ'' میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے، فرمایا: وہ آسمان والوں کو روشنی دیتے ہیں جیسے وہ زمین والوں کو روشنی دیتے ہیں۔ عبد بن حمید نے شہر بن حوشب سے نقل کیا ہے، فرمایا: حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص اور کعب الاحبار اکٹھے ہوئے، ان کے مابین کچھ ناراضی تھی اس ناراضی کا دونوں نے اظہار کیا، لہٰذا غصہ ختم ہو گیا۔ عبداللہ بن عمرو نے کعب سے فرمایا: تم جو چاہتے ہو مجھ سے سوال کرو، تم جو بھی پوچھو گے میں جواب دوں گا، میری تصدیق قرآن سے ہوگی، انہوں نے پوچھا: آپ کا کیا خیال ہے کہ سورج اور چاند کی روشنی جس طرح زمین میں ہے اس طرح سات آسمانوں میں بھی ہے؟ فرمایا: ہاں۔ کیا تم غور نہیں کرتے کہ اللہ نے فرمایا ہے: اَلَمْ تَرَوْا كَيْفَ خَلَقَ اللّٰهُ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

طِبَاقًا ﴿١٥﴾ وَّجَعَلَ الْقَمَرَ فِيْهِنَّ نُوْرًا وَّجَعَلَ الشَّمْسَ سِرَاجًا۔

عبد بن حمید نے، ابوالشیخ نے العظمۃ میں اور حاکم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے اور اسے صحیح بھی کہا کہ وَجَعَلَ الْقَمَرَ فِيْهِنَّ نُوْرًا کے متعلق فرمایا: اس کا چہرہ آسمان میں عرش کی طرف ہے اور اس کی گدی زمین کی طرف ہے۔

عبد بن حمید نے کلبی کے طریق سے بواسطہ ابوصالح ان سے بیان کیا ہے، وَجَعَلَ الْقَمَرَ فِيْهِنَّ نُوْرًا کے متعلق فرمایا: ان میں پیدا کیا، جب انہیں اہل زمین کی روشنی کے لیے پیدا کیا، آسمان میں اس کی روشنی کا کوئی حصہ نہیں ہے۔

ابن جریر اور ابن المنذر نے ان سے ہی سُبُلًا فِجَاجًا کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: مختلف راستے مراد ہیں۔

قَالَ نُوْحٌ رَّبِّ اِنَّهُمْ عَصَوْنِيْ وَاتَّبَعُوْا مَنْ لَّمْ يَزِدْهُ مَالُهٗ وَوَلَدُهٗٓ اِلَّا خَسَارًا ﴿٢١﴾ وَمَكَرُوْا مَكْرًا كُبَّارًا ﴿٢٢﴾ وَقَالُوْا لَا تَذَرُنَّ اٰلِهَتَكُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَّلَا سُوَاعًا ۙ وَّلَا يَغُوْثَ وَيَعُوْقَ وَنَسْرًا ﴿٢٣﴾ وَقَدْ اَضَلُّوْا كَثِيْرًا ۚ وَلَا تَزِدِ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا ضَلٰلًا ﴿٢٤﴾ مِمَّا خَطِيْٓـٰٔتِهِمْ اُغْرِقُوْا فَاُدْخِلُوْا نَارًا ۙ فَلَمْ يَجِدُوْا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْصَارًا ﴿٢٥﴾ وَقَالَ نُوْحٌ رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا ﴿٢٦﴾ اِنَّكَ اِنْ تَذَرْهُمْ يُضِلُّوْا عِبَادَكَ وَلَا يَلِدُوْٓا اِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًا ﴿٢٧﴾ رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِمَنْ دَخَلَ بَيْتِيَ مُؤْمِنًا وَّلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ۭ وَلَا تَزِدِ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا تَبَارًا ﴿٢٨﴾

نوح نے کہا اے میرے رب! بے شک انھوں نے میری بات نہیں مانی اور اس کے پیچھے چل پڑے جس کے مال اور اولاد نے خسارے کے سوا اس کو کسی چیز میں زیادہ نہیں کیا۔ اور انھوں نے خفیہ تدبیر کی، بہت بڑی خفیہ تدبیر۔ اور انھوں نے کہا تم ہرگز اپنے معبودوں کو نہ چھوڑنا اور نہ کبھی ودّ کو چھوڑنا اور نہ سواع کو اور نہ یغوث اور یعوق اور نسر کو۔ اور بلاشبہ انھوں نے بہت سے لوگوں کو گمراہ کر دیا اور تو ان ظالموں کو گمراہی کے سوا کسی چیز میں نہ بڑھا۔ اپنے گناہوں ہی کی وجہ سے وہ غرق کیے گئے، پس آگ میں داخل کیے گئے، پھر انھوں نے اللہ کے سوا اپنے لیے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کوئی مدد کرنے والے نہ پائے۔ اور نوح نے کہا اے میرے رب! زمین پر ان کافروں میں سے کوئی رہنے والا نہ چھوڑ۔ بے شک تو اگر انھیں چھوڑے رکھے گا تو وہ تیرے بندوں کو گمراہ کریں گے اور کسی نافرمان، سخت منکر کے سوا کسی کو نہیں جنیں گے۔ اے میرے رب! مجھے بخش دے اور میرے ماں باپ کو اور اس کو جو مومن بن کر میرے گھر میں داخل ہو اور ایمان والے مردوں اور ایمان والی عورتوں کو اور ظالموں کو ہلاکت کے سوا کسی چیز میں نہ بڑھا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے قَالَ نُوْحٌ رَّبِّ اِنَّهُمْ عَصَوْنِيْ یعنی وہ میری نافرمانی پر پکے ہو گئے اور انہوں نے میری دعوت کو قبول نہیں کیا، حضرت نوح نے اللہ عزوجل سے ان کی شکایت کی اور خبر دی کہ انہوں نے نافرمانی کی ہے اور پیروی نہیں کی، یہ بات اللہ بھی بہتر جانتے ہیں۔

وَاتَّبَعُوْا مَنْ لَّمْ يَزِدْهُ مَالُهٗ وَوَلَدُهٗٓ اِلَّا خَسَارًا ۝ : یعنی چھوٹوں نے اپنے سرداروں کی پیروی کی اور اپنے اہل ثروت کی، جنہیں مال اور اولاد کی کثرت نے دنیا میں گمراہی میں ہی زیادہ کیا تھا اور آخرت میں ان کی سزا بڑھائی۔

اہل مدینہ، شام اور عاصم نے وَوَلَدُهٗٓ میں واؤ اور لام پر زبر پڑھی ہے، جبکہ باقیوں نے لام کو ساکن پڑھا ہے، ولد میں یہ بھی ایک لغت ہے۔ جائز ہے کہ یہ جمع ہو، اس کی تحقیق گزر چکی ہے۔

وَاتَّبَعُوْا کا مطلب ہے کہ وہ اپنی پیروی پر جمے رہے، انہوں نے نئے سرے سے پیروی نہیں کی۔

وَمَكَرُوْا مَكْرًا كُبَّارًا ۝ : یعنی کبیر اور عظیم مکر، کبیر کبّار اور کبار کہا جاتا ہے، اسی طرح عجیب، عجاب اور عجّاب۔ جمیل، جمّال اور جمّال ہے۔ مبرد نے فرمایا: کُبّار میں شدّ ہے، یہ مبالغہ کے لیے ہے۔ کُبّار کی طرح قراء ہے، زیادہ پڑھنے والے کے لیے۔ ابن سکیت نے یہ شعر پڑھا:

بیضاء تصطاد القلوب وتستبی
بالحسن قلب المسلم القراء

www.kitabosunnat.com
" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''وہ سفید رنگت والی دلوں کو شکار کرتی ہے، اور قیدی بناتی ہے۔ حسن کے ساتھ مسلمان کے دل کو جو بہت پڑھنے والا (قراء) ہے۔''

جمہور نے کبّار کو شد کے ساتھ پڑھا ہے۔ ابن محیصن، حمید اور مجاہد نے تخفیف کے ساتھ پڑھا ہے۔ ابوبکر کہتے ہیں یہ کبیر کی جمع ہے۔ گویا مکر کو گناہوں یا افاعیل کی جگہ رکھا۔ اس لیے اس کی صفت جمع ہے۔ عیسیٰ بن عمر کہتے ہیں: یہ ایک یمانی لغت ہے۔ ان کے اس مکر کے متعلق اختلاف ہے کہ وہ کیا تھا؟ ایک قول ہے کہ گھٹیا لوگوں کو حضرت نوح علیہ السلام کے قتل پر تیار کرنا۔ ایک قول ہے کہ ان کو جو مال اور اولاد ملی اس پر لوگوں کو دھوکہ دینا، حتیٰ کہ کمزور لوگوں نے کہا: اگر یہ حق پر نہ ہوتے تو انہیں یہ نعمتیں نہ ملتیں۔

کلبی کہتے ہیں: اس سے مراد یہ ہے کہ انہوں نے اللہ کی بیوی اور اولاد بنائی۔ مقاتل کہتے ہیں: یہ ان کے بڑوں کا اپنے پیروکاروں کو کہنا ہے کہ تم ہرگز اپنے معبودوں کو نہ چھوڑنا۔ ایک قول ہے کہ ان کا مکر ان کا کفر ہے۔

وَقَالُوْا لَا تَذَرُنَّ اٰلِهَتَكُمْ : یعنی تم اپنے معبودوں کی عبادت نہ چھوڑو، یہ ان کے بت اور ان کی تصاویر ہیں، پھر ان کے بعد اہل عرب نے ان کی عبادت کی، یہی جمہور کا قول ہے۔

وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَّلَا سُوَاعًا ۙ وَّلَا يَغُوْثَ وَيَعُوْقَ وَنَسْرًا ۚ : یعنی تم ان کی عبادت نہ چھوڑو۔ محمد بن کعب کہتے ہیں: یہ کچھ نیک لوگوں کے نام ہیں جو حضرت آدم و نوح علیہما السلام کے درمیانی عرصہ میں گزرے، ان کے بعد ایسے لوگ آئے جو ان کی عبادت کرنے لگے، ابلیس نے ان سے کہا: اگر تم ان کی تصاویر بنا لو تو یہ تمہارے لیے بہت اچھا ہوگا، عبادت پر زیادہ شوق بھی دلائے گا، انہوں نے ایسے ہی کیا۔ پھر ان کے بعد جو لوگ آئے، ابلیس نے ان سے کہا: تم سے پہلے جو لوگ تھے وہ ان کی عبادت کرتے تھے تو تم بھی ان کی عبادت کیا کرو، تو بتوں کی عبادت کا آغاز اسی وقت سے ہوا، اور ان تصاویر کے یہ نام رکھ دیئے گئے، کیونکہ انہوں نے یہ تصاویر ان لوگوں کی شکلوں پر بنائی تھیں۔ عروۃ بن زبیر وغیرہ کہتے ہیں: یہ نام حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد کے تھے، ان میں بڑا ودّ تھا۔ ماوردی کہتے ہیں: ودّ پہلا بت ہے جو

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

معبود بنایا گیا، اس کو ودّ اس لیے کہتے ہیں کہ لوگ اس سے مودت رکھتے تھے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما عطاء اور مقاتل کے قول کے مطابق یہ قوم نوح کے بعد دومۃ الجندل کے مقام پر کلب نامی قوم کا بت رہا، اسی کے متعلق ان کا شاعر کہتا ہے:

حیاك ودّ فانا لا یحل لنا
لهو النساء وان الدین قد عزما

''مبارک تجھے ودّ، ہمارے لیے حلال نہیں ہے عورتوں سے کھیلنا، اور دین نے یہ لازم کیا ہے۔''

سواع ساحل سمندر پر ہذیل کا بت تھا، قتادۃ کے قول کے مطابق یغوث سباء میں جرف کے مقام پر مراد میں سے غطیف قبیلے کا بت تھا، مہروی کہتے ہیں: مراد پھر غطفان کا تھا، یعوق قتادۃ کے قول کے مطابق ہمدان کا بت تھا۔ عکرمہ اور عطاء کا بھی یہی قول ہے۔

ثعلبی کہتے ہیں: یہ کھلان بن سباء کا تھا، پھر وہ اس کے باہم وارث بنتے رہے حتی کہ وہ ہمدان کا ہو گیا، اسی کے متعلق مالک بن نمط الہمدانی نے کہا ہے:

یریش اللّٰه فی الدنیا ویبری
ولا یبری یعوق ولا یریش

''دنیا میں اللہ نفع دیتا ہے اور نقصان بھی، اور یعوق نہ نقصان دیتا ہے اور نہ نفع دیتا ہے۔''

قتادہ اور مقاتل کے مطابق نسر حمیر میں سے ذی الکلاع کا بت تھا، جمہور نے ود میں واؤ پر زبر پڑھی ہے، نافع نے پیش پڑھی ہے، لیث کہتے ہیں: ودّ واؤ پر پیش کے ساتھ قریش کا ایک بت تھا اور زبر کے ساتھ قوم نوح کا ایک بت تھا، اسی سے عمرو بن ود کا نام رکھا گیا۔ صحاح میں جوہری نے کہا ہے ودّ زبر کے ساتھ اہل نجد کی زبان میں وتد (میخ) کو کہتے ہیں، گویا انہوں نے تاء کو ساکن کیا اور اسے دال میں مدغم کر دیا۔

وَّلَا یَغُوْثَ وَیَعُوْقَ: میں جمہور نے بغیر تنوین پڑھا ہے، اگر یہ دونوں عربی نام ہیں تو غیر

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

منصرف ہونے کا سبب علمیت اور وزن فعل ہے، اگر یہ دونوں عجمی ہیں تو عجمہ اور علمیت سبب ہوں گے۔ اعمش نے وَلَا يَغُوْثًا وَ يَعُوْقًا منصرف پڑھا ہے۔ ابن عطیہ کہتے ہیں: یہ ایک وہم ہے۔ ان بتوں کو خاص ذکر کرنے کی وجہ یہ ہے اگرچہ یہ آلھۃ کے عموم میں شامل ہیں کیونکہ یہ ان کے بتوں میں بڑے اور عظیم تر تھے۔

وَقَدْ اَضَلُّوْا كَثِيْرًا: یعنی ان کے بڑوں اور سرداروں نے بہت سے لوگوں کو گمراہ کر دیا، ایک قول ہے کہ ضمیر بتوں کی طرف لوٹ رہی ہے کہ ان کے سبب سے بہت لوگ گمراہ ہو گئے، جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا فرمان ہے: رَبِّ اِنَّهُنَّ اَضْلَلْنَ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ۔ ان پر عاقل کی ضمیر جاری کی گئی ہے۔ ❶ اس لیے کہ ان کی عبادت کرنے والے کافروں کا اعتقاد تھا کہ وہ عقل رکھتے ہیں۔

وَلَا تَزِدِ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا ضَلٰلًا ۝: یہ رَبِّ اِنَّهُمْ عَصَوْنِيْ سے معطوف ہے، ضمیر کی جگہ ظاہر ❷ لفظ لایا گیا تا کہ ان کا ظلم پختہ ثابت کیا جائے۔ ابوحیان کہتے ہیں: یہ وَقَدْ اَضَلُّوْا پر معطوف ہے، اِلَّا ضَلٰلًا کا مطلب اِلَّا عَذَابًا ہے، یہ ابن بحر کا قول ہے، ان کا اس پر استدلال اللہ تعالیٰ کے فرمان اِنَّ الْمُجْرِمِيْنَ فِيْ ضَلٰلٍ وَّسُعُرٍ سے ہے۔

ایک قول ہے اِلَّا خُسْرَانًا، ایک قول ہے اِلَّا یہ کہ مال و اولاد کا فتنہ ہو، ایک قول ضائع ہونے کا ہے، ایک قول ان کے مکر میں گمراہی کا ہے۔

مِمَّا خَطِيْٓـٰٔتِهِمْ اُغْرِقُوْا: ما زائدہ ہے تاکید کے لیے۔ مطلب مِنْ خَطِيْئَاتِهِمْ ہے، یعنی ان کی خطاؤں کی وجہ سے، ان کے سبب سے وہ طوفان میں غرق کیے گئے۔

فَاُدْخِلُوْا نَارًا: یہ اس کے بعد ہے، مراد آخرت کی آگ ہے، ایک قول عذاب قبر کا ہے، جمہور نے خَطِيْٓـٰٔتِهِمْ کو جمع سالم پڑھا ہے، ابوعمرو نے خَطَايَاهُمْ جمع مکسر پڑھا ہے، حمدری، عمرو بن لبید، اعمش، ابوحیوۃ اور اشہب عقیلی نے خَطِيْئَتِهِمْ کو واحد پڑھا ہے۔ ضحاک

❶ عاقل کی ضمیر سے مراد اضلوا جمع مذکر کی ضمیر ہے۔
❷ ظاہر سے مراد ظالمین ہے، وَلَا تَزِدْهُمْ نہیں فرمایا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کہتے ہیں: انہیں غرق کے ساتھ آگ کا عذاب دنیا میں ایک حالت میں دیا گیا، ایک طرف وہ ڈوب رہے تھے اور دوسری طرف وہ جل رہے تھے۔ جمہور نے اُغْرِقُوْا أَغْرَقَ سے پڑھا ہے، جبکہ زید بن علی نے غُرِّقُوْا شد کے ساتھ پڑھا ہے۔

فَلَمْ يَجِدُوْا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْصَارًا ﴿٢٥﴾: یعنی انہوں نے کسی کو نہ پایا جو ان کو اللہ کے عذاب سے بچائے اور اسے ان سے دور کر سکے۔

وَ قَالَ نُوْحٌ رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا ﴿٢٦﴾: یہ قَالَ نُوْحٌ رَّبِّ اِنَّهُمْ عَصَوْنِيْ پر معطوف ہے۔ جب حضرت نوح علیہ السلام ان کے ایمان لانے سے اور کفر سے باز آنے سے مایوس ہو گئے، انہوں نے قوم پر ہلاکت کی بددعا کر دی۔ قتادہ کہتے ہیں: یہ دعا اللہ کی اس وحی کے بعد ہوئی کہ اَنَّهٗ لَنْ يُّؤْمِنَ مِنْ قَوْمِكَ اِلَّا مَنْ قَدْ اٰمَنَ اللہ نے ان کی دعا قبول کر کے مجرموں کو غرق کر دیا۔

محمد بن کعب، مقاتل، ربیع بن انس، ابن زید اور عطیہ کہتے ہیں: یہ اس وقت فرمایا جب اللہ نے ہر مومن کو باپوں کی صلبوں اور ماؤں کے رحموں سے نکال لیا، اور عورتوں کے رحم اور باپوں کی صلبیں عذاب سے ستر سال پہلے بانجھ کر دیں، ایک قول چالیس سال کا ہے۔ قتادہ کہتے ہیں: عذاب کے وقت ان میں کوئی چھوٹا بچہ نہیں تھا۔ حسن اور ابوالعالیہ کہتے ہیں: اگر اللہ ان کے ساتھ ان کے بچوں کو بھی ہلاک کرتے تو یہ ان پر اللہ کا عذاب ہوتا اور ان میں عدل ہوتا، لیکن ان کے بچوں کو اور اولاد کو اللہ نے پہلے بغیر عذاب ہلاک کیا، پھر ان کو عذاب کے ساتھ بعد میں ہلاک کیا۔

دَيَّارًا کا مطلب ہے جو گھروں میں رہتا ہو۔ اس کی اصل فَيْعَال کے وزن پر دَيْوَار ہے، یہ دَارَ يَدُوْرُ سے ہے، واؤ کو یاء سے بدلا اور ایک یاء کو دوسری میں مدغم کر دیا گیا، جیسے لفظ قیام ہے جو اصل میں قیوام تھا۔ قتبی کہتے ہیں: اس کی اصل دار سے ہے، یعنی دار گھر میں ٹھہرنے والا، کہا جاتا ہے دار میں کوئی دیار نہیں ہے یعنی ایک بھی رہنے والا نہیں۔ ایک قول ہے کہ دیار صاحب دیار کو کہتے ہیں، مطلب یہ ہے کہ ان میں سے کسی کو نہ چھوڑ بلکہ اسے ضرور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہلاک کر دے۔

اِنَّكَ اِنْ تَذَرْهُمْ يُضِلُّوْا عِبَادَكَ: یعنی اگر تو انہیں زمین پر چھوڑے گا وہ تیرے بندوں کو راہ حق سے گمراہ کریں گے۔

وَلَا يَلِدُوْٓا اِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًا ﴿٢٧﴾: یعنی فاجر جو تیری طاعت چھوڑتا ہے، وہ تیری نعمت پر بہت کفر کرنے والے ہیں، یعنی ان میں ناشکری بہت ہے، مطلب یہ ہے کہ وہ پیدا ہوگا جو فجور اور کفر کرے گا۔

پھر جب کفار پر بددعا کی، اس کے ساتھ ہی اپنے لیے، اپنے والدین کے لیے اور مومنین کے لیے دعا کی، لہٰذا فرمایا: رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ وہ دونوں مومن تھے، حضرت نوح علیہ السلام کے والد لامک بن متوشلخ ہیں جیسا کہ گزر چکا۔ اور ان کی ماں سحاء بنت آنوش ہیں۔ ایک قول ہے کہ مراد حضرت آدم اور حواء علیہما السلام ہیں۔ سعید بن جبیر کہتے ہیں: والدین سے مراد ان کے والد اور دادا ہیں، سعید بن جبیر نے وَ لِوَالِدِيَّ بھی پڑھا ہے یعنی دال پر زبر کے ساتھ، اس طرح یہ مفرد ہوگا۔ [1]

وَلِمَنْ دَخَلَ بَيْتِيَ: ضحاک اور کلبی کہتے ہیں گھر سے ان کی مسجد مراد ہے، ایک قول ان کا گھر ہے جس میں وہ رہائش پذیر تھے، ایک قول ان کی کشتی ہے، ایک قول ہے کہ جو ان کے دین میں داخل ہو گیا، مُؤْمِنًا پر نصب حال کی وجہ سے ہے، یعنی جو میرے گھر میں داخل ہوا ایمان کی صفت کے ساتھ متصف ہو کر۔ اس سے وہ نکل جائے گا جو اس صفت سے متصف ہو کر نہیں آیا جیسے حضرت نوح علیہ السلام کی بیوی اور ان کا بیٹا ہے جس کے متعلق قرآن میں ہے: قَالَ سَاٰوِيْٓ اِلٰى جَبَلٍ يَّعْصِمُنِيْ مِنَ الْمَآءِ۔

پھر دعا کو عام کیا اور فرمایا: وَ لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ یعنی ایمان سے متصف ہر مرد اور عورت کو بخش دے۔ پھر دعا کافروں کی طرف لوٹ آئی اور فرمایا: وَلَا تَزِدِ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا تَبَارًا یعنی ظلم سے متصف لوگوں کو نہ بڑھا مگر ہلاکت، گھاٹے اور بربادی میں۔ ان کی یہ دعا قیامت

[1] مراد میرا والد مفرد ہوگا۔ وَالِدَيَّ تثنیہ ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تک آنے والے ہر ظالم کے لیے عام ہے، جیسا کہ مومنین اور مومنات والی ان کی دعا قیامت تک آنے والے ہر مومن اور مومنہ کو شامل ہے۔

ابن جریر اور ابن المنذر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اللہ کے اس فرمان: وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَّلَا سُوَاعًا ۙ وَّلَا يَغُوْثَ وَيَعُوْقَ وَنَسْرًا کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: یہ بت تھے جن کی حضرت نوح علیہ السلام کے زمانے میں عبادت کی جاتی تھی۔

بخاری، ابن المنذر اور ابن مردویہ نے ان سے نقل کیا ہے، فرمایا: قوم نوح میں جن بتوں کی عبادت کی جاتی تھی وہ عرب کے ہو گئے، ود دومۃ الجندل میں کلب کا ہو گیا، سواع ہذیل کا ہو گیا، یغوث مراد کا، پھر بنو غطیف کا، یعوق ہمدان کا ہو گیا، اور نسر آل ذی الکلاع سے حمیر کا ہو گیا۔ یہ قوم نوح کے نیک مردوں کے نام ہیں، جب یہ وفات پا گئے تو شیطان نے ان کی قوم کے ذہن میں یہ بات ڈالی کہ ان کی مجالس میں جہاں وہ بیٹھتے تھے تصاویر نصب کر دو، ان کے وہی نام رکھ دو، انہوں نے ایسے ہی کیا۔ ان کی عبادت نہیں کی جاتی تھی، حتیٰ کہ جب یہ لوگ چلے گئے اور علم مٹ گیا تو ان کی عبادت شروع ہو گئی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سورۃ الجن

اس کی اٹھائیس آیات ہیں، اور یہ ایک مکی سورت ہے، قرطبی کہتے ہیں: سب کے نزدیک (یہ مکی سورت ہے) ابن ضریس، نحاس، ابن مردویہ اور بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے، فرمایا: سورۃ الجن مکہ میں نازل ہوئی۔ ابن مردویہ نے حضرت عائشہ اور ابن زبیر رضی اللہ عنہما سے بھی اسی طرح نقل کیا ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○ قُلْ اُوْحِيَ اِلَيَّ اَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ فَقَالُوْٓا اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا ۙ﴿۱﴾ يَّهْدِيْٓ اِلَى الرُّشْدِ فَاٰمَنَّا بِهٖ ۭ وَلَنْ نُّشْرِكَ بِرَبِّنَآ اَحَدًا ۙ﴿۲﴾ وَّاَنَّهٗ تَعٰلٰى جَدُّ رَبِّنَا مَا اتَّخَذَ صَاحِبَةً وَّلَا وَلَدًا ۙ﴿۳﴾ وَّاَنَّهٗ كَانَ يَقُوْلُ سَفِيْهُنَا عَلَي اللّٰهِ شَطَطًا ۙ﴿۴﴾ وَّاَنَّا ظَنَنَّآ اَنْ لَّنْ تَقُوْلَ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلَي اللّٰهِ كَذِبًا ۙ﴿۵﴾ وَّاَنَّهٗ كَانَ رِجَالٌ مِّنَ الْاِنْسِ يَعُوْذُوْنَ بِرِجَالٍ مِّنَ الْجِنِّ فَزَادُوْهُمْ رَهَقًا ۙ﴿۶﴾ وَّاَنَّهُمْ ظَنُّوْا كَمَا ظَنَنْتُمْ اَنْ لَّنْ يَّبْعَثَ اللّٰهُ اَحَدًا ۙ﴿۷﴾ وَّاَنَّا لَمَسْنَا السَّمَاۗءَ فَوَجَدْنٰهَا مُلِئَتْ حَرَسًا شَدِيْدًا وَّشُهُبًا ۙ﴿۸﴾ وَّاَنَّا كُنَّا نَقْعُدُ مِنْهَا مَقَاعِدَ لِلسَّمْعِ ۭ فَمَنْ يَّسْتَمِعِ الْاٰنَ يَجِدْ لَهٗ شِهَابًا رَّصَدًا ۙ﴿۹﴾ وَّاَنَّا لَا نَدْرِيْٓ اَشَرٌّ اُرِيْدَ بِمَنْ فِي الْاَرْضِ اَمْ اَرَادَ بِهِمْ رَبُّهُمْ رَشَدًا ۙ﴿۱۰﴾ وَّاَنَّا مِنَّا الصّٰلِحُوْنَ وَمِنَّا دُوْنَ ذٰلِكَ ۭ كُنَّا طَرَاۗىِٕقَ قِدَدًا ۙ﴿۱۱﴾ وَّاَنَّا ظَنَنَّآ اَنْ لَّنْ نُّعْجِزَ اللّٰهَ فِي الْاَرْضِ وَلَنْ نُّعْجِزَهٗ هَرَبًا ۙ﴿۱۲﴾ وَّاَنَّا لَمَّا سَمِعْنَا الْهُدٰٓى اٰمَنَّا بِهٖ ۭ فَمَنْ يُّؤْمِنْۢ بِرَبِّهٖ فَلَا يَخَافُ بَخْسًا وَّلَا رَهَقًا ۙ﴿۱۳﴾

اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔ کہہ دے میری طرف وحی کی گئی ہے کہ بے شک جنوں کی ایک جماعت نے کان لگا کر سنا تو انھوں نے کہا کہ بلاشبہ ہم نے ایک عجیب قرآن سنا ہے۔ جو سیدھی راہ کی طرف لے جاتا ہے تو ہم اس پر ایمان لے آئے اور (اب)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہم اپنے رب کے ساتھ کسی کو کبھی شریک نہیں کریں گے اور یہ کہ بلاشبہ بات یہ ہے کہ ہمارے رب کی شان بہت بلند ہے، اس نے نہ کوئی بیوی بنائی ہے اور نہ کوئی اولاد۔ اور یہ کہ بلاشبہ بات یہ ہے کہ ہمارا بے وقوف اللہ پر زیادتی کی بات کہتا تھا۔ اور یہ کہ بے شک ہم نے گمان کیا کہ بے شک انسان اور جن اللہ پر ہرگز کوئی جھوٹ نہیں بولیں گے۔ اور یہ کہ بلاشبہ بات یہ ہے کہ انسانوں میں سے کچھ لوگ جنوں میں سے بعض لوگوں کی پناہ پکڑتے تھے تو انھوں نے ان (جنوں) کو سرکشی میں زیادہ کر دیا۔ اور یہ کہ بے شک ان (انسانوں) نے گمان کیا جس طرح تم نے گمان کیا کہ اللہ کسی کو کبھی نہیں اٹھائے گا۔ اور یہ کہ بے شک ہم نے آسمان کو ہاتھ لگایا تو ہم نے اسے اس حال میں پایا کہ وہ سخت پہرے اور چمکدار شعلوں سے بھر دیا گیا ہے۔ اور یہ کہ بے شک ہم اس کی کئی جگہوں میں سننے کے لیے بیٹھا کرتے تھے تو جو اب کان لگاتا ہے وہ اپنے لیے ایک چمکدار شعلہ گھات میں لگا ہوا پاتا ہے۔ اور یہ کہ بے شک ہم نہیں جانتے کیا ان لوگوں کے ساتھ جو زمین میں ہیں، کسی برائی کا ارادہ کیا گیا ہے، یا ان کے رب نے ان کے ساتھ کسی بھلائی کا ارادہ فرمایا ہے۔ اور یہ کہ بے شک ہم میں سے کچھ نیک ہیں اور ہم میں کچھ اس کے علاوہ ہیں، ہم مختلف گروہ چلے آئے ہیں۔ اور یہ کہ بے شک ہم نے یقین کر لیا کہ بے شک ہم کبھی اللہ کو زمین میں عاجز نہیں کر سکیں گے اور نہ ہی بھاگ کر کبھی اسے عاجز کر سکیں گے۔ اور یہ کہ بے شک ہم نے جب ہدایت سن لی، ہم اس پر ایمان لے آئے، پھر جو کوئی اپنے رب پر ایمان لائے گا تو وہ نہ کسی نقصان سے ڈرے گا نہ کسی زیادتی سے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: قُلْ اُوْحِيَ اِلَيَّ جمہور نے اُوْحِيَ کو رباعی پڑھا ہے۔ ابن ابی عبلہ، ابو ایاس اور عتکی نے حضرت ابو عمرو سے ثلاثی بیان کیا ہے یعنی اُحِيَ [1] یہ دو لغات ہیں۔ اس بات میں اختلاف ہے کہ کیا نبی ﷺ نے جنوں کو دیکھا تھا یا انھیں نہیں دیکھا تھا؟ قرآن کا ظاہر یہ ہے کہ آپ نے انہیں نہیں دیکھا تھا۔ کیونکہ معنی یہ ہے کہ اے محمد! آپ اپنی امت سے فرما دیجیے کہ مجھ پر حضرت جبریل علیہ السلام کی زبان سے وحی بھیجی گئی ہے کہ اَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ

[1] اُوْحِيَ رباعی یعنی چار حرفی اور ثلاثی مزید فیہ ہے، جبکہ اُحِيَ ثلاثی مجرد اور تین حرفی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

الْجِنِّ اسی طرح اللہ کا فرمان ہے: وَ اِذْ صَرَفْنَآ اِلَيْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ يَسْتَمِعُوْنَ الْقُرْاٰنَ ۚ اس کی تائید میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت صحیح میں ہے، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنوں پر نہ پڑھا اور نہ انھیں دیکھا۔ عکرمہ کہتے ہیں: جو سورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پڑھ رہے تھے، وہ اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ ہے۔ سورۃ الاحقاف میں اس بارے میں مزید بات گزری ہے جو فائدہ مند ہے۔

اَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ یہ قائم مقام فاعل کے ہے، اس لیے اَنَّ پر فتح ہے، اور ضمیر شان کے لیے ہے۔ ❶ کوفیوں اور اخفش کے نزدیک جار اور مجرور کو قائم مقام فاعل بنانا جائز ہے، نفر اُس جماعت کا نام ہے جو تین سے دس تک ہو۔ ضحاک کہتے ہیں: جن جان کی اولاد ہیں، شیاطین نہیں ہیں۔ حسن کہتے ہیں: یہ ابلیس کی اولاد ہیں۔ ایک قول ہے کہ یہ عقل مند خفیہ اجسام ہیں جن پر آگ اور ہوائی عنصر غالب ہے۔ ایک قول ہے کہ یہ محض ارواح کی ایک قسم ہیں۔ ایک قول ہے کہ یہ بشری نفوس ہیں جو اپنے ابدان سے جدا ہیں۔

جنوں میں سے مؤمنین کے دخولِ جنت کے متعلق اہل علم کا اختلاف ہے جیسا کہ ان کے نافرمان جہنم میں داخل ہوں گے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے سورۃ تبارک میں فرمایا: وَ جَعَلْنٰهَا رُجُوْمًا لِّلشَّيٰطِيْنِ وَ اَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابَ السَّعِيْرِ اور جنوں کا دخول بھی اسی سورۃ میں آگے آرہا ہے: وَ اَمَّا الْقٰسِطُوْنَ فَكَانُوْا لِجَهَنَّمَ حَطَبًا اس کے علاوہ بھی آیات ہیں۔ حسن کہتے ہیں: وہ جنت میں داخل ہوں گے۔ مجاہد کہتے ہیں: وہ داخل نہیں ہوں گے گو کہ وہ جہنم سے دور کیے جائیں گے، پہلی بات زیادہ مناسب ہے کیونکہ سورۃ الرحمن میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: لَمْ يَطْمِثْهُنَّ اِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَ لَا جَآنٌّ سورۃ الرحمن میں اس کے علاوہ بھی چند آیات ہیں جو اس بات پر دلالت کرتی ہیں، ان کی طرف رجوع کیجیے۔ ہم پیچھے بتا آئے ہیں کہ حق یہ ہے کہ اللہ نے ان کی طرف ان میں سے رسول نہیں بھیجے، بلکہ سب رسول انسانوں میں سے آئے، گو کہ اللہ کے

---

❶ اَنَّهُ کی ضمیر مذکر بغیر مرجع ہے اس لیے ضمیر شان ہے، پہلے قول میں نَفَرٌ قائم مقام فاعل ہے، دوسرے قول میں مِنَ الْجِنِّ جار مجرور قائم مقام فاعل ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فرمان: اَلَمْ يَاْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ سے اس بات کے خلاف احساس/ اشارہ ملتا ہے، یہ اللہ تعالیٰ کی کتاب کی کئی آیات سے ظاہری مغلوب مؤقف بن جاتا ہے، جو آیاتِ مبارکہ یہ بتاتی ہیں کہ اللہ پاک نے رسول صرف بنو آدم سے بھیجے ہیں۔ ان بحثوں میں بات لمبی ہو جاتی ہے، مقصود مختصر عبارت میں محض اشارہ ہے۔

فَقَالُوْٓا اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا یعنی جب وہ اپنی قوم کے پاس واپس گئے تو انہوں نے ان سے کہا، یعنی ہم نے ایک کلام سنا ہے جو پڑھا جاتا ہے، وہ اپنی فصاحت و بلاغت میں عجب ہے، ایک قول ہے کہ وہ اپنے مواعظ میں عجب ہے، ایک قول اس کی برکت میں۔ عَجَبًا مصدر ہے، اس کے ساتھ مبالغہ کے لیے ہے، یا حذفِ مضاف پر، یعنی ذَا عَجَبٍ یا مصدر بمعنی اسم فاعل ہے یعنی مُعْجِبًا۔

يَّهْدِيْٓ اِلَى الرُّشْدِ یعنی ہدایت والے امور کی طرف، ہدایت حق اور صواب ہے۔ ایک قول اللہ کی معرفت کی ہدایت ہے، یہ جملہ قرآن کی ایک اور صفت ہے۔ فَاٰمَنَّا بِهٖ یعنی ہم نے اس کی تصدیق کی ہے کہ یہ اللہ کی جناب سے ہے۔

وَ لَنْ نُّشْرِكَ بِرَبِّنَآ اَحَدًا اس کی مخلوق میں سے کسی کو بھی، نہ ہم اس کے ساتھ کوئی دوسرا الٰہ پکڑتے ہیں، کیونکہ وہ اپنی ربوبیت میں اکیلا ہے، اس میں اولادِ آدم کے کفار کے لیے ڈانٹ ہے کہ جنوں نے ایک مرتبہ قرآن سن کر ایمان قبول کر لیا، اس کی تھوڑی آیات سن کر انہوں نے اس سے نفع اٹھایا، انہوں نے اپنی عقلوں سے ادراک کر لیا کہ یہ اللہ کا کلام ہے اور وہ اس پر ایمان لے آئے، لیکن انسانوں کے کفار خاص طور پر ان کے سرداروں اور بڑوں نے اسے کئی مرتبہ سن کر بھی اس سے نفع نہیں اٹھایا، اس کی آیات ان پر مختلف اوقات میں تلاوت کی گئیں، نیز یہ کہ پیغمبر ﷺ ان میں سے تھے، ان پر ان کی زبان میں اس کی تلاوت خود فرماتے تھے۔ لازمی بات ہے کہ اللہ نے انہیں ہلاک کیا، ذلت کی ہلاکت میں۔ اور انہیں قتل کیا قبیح ترین قتل، آخرت کا عذاب اور بھی سخت ہے اگر وہ جانتے ہوں۔

وَّ اَنَّهٗ تَعٰلٰى جَدُّ رَبِّنَا حمزہ، کسائی، ابن عامر، حفص، علقمہ، یحییٰ بن وثاب، اعمش، خلف

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور سلمی نے وَ اَنَّهٗ تَعٰلٰی میں اَنَّ پر زبر پڑھی ہے۔ اسی طرح انہوں نے اس کے بعد والے مقامات پر جو اس کے معطوف ہیں اُن پر زبر ہی پڑھی ہے، یہ گیارہ مقامات ہیں جو وَاَنَّهٗ لَمَّا قَامَ عَبْدُاللّٰهِ تک ہیں۔ باقیوں نے ان سب مقامات پر زیر پڑھی ہے، سوائے اللہ کے فرمان وَّ اَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ کے، ان کا یہاں زبر پر اتفاق ہے۔

جنہوں نے ان مقامات پر زبر پڑھی ہے انہوں نے فَاٰمَنَّا بِهٖ کے جار مجرور کے محل پر عطف کی وجہ سے پڑھی ہے، گویا کہ کہا گیا: فَصَدَّقْنَاهُ وَ صَدَّقْنَا اَنَّهٗ تَعَالٰی جَدُّ رَبِّنَا الخ....

جنہوں نے ان مقامات پر زیر پڑھی ہے انہوں نے اِنَّا سَمِعْنَا پر عطف کی وجہ سے زیر پڑھی ہے، یعنی قَالُوْا اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا اور قَالُوا اِنَّهٗ تَعَالٰی جَدُّ رَبِّنَا... آخر تک۔ ❶

ابوحاتم اور ابوعبید نے زیر والی قرأت کو اختیار کیا ہے، کیونکہ یہ سب جنوں کے کلام سے ہے، یہ ان کی باتوں کی حکایت سے ہے کہ فرمایا: قَالُوْا اِنَّا سَمِعْنَا۔

ابوجعفر اور شعبہ نے ان تین مقامات پر زبر پڑھی ہے۔ وَّ اَنَّهٗ تَعٰلٰی جَدُّ رَبِّنَا. وَّ اَنَّهٗ كَانَ يَقُوْلُ سَفِيْهُنَا. وَّ اَنَّهٗ كَانَ رِجَالٌ مِّنَ الْاِنْسِ وہ دونوں کہتے ہیں: یہ مقامات وحی سے ہیں اور باقیوں پر زیر ہے کیونکہ وہ جنوں کے کلام سے ہیں۔

جمہور نے وَ اَنَّهٗ لَمَّا قَامَ عَبْدُاللّٰهِ میں زبر پڑھی ہے کیونکہ اس کا عطف اَنَّهٗ اسْتَمَعَ پر ہے۔ نافع، ابن عامر، شیبہ، زر بن حبیش، ابوبکر اور عاصم کی ترجیح ان مقامات پر زیر کو ہے، یہ فَاٰمَنَّا بِهٖ پر عطف ہے، گذشتہ تقدیر کے لحاظ سے۔ اَنَّهُ اسْتَمَعَ کی زبر پر ان کا اتفاق ہے، وَّ اَنَّ الْمَسٰجِدَ اور وَّاَنْ لَّوِ اسْتَقَامُوْا میں بھی زبر پر اتفاق ہے۔ فَقَالُوْا اِنَّا سَمِعْنَا، قُلْ اِنَّمَا اَدْعُوْا رَبِّیْ، قُلْ اِنْ اَدْرِیْ اور قُلْ اِنِّیْ لَا اَمْلِكُ لَكُمْ میں ان کا اتفاق زیر پر ہے۔

❶ اس کی وجہ یہ ہے کہ قال یقول کے بعد اِنَّ زیر والا آتا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جَدّ کا مطلب اہل لغت کے نزدیک عظمت اور جلال ہے، جَدَّ فِیْ عَیْنِیّ کا مطلب ہے وہ میری نگاہوں میں عظیم ہوگیا، مفہوم یہ ہے کہ ہمارے پروردگار کی عظمت اور اس کا جلال بلند ہوا، یہی قول عکرمہ اور مجاہد کا ہے۔

حسن نے فرمایا: مطلب ہے کہ اس کا غنٰی بلند ہے، اسی سے ہے کہ حظ/ حصے کو بھی جد کہا جاتا ہے، آدمی مجدود ہے یعنی وہ حصے والا ہے۔

حدیث شریف میں ہے: وَلَا یَنْفَعُ ذَا لْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ ابوعبید اور خلیل کہتے ہیں: یعنی کسی غنٰی والے کو تیرے سامنے غنٰی نفع نہیں دے گا، یعنی فائدہ صرف فرمانبرداری دے گی۔ قرطبی اور ضحاک کہتے ہیں: اس کا جَدّ اس کے اپنی مخلوق پر انعامات اور اس کے احسانات ہیں۔ ابوعبیدہ اور اخفش کہتے ہیں: اس کا ملک اور سلطنت مراد ہے۔ سُدی کہتے ہیں: اس کا حکم۔ سعید بن جبیر کہتے ہیں: وَاَنَّهٗ تَعَالٰی جَدُّ رَبِّنَا یعنی ہمارا رب بلند ہے۔ ایک قول ہے کہ اس کا جدّ اس کی قدرت ہے۔ محمد بن علی بن حسین، ان کے بیٹے حضرت جعفر صادق اور ربیع بن انس فرماتے ہیں: اللہ کے لیے کوئی جدّ نہیں ہے، یہ تو جنوں نے جہالت سے کہا تھا۔ جمہور نے جدّ میں جیم پر زبر پڑھی ہے۔ عکرمہ، ابوحیوۃ اور محمد بن سمیفع نے جیم پر زیر پڑھی ہے یعنی جِدّ، تو یہ ہزل کی ضد ہوگی۔ [1] ابوالاشہب نے جَدٰی رَبِّنَا پڑھا ہے، یعنی اس کا عطیہ اور اس کا نفع۔ عکرمہ سے بھی مروی ہے کہ انہوں نے جَدٌّ پر تنوین اور رَبُّنَا پر رفع پڑھا کہ یہ جَدٌّ سے بدل ہے۔

مَا اتَّخَذَ صَاحِبَةً وَّلَا وَلَدًا، اللہ پاک و بلند کے جدّ کی بلندی کی یہ وضاحت/ بیان ہے۔ زجاج کہتے ہیں: ہمارے رب کی عظمت اور اس کا جلال اس بات سے بلند ہے کہ وہ بیوی یا اولاد پکڑے۔ گویا جنوں کو ان الفاظ سے کفار کی خطا پر تنبیہ ہوئی جو اللہ کی طرف بیوی اور اولاد کی نسبت کرتے ہیں، اور انہوں نے اللہ کو ان دونوں سے پاک قرار دیا۔

وَّ اَنَّهٗ كَانَ یَقُوْلُ سَفِیْهُنَا عَلَى اللّٰهِ شَطَطًا، اس میں اَنَّهٗ کی ضمیر حدیث

---

[1] اس کے مفہوم کے لیے حدیث شریف ثَلَاثٌ جِدُّهُنَّ جِدٌّ وَهَزْلُهُنَّ جِدٌّ ملحوظ ہو۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(بات) کے لیے یا امر (معاملے) کے لیے ہے۔ سَفِيْهُنَا میں جائز ہے کہ یہ كَانَ کا اسم ہو، اور يَقُوْلُ خبر۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ سَفِيْهُنَا يَقُوْلُ کا فاعل ہو اور جملہ كَانَ کی خبر ہو اور اس کا اسم ایک ضمیر ہو جو حدیث یا امر کی طرف لوٹتی ہو، یہ بھی ہوسکتا ہے کہ كَانَ زائدہ ہو۔ ان کے سفیہ سے مراد ان کے نافرمان اور مشرکین ہیں۔ مجاہد، ابن جریج اور قتادہ کہتے ہیں: ان کی مراد (سفیہ سے) ابلیس ہے۔

شَطَطًا کفر میں غلو کو کہتے ہیں۔ ابو مالک ظلم کہتے ہیں۔ کلبی جھوٹ کہتے ہیں۔ اس کا اصل مفہوم میانہ روی سے دوری اور حد سے تجاوز کرنا ہے۔ اسی سے شاعر کا قول ہے۔

بِأَيَّةِ حَالٍ حكموا فيك فاشتطوا
وماذاك الا حيث يممك الوخط

''جس حال میں بھی وہ تیرے بارے میں فیصلہ کریں وہ زیادتی کریں گے۔ اور نہیں ہے یہ مگر اس وجہ سے کہ تجھ پر بڑھاپے نے قصد کیا ہے۔''

وَّ اَنَّا ظَنَنَّاۤ اَنْ لَّنْ تَقُوْلَ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا: یعنی ہم نے سمجھا تھا کہ انسان اور جن اللہ پر جھوٹ نہیں باندھتے کہ اس کا کوئی شریک، بیوی اور اولاد ہے، ہم اس میں انہیں سچا مانتے تھے، حتیٰ کہ ہم نے قرآن سنا پھر ہمیں ان کے قول کا بطلان معلوم ہوا، ہم ان کے بارے میں جو سچ گمان کرتے تھے اس کا بطلان بھی ہمیں معلوم ہوا، كَذِبًا پر نصب اس اعتبار سے ہے کہ یہ يَقُوْلُ کا مصدر موکد ہے، کیونکہ جھوٹ قول کی ایک قسم ہے، یا یہ مصدر محذوف کی صفت ہے، یعنی قَوْلًا كَذِبًا یعقوب، حمدری اور ابن ابی اسحاق نے أَنْ لَنْ تَقَوَّلَ تَقَوُّلْ سے پڑھا ہے، اس قرأت کے مطابق كَذِبًا مفعول بہ ہوگا۔

وَّ اَنَّهٗ كَانَ رِجَالٌ مِّنَ الْاِنْسِ يَعُوْذُوْنَ بِرِجَالٍ مِّنَ الْجِنِّ: حسن، ابن زید وغیرہ کہتے ہیں: اہل عرب کی عادت تھی کہ ایک شخص کسی وادی میں ٹھہرتا تو کہتا: میں اس وادی کے سردار کی پناہ میں آتا ہوں اس کی قوم کے بیوقوفوں کے شر سے، پھر وہ اس کی پناہ میں رات گزارتا حتیٰ کہ صبح ہو جاتی، اس پر یہ آیت اتری۔ مقاتل کہتے ہیں: سب سے پہلے جنوں کی پناہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اہل یمن کی ایک قوم نے حاصل کی، پھر بنو حنیفہ نے اور یہ عرب میں عام ہوگئی، جب اسلام آیا لوگ اللہ کی پناہ حاصل کرنے لگے اور انہیں (جنوں کو) چھوڑ دیا۔

فَزَادُوْهُمْ رَهَقًا: یعنی جنوں کے مردوں سے اپنی پناہ حاصل کرنے والے انسان مردوں کو اور ڈرایا یعنی بیوقوفی، سرکشی، تکبر اور نخوت میں وہ آگے بڑھ گئے، یا پناہ حاصل کرنے والے انسان مردوں نے جن جنوں سے پناہ پکڑی ان مردوں کو زیادہ ڈرایا، کیونکہ جن سے پناہ پکڑی جاتی وہ کہتے: ہم جن وانس کے سردار ہوگئے۔ پہلا قول مجاہد اور قتادہ کا ہے۔ دوسرا قول ابوالعالیہ، قتادہ، ربیع بن انس اور ابن زید کا ہے۔ کلام عرب میں رھق کا مطلب گناہ اور حرام کاموں کی انجام دہی ہے۔ رجل رھق اس بندے کو کہتے ہیں جو اس طرح کا ہو۔ اسی سے اللہ کا فرمان ہے: وَلَا يَرْهَقُ وُجُوهَهُمْ قَتَرٌ وَلَا ذِلَّةٌ یعنی ذلت انہیں ڈھانپے گی، اسی سے اعشیٰ کا قول ہے:

لا شی ء ینفعنی من دون رؤیتها
هل یشتفی عاشق ما لم یصب رهقًا

''محبوبہ کے دیدار کے علاوہ کوئی چیز مجھے نفع نہیں دیتی۔ نہیں شفا پاتا عاشق، جب تک رھق، گناہ کو نہ پہنچے۔''

یہاں رھق سے مراد گناہ ہے۔ ایک قول ہے کہ رھق خوف ہے۔ یعنی جنوں نے اس پناہ کے ساتھ انسانوں کا خوف بڑھا دیا۔ ایک قول ہے کہ کوئی انسان مرد کہتا کہ میں عرب کے سرداروں میں سے اس وادی کے جن کی پناہ حاصل کرتا ہوں۔ اس سے تائید ہوتی ہے کہ لفظ رجال کا اطلاق جنوں پر نہیں ہوتا۔ تو بِرِجَالٍ کے الفاظ سے مراد ان انسانوں کی صفت ہے جو پناہ حاصل کرتے تھے، یعنی وہ ان کے ذریعے جنوں کے شر سے پناہ پکڑتے، اس تاویل میں بعد (دوری) ہے، اس بات کو اگر صحیح تسلیم نہ کریں تو بھی لفظ رجال کے جنوں پر اطلاق میں کچھ بھی مانع نہیں ہے، یہاں پر تو یہ بابِ مشاکلہ/ بایکدیگر ہم شکل ہونے سے ہے۔

وَّاَنَّهُمْ ظَنُّوْا كَمَا ظَنَنْتُمْ اَنْ لَّنْ يَّبْعَثَ اللّٰهُ اَحَدًا: یعنی یہ جنوں کا انسانوں کے لیے قول ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اے انسانوں جنوں نے ایسے گمان کیا جیسے تم نے گمان کیا کہ دوبارہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اٹھایا نہیں جائے گا۔ ایک قول ہے کہ مطلب یہ ہے کہ تم نے اے جنوں جیسے گمان کیا ہے ایسے ہی انسان گمان کرتے تھے، مطلب یہ ہے کہ وہ بھی اٹھائے جانے پر ایمان نہیں رکھتے جیسے تم ایمان نہیں رکھتے تھے۔

وَّ اَنَّا لَمَسْنَا السَّمَآءَ: یہ بھی جنوں کے قول سے ہے، یعنی ہم نے اس کی خبر تلاش کی جیسے ہماری عادت ہوتی تھی۔

فَوَجَدْنٰهَا مُلِئَتْ حَرَسًا: فرشتوں کے ساتھ جو اس کی چوری سننے سے حفاظت کرتے ہیں، حرس حارس کی جمع ہے۔ شَدِيْدًا حَرَسًا کی صفت ہے، یعنی طاقت ور۔

وَّ شُهُبًا: یہ شہاب کی جمع ہے، یہ ایک شعلہ ہے جو ستارے کی آگ سے حاصل کیا جاتا ہے، جیسا کہ اس کا بیان اللہ کے فرمان وَجَعَلْنٰهَا رُجُوْمًا لِّلشَّيٰطِيْنِ کی تفسیر کے تحت گزر چکا ہے۔

اللہ کے فرمان: مُلِئَتْ حَرَسًا شَدِيْدًا کا محل نصب ہے، اس طرح کہ یہ وَجَدْنَا کا دوسرا مفعول ہے، کیونکہ وَجَدَ دو مفعولوں کی طرف متعدی ہوتا ہے، یہ بھی جائز ہے کہ یہ ایک مفعول کی طرف متعدی ہو پھر محل جملہ حالیہ نصب ہوگا، قَدْ کو مقدر مانا جائے گا۔ حَرَسًا منصوب ہے، تمیز کے طور پر۔ اس کی صفت مفرد آئی ہے لفظ کے حساب سے۔ جیسے سلف صالح کہا جاتا ہے حالانکہ سلف صالحین ہوتا ہے۔

وَّ اَنَّا كُنَّا نَقْعُدُ مِنْهَا مَقَاعِدَ لِلسَّمْعِ: یعنی ہم جنوں کی جماعت آسمان کے قریب سننے کے لیے راہوں میں بیٹھتے تھے، یعنی خاص جگہوں پر جو اس طرح آسمان کی خبریں سننے کے لیے تھیں۔ لِلسَّمْعِ نَقْعُدُ کا متعلق ہے۔[1] یعنی لِأَجْلِ السَّمْعِ یا ایک ضمیر کے متعلق جو مقاعد کی صفت ہے یعنی مَقَاعِدَ كَائِنَةً لِلسَّمْعِ مقاعد مقعد کی جمع ہے یہ اسم مکان ہے، واقعہ یہ ہے کہ سرکش جن ایسا کرتے تھے تاکہ وہ ملائکہ سے آسمان کی خبریں سنیں اور انہیں نجومیوں تک پہنچائیں، اللہ پاک نے اپنے رسول ﷺ کی بعثت پر آسمانوں کی حفاظت، جلانے والے ستاروں کے ساتھ فرمائی، اللہ کے فرمان: فَمَنْ يَّسْتَمِعِ الْاٰنَ يَجِدْ لَهٗ شِهَابًا

[1] یعنی نحوی ترکیب میں لِلسَّمْعِ جار مجرور نَقْعُدُ فعل یہ فاعل کا متعلق ہوگا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

رَّصَدًا کا یہی مطلب ہے۔ یعنی اس کو گھات میں رکھا تا کہ اس کے ساتھ اسے مارے، یا اس کے سبب سے تا کہ اسے سننے سے روکے۔ الآن ظرف ہے حال کے لیے، لیکن مستقبل کے لیے مستعار لیا گیا ہے، رَصَدًا پر نصب اس لیے ہے کہ یہ شِهَابًا کی صفت ہے، یا مفعول لہ ہے، یہ مفرد ہے اور جائز ہے کہ حرس کی طرح یہ بھی جمع ہو۔

اہل علم کا اس بات میں اختلاف ہے کہ آیا رسول اکرم ﷺ کی بعثت سے پہلے شیاطین پر ستارے پھینکے جاتے تھے یا نہیں؟ ایک قوم کا قول ہے کہ ایسا نہیں تھا۔

واحدی نے معمر سے بیان کیا ہے، کہتے ہیں: میں نے زہری سے پوچھا: کیا زمانہ جاہلیت میں بھی ستاروں سے شیاطین کو مارا جاتا تھا؟ کہا: ہاں، میں نے کہا: اللہ کے فرمان: وَّ اَنَّا كُنَّا نَقْعُدُ مِنْهَا... الآیۃ کا کیا مطلب ہے؟ فرمایا: جب حضرت محمد ﷺ مبعوث ہوئے تو یہ معاملہ زیادہ سخت اور مضبوط ہو گیا۔

ابن قتیبہ کہتے ہیں: بعثت سے پہلے بھی شیاطین کو مارا جاتا تھا لیکن بعثت سے بعد کی طرح کی سختی نہیں تھی، بعض احوال میں وہ چوری بات سنتے تھے، جب بعثت ہوئی تو انہیں اس سے بالکل روک دیا گیا۔ عبدالملک بن سابور کہتے ہیں: حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت محمد ﷺ کے درمیانی وقفے میں آسمانوں کی حفاظت نہیں کی جاتی تھی، جب حضرت محمد ﷺ مبعوث ہوئے تو آسمان کی حفاظت کی گئی، شیاطین کو ستاروں کے ساتھ مارا گیا اور انہیں آسمان کے قریب جانے سے بھی روک دیا گیا۔ نافع بن جبیر کہتے ہیں: اس وقفے میں شیاطین سنتے تھے اور انہیں مارا نہیں جاتا تھا، جب رسول اللہ ﷺ کی بعثت ہوئی تو انہیں ستاروں کے ساتھ مارا گیا، اس بارے میں بحث گزر چکی ہے۔

وَّ اَنَّا لَا نَدْرِيْٓ اَشَرٌّ اُرِيْدَ بِمَنْ فِي الْاَرْضِ اَمْ اَرَادَ بِهِمْ رَبُّهُمْ رَشَدًا: یعنی ہم نہیں جانتے کہ آسمان کی اس حفاظت کے ذریعے زمین والوں کے ساتھ شر کا ارادہ کیا گیا ہے یا ان کے رب نے ان کے ساتھ رشد یعنی خیر کا ارادہ کیا ہے۔ ابن زید کہتے ہیں: ابلیس نے کہا: ہم نہیں جانتے کہ اللہ نے اس رکاوٹ کے ذریعے اہل زمین پر کوئی عذاب نازل کرنے کا ارادہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کیا ہے یا وہ ان کی طرف کوئی رسول بھیجے گا۔ أَشَرٌّ پر رفع اشتغال کے سبب سے ہے، یا ابتداء کی وجہ سے، بعد والا حصہ اس کی خبر بن جائے گا، لیکن پہلی بات زیادہ مناسب ہے۔ اور جملہ نَدْرِیْ کے دو مفعولوں کے قائم مقام ہے۔ مناسب ہے کہ یہ جنوں کی آپس کی بات ہے اور یہ ابلیس کا قول نہیں ہے جیسے ابن زید نے کہا ہے۔

وَّ اَنَّا مِنَّا الصّٰلِحُوْنَ: یعنی جب جنوں نے حضرت محمد ﷺ پر ایمان کی دوسروں کو دعوت دی تو بعض نے بعض سے یہ کہا کہ قرآن سننے سے پہلے ہم میں سے بعض نیکی سے متصف تھے۔

وَمِنَّا دُوْنَ ذٰلِكَ: یعنی کچھ اس کے علاوہ، مطلب یہ ہے کہ وہ نیکی کے ساتھ متصف نہیں تھے۔ ایک قول ہے کہ صالحین سے مراد مؤمنین ہیں اور دُوْنَ ذٰلِكَ سے مراد کافر ہیں لیکن پہلی بات زیادہ مناسب ہے۔

كُنَّا طَرَآىِٕقَ قِدَدًا: کا مطلب متفرق جماعتیں اور مختلف اقسام ہیں۔ قِدَّۃٌ کسی چیز کا ایک ٹکڑا ہوتا ہے، قوم قدد ہوگئی یعنی ان کے احوال مختلف ہو گئے اسی سے شاعر کا قول ہے:

القابض الباسط الهادی لطاعته
فی فتنة الناس اذ أهوائهم قدد

''وہ کشادہ کرنے والا، تنگ کرنے والا اور اپنی فرمانبرداری پر ہدایت دینے والا ہے۔ لوگوں کے فتنے میں جب ان کی خواہشات مختلف ہوتی ہیں۔''

مطلب ہے کہ ہم مختلف راستوں والے تھے، یا ہمارے راستے مختلف راستے تھے، یا ہم مختلف راستوں کی طرح تھے، اسی سے لبید کا قول ہے:

لم تبلغ العین کل نهمتها
یوم تمشی الجیاد بالقدد

''آنکھ اپنے پورے مقصد تک نہ پہنچی، جس دن عمدہ گھوڑے مختلف راہوں پر چلتے ہیں۔''

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور اس کا ایک شعر یہ بھی ہے:

ولقد قلت و زید حاسر
یوم ولّت خیل عمرو قددا

''میں نے کہہ دیا جبکہ زید بغیر زرہ کے تھا، جس دن عمرو کے شہسوار مختلف راہوں پر نکل گئے۔''

سُدی اور ضحاک کہتے ہیں: مراد مختلف ادیان ہیں، قتادہ کہتے ہیں: مختلف خواہشات۔ سعید بن المسیب کہتے ہیں: وہ مسلمان، یہودی، عیسائی اور مجوسی تھے۔ مجاہد نے بھی ایسے ہی کہا ہے۔ حسن کہتے ہیں: جن بھی تمہاری طرح قدریہ، مرجئہ، رافضہ اور شیعہ ہیں۔ سُدی کا بھی قول اسی طرح ہے۔

وَّ اَنَّا ظَنَنَّاۤ اَنْ لَّنْ نُّعْجِزَ اللّٰهَ فِی الْاَرْضِ: یہاں پر ظن علم اور یقین کے معنی میں ہے۔ یعنی ہم نے جان لیا کہ شان یہ ہے کہ ہم اللہ کو زمین میں ہرگز عاجز نہیں کر سکتے۔ ہم جہاں کہیں بھی ہوں، اگر وہ ہمارے بارے میں کوئی ارادہ فرمائے تو ہم اس سے ہرگز چھوٹ نہیں سکتے۔

وَّ لَنْ نُّعْجِزَهٗ هَرَبًا ﴿۱۲﴾: یعنی اس سے دوڑتے ہوئے، یہ مصدر حال کی جگہ پر ہے۔

وَّ اَنَّا لَمَّا سَمِعْنَا الْهُدٰۤى: سے مراد قرآن ہے۔ اٰمَنَّا بِهٖ: ہم نے اس کی تصدیق کی کہ یہ اللہ کی جانب سے ہے ہم نے اسے نہیں جھٹلایا جیسے کافر انسانوں نے اسے جھٹلایا۔

فَمَنْ یُّؤْمِنْۢ بِرَبِّهٖ فَلَا یَخَافُ بَخْسًا وَّ لَا رَهَقًا ﴿۱۳﴾: یعنی وہ اپنے عمل اور ثواب میں کمی سے نہیں ڈرتا، نہ کسی ظلم اور مکروہ سے جو اس پر چھا جائے، بخس نقصان کو کہتے ہیں، جبکہ رھق سرکشی اور عداوت ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اسے اپنی نیکیاں کم ہونے کا ڈر نہیں اور نہ یہ کہ اس کی برائیاں بڑھائی جائیں گی۔ رھق کی تحقیق قریب ہی گزر چکی ہے۔ جمہور نے بَخْسًا میں خاء کو ساکن پڑھا ہے، یحییٰ بن وثاب نے اس پر زبر پڑھی ہے، یحییٰ بن وثاب اور اعمش نے فَلَا یَخَفْ جواب شرط کے طور پر مجزوم پڑھا ہے، لیکن فاء آجانے کے بعد اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ اس میں فَهُوَ لَا یَخَافُ مقدر ہوگا، یہ معاملہ بالکل ظاہر ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

امام احمد، بخاری، مسلم، ترمذی رحمہم اللہ وغیرہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے، فرمایا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کی ایک جماعت کے ساتھ عکاظ بازار جانے کے ارادے سے نکلے، شیاطین اور آسمان کی خبر کے مابین رکاوٹ آچکی تھی، ان پر ستارے چھوڑے جاتے تھے، شیاطین اپنی قوم کی طرف لوٹ گئے، انہوں نے کہا: تمہیں کیا ہے؟ کہنے لگے: ہمارے اور آسمان کی خبر کے درمیان رکاوٹ ڈال دی گئی ہے، ہم پر ستارے چھوڑے جاتے ہیں، انہوں نے کہا: تمہارے اور آسمان کی خبروں کے مابین رکاوٹ کی وجہ ضرور کوئی نیا معاملہ ہے، تم زمین کے مشرق اور مغرب کی طرف نکل جاؤ تاکہ تمہیں معلوم ہو سکے کہ وہ کیا معاملہ ہے، جو تمہارے اور آسمان کی خبر کے مابین رکاوٹ بن گیا ہے، جنوں کا جو گروہ تہامہ کی طرف نکلا، انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کو بازار عکاظ کی طرف جاتے ہوئے نخلہ مقام پر دیکھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کو نمازِ فجر پڑھا رہے تھے، جب جنوں نے قرآن سنا تو اس پر کان لگا دیئے، کہنے لگے: اللہ کی قسم! یہی وہ ہے جو تمہارے اور آسمان کی خبروں کے مابین رکاوٹ بنا ہے، یہاں سے جب وہ اپنی قوم کی طرف لوٹے تو کہنے لگے: اے ہماری قوم! اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا ۙ﴿۱﴾ یَّهْدِیْۤ اِلَى الرُّشْدِ فَاٰمَنَّا بِهٖ ؕ وَ لَنْ نُّشْرِكَ بِرَبِّنَاۤ اَحَدًا ۙ﴿۲﴾ تو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ آیات نازل فرمائیں: قُلْ اُوْحِیَ اِلَیَّ اَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر جو وحی بھیجی گئی وہ جنوں کا قول تھا۔

www.kitabosunnat.com

ابن مردویہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے اللہ کے فرمان: قُلْ اُوْحِیَ اِلَیَّ اَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: وہ نصیبین مقام کے جن تھے۔ ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اللہ تعالیٰ کے فرمان: وَّ اَنَّهٗ تَعٰلٰى جَدُّ رَبِّنَا کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: اس کے احسانات اور اس کی عظمت مراد ہے، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے انہی سے اس آیت کے متعلق یہ بھی نقل کیا ہے کہ اس کا حکم اور اس کی قدرت مراد ہے۔ ابن مردویہ اور دیلمی نے حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً نقل کیا ہے۔ سیوطی کہتے ہیں: اس کی سند کمزور ہے کہ اللہ کے فرمان: وَّ اَنَّهٗ كَانَ یَقُوْلُ سَفِیْهُنَا سے مراد ابلیس ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ابن المنذر، ابن ابی حاتم، عقیلی نے ضعفاء میں، طبرانی، ابو الشیخ نے العظمہ میں، ابن مردویہ اور ابن عساکر نے کردم بن ابی السائب الانصاری سے نقل کیا ہے۔ فرمایا: میں اپنے والد کے ساتھ کسی کام کے لیے مدینہ کی طرف گیا، یہ اس زمانے کی بات ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کا مکہ میں ذکر شروع ہوا تھا، ہمیں بکریوں کے ایک چرواہے کے پاس رات نے آن لیا، جب رات آدھی گزری تو ایک بھیڑیا آیا، اس نے بکری کا ایک بچہ اٹھا لیا، چرواہا فوراً اٹھا، اس نے کہا: اے اس وادی کے جن سردار! میں تیری پناہ میں ہوں، تو کسی منادی نے آواز لگائی: اے بھیڑیے! اسے چھوڑ دے، وہ بچہ دوڑتا ہوا آیا اور بکریوں میں داخل ہو گیا، اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر ﷺ پر مکہ میں یہ آیت نازل فرمائی: وَّ اَنَّهٗ كَانَ رِجَالٌ مِّنَ الْاِنْسِ يَعُوْذُوْنَ بِرِجَالٍ مِّنَ الْجِنِّ... الآیہ

ابن جریر اور ابن مردویہ نے اللہ کے فرمان: فَزَادُوْهُمْ رَهَقًا کے متعلق حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے، فرمایا: گناہ مراد ہے۔ ابن مردویہ نے انہی سے نقل کیا ہے، فرمایا: زمانہ جاہلیت میں لوگ جب کسی وادی میں ٹھہرتے تو کہتے: ہم اس وادی کے ہر شر سے وادی کے سردار کی پناہ میں آتے ہیں، تو کوئی چیز اس سے بڑھ کر ان کے ہاں شوق والی نہیں ہوتی تھی، یہی اللہ کے فرمان فَزَادُوْهُمْ رَهَقًا کا مطلب ہے۔

ابن ابی شیبہ، احمد، عبد بن حمید، ترمذی اور انہوں نے اسے صحیح بھی کہا ہے، نسائی، ابن جریر، طبرانی، ابن مردویہ، ابو نعیم اور بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے، فرمایا: آسمان کی طرف شیاطین کے بیٹھنے کی جگہیں تھیں، جہاں سے وہ وحی سنتے تھے، جب وہ ایک کلمہ سنتے اس میں نو جھوٹ ملا لیتے۔ [1] وہ کلمہ تو حق ہوتا اور جو وہ اضافہ کرتے وہ باطل ہوتا، جب رسول اللہ ﷺ کی بعثت ہوئی، ان کا بیٹھنا منع کر دیا گیا، انہوں نے ابلیس سے اس کا ذکر کیا، اس سے پہلے انہیں ستارے نہیں مارے جاتے تھے۔ ابلیس نے کہا: یہ مسئلہ زمین میں کوئی نیا معاملہ پیش آنے کی وجہ سے ہے، اس نے اپنے لشکر بھیج دیئے، انہوں نے رسول اللہ ﷺ

[1] ایک حدیث مبارکہ میں ایک سچ کے ساتھ ننانوے جھوٹ ملانے کا ذکر ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کو دیکھا کہ آپ ﷺ مکہ کے دو پہاڑوں کے درمیان نماز پڑھ رہے ہیں، انہوں نے آ کر اسے خبر دی تو اس نے کہا: یہی وہ نیا معاملہ ہے جو زمین پر پیش آیا ہے۔

ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے ان سے اللہ کے فرمان: وَّ اَنَّا مِنَّا الصّٰلِحُوْنَ وَ مِنَّا دُوْنَ ذٰلِكَ ؕ کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: ہم میں سے مسلمان ہیں اور مشرک بھی۔ اور كُنَّا طَرَآىِٕقَ قِدَدًا مختلف خواہشات۔ ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے ان سے فَلَا يَخَافُ بَخْسًا وَّ لَا رَهَقًا کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: وہ اپنی نیکیوں میں کمی اور اپنی برائیوں میں اضافے سے نہیں ڈرتا۔

وَّ اَنَّا مِنَّا الْمُسْلِمُوْنَ وَ مِنَّا الْقٰسِطُوْنَ ؕ فَمَنْ اَسْلَمَ فَاُولٰٓىِٕكَ تَحَرَّوْا رَشَدًا ﴿۱۴﴾ وَ اَمَّا الْقٰسِطُوْنَ فَكَانُوْا لِجَهَنَّمَ حَطَبًا ﴿۱۵﴾ وَّ اَنْ لَّوِ اسْتَقَامُوْا عَلَى الطَّرِيْقَةِ لَاَسْقَيْنٰهُمْ مَّآءً غَدَقًا ﴿۱۶﴾ لِّنَفْتِنَهُمْ فِيْهِ ؕ وَ مَنْ يُّعْرِضْ عَنْ ذِكْرِ رَبِّهٖ يَسْلُكْهُ عَذَابًا صَعَدًا ﴿۱۷﴾ وَ اَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا ﴿۱۸﴾ وَّ اَنَّهٗ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللّٰهِ يَدْعُوْهُ كَادُوْا يَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِ لِبَدًا ﴿۱۹﴾ قُلْ اِنَّمَاۤ اَدْعُوْا رَبِّيْ وَ لَاۤ اُشْرِكُ بِهٖۤ اَحَدًا ﴿۲۰﴾ قُلْ اِنِّيْ لَاۤ اَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّ لَا رَشَدًا ﴿۲۱﴾ قُلْ اِنِّيْ لَنْ يُّجِيْرَنِيْ مِنَ اللّٰهِ اَحَدٌ ۙ وَّ لَنْ اَجِدَ مِنْ دُوْنِهٖ مُلْتَحَدًا ﴿۲۲﴾ اِلَّا بَلٰغًا مِّنَ اللّٰهِ وَ رِسٰلٰتِهٖ ؕ وَ مَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَاِنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَاۤ اَبَدًا ﴿۲۳﴾ حَتّٰۤى اِذَا رَاَوْا مَا يُوْعَدُوْنَ فَسَيَعْلَمُوْنَ مَنْ اَضْعَفُ نَاصِرًا وَّ اَقَلُّ عَدَدًا ﴿۲۴﴾ قُلْ اِنْ اَدْرِيْۤ اَقَرِيْبٌ مَّا تُوْعَدُوْنَ اَمْ يَجْعَلُ لَهٗ رَبِّيْۤ اَمَدًا ﴿۲۵﴾ عٰلِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖۤ اَحَدًا ﴿۲۶﴾ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ فَاِنَّهٗ يَسْلُكُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَ مِنْ خَلْفِهٖ رَصَدًا ﴿۲۷﴾ لِّيَعْلَمَ اَنْ قَدْ اَبْلَغُوْا رِسٰلٰتِ رَبِّهِمْ وَ اَحَاطَ بِمَا لَدَيْهِمْ وَ اَحْصٰى كُلَّ شَيْءٍ عَدَدًا ﴿۲۸﴾

اور یہ کہ بے شک ہم میں سے کچھ فرماں بردار ہیں اور ہم میں سے کچھ ظالم ہیں، پھر جو فرماں بردار ہو گیا تو وہی ہیں جنھوں نے سیدھے راستے کا قصد کیا۔ اور جو ظالم ہیں تو وہ جہنم کا ایندھن ہوں گے۔ اور (یہ وحی کی گئی ہے) کہ اگر وہ راستے پر سیدھے رہتے تو ہم انھیں ضرور بہت وافر پانی پلاتے۔ تاکہ ہم اس میں ان کی آزمائش کریں اور جو کوئی اپنے رب کی یاد سے منہ موڑے گا وہ اسے سخت عذاب میں داخل کرے گا۔ اور یہ کہ بلاشبہ مساجد اللہ کے لیے ہیں، پس اللہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے ساتھ کسی کو مت پکارو۔ اور یہ کہ بلاشبہ بات یہ ہے کہ جب اللہ کا بندہ کھڑا ہوا، اسے پکارتا تھا تو وہ قریب تھے کہ اس پر تہ بہ تہ جمع ہو جائیں۔ کہہ دے میں تو صرف اپنے رب کو پکارتا ہوں اور میں اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتا۔ کہہ دے بلاشبہ میں تمھارے لیے نہ کوئی نقصان پہنچانے کا اختیار رکھتا ہوں اور نہ کسی بھلائی کا۔ کہہ دے یقیناً میں، مجھے اللہ سے کوئی بھی کبھی پناہ نہیں دے گا اور میں اس کے سوا کبھی پناہ کی کوئی جگہ نہیں پاؤں گا۔ مگر (میں تو صرف) اللہ کے احکام پہنچانے اور اس کے پیغامات کا (اختیار رکھتا ہوں) اور جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے گا تو یقیناً اسی کے لیے جہنم کی آگ ہے، ہمیشہ اس میں رہنے والے ہیں ہمیشہ۔ (یہ اسی طرح غفلت میں رہیں گے) یہاں تک کہ جب وہ چیز دیکھ لیں گے جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے تو ضرور جان لیں گے کہ کون ہے جو مددگار کے اعتبار سے زیادہ کمزور ہے اور جو تعداد میں زیادہ کم ہے؟ کہہ دے میں نہیں جانتا آیا وہ چیز قریب ہے جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے، یا میرا رب اس کے لیے کچھ مدت رکھے گا۔ (وہ) غیب کو جاننے والا ہے، پس اپنے غیب پر کسی کو مطلع نہیں کرتا۔ مگر کوئی رسول، جسے وہ پسند کر لے تو بے شک وہ اس کے آگے اور اس کے پیچھے پہرا لگا دیتا ہے۔ تاکہ جان لے کہ بے شک انھوں نے واقعی اپنے رب کے پیغامات پہنچا دیے ہیں اور اس نے ان تمام چیزوں کا احاطہ کر رکھا ہے جو ان کے پاس ہیں اور ہر چیز کو گن کر شمار کر رکھا ہے۔

اللہ کا فرمان ہے: وَّ اَنَّا مِنَّا الْمُسْلِمُوْنَ یہ وہ لوگ ہیں جو نبی ﷺ پر ایمان لائے تھے۔ وَمِنَّا الْقٰسِطُوْنَ ؕ یعنی ظالم لوگ جو راہِ حق سے ہٹتے ہیں اور باطل راہ کی طرف جھکتے ہیں۔ قَسَطَ کہتے ہیں: جب کوئی ظلم کرے، اور جب عدل کرتے تو اَقْسَطَ کہتے ہیں۔

فَمَنْ اَسْلَمَ فَاُولٰٓئِكَ تَحَرَّوْا رَشَدًا: یعنی طریق حق کا قصد کیا، فراء کہتے ہیں: انہوں نے ہدایت کا ارادہ کیا۔

وَ اَمَّا الْقٰسِطُوْنَ فَكَانُوْا لِجَهَنَّمَ حَطَبًا: یعنی جہنم کا ایندھن جس سے وہ بھڑکائی جائے گی، جیسا کہ وہ انسانوں کے کفار کے ساتھ بھی بھڑکائی جائے گی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وَّ اَنْ لَّوِ اسْتَقَامُوْا عَلَى الطَّرِيْقَةِ: یہ جنوں کا قول نہیں ہے بلکہ یہ أَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِنَ الْجِنِّ پر معطوف ہے، مفہوم یہ ہے کہ: مجھ پر وحی کی گئی ہے کہ شان یہ ہے کہ اگر جن اور انسان سیدھے رہیں، یا وہ دونوں صحیح راستے پر، جو کہ اسلام کا راستہ ہے۔ ہم پیچھے بتا چکے ہیں کہ قراء کا یہاں أَنَّ کے فتح یعنی زبر پر اتفاق ہے، ابن الانباری کہتے ہیں: یہاں زبر ایک قسم پوشیدہ مان کر بھی ہے، تاویل یہ ہوگی۔ وَاللّٰهِ أَنْ لَوِ اسْتَقَامُوْا عَلَى الطَّرِيْقَةِ، جیسے عام بات کرتے ہوئے کہا جاتا ہے: وَاللّٰهِ لو قمتَ لقمتُ، جیسا کہ شاعر کے قول میں بھی ہے:

اما واللّٰه أن لو كنت حرًا
ولا بالحر أنت ولا العتيق

''خبردار! اللہ کی قسم اگر تو ضرور آزاد ہوتا۔ اور نہ تو آزاد ہے اور نہ آزاد کیا گیا ہے۔''

کہتے ہیں: أُوْحِيَ إِلَيَّ أَنَّهُ اسْتَمَعَ پر وَأَنْ لَوِ اسْتَقَامُوْا کا عطف ہے۔ یا آمَنَّا بِهِ پر یعنی ہم اس پر ایمان لائے اور اس سبب سے کہ اگر وہ سیدھے رہتے۔ جمہور نے لَو میں واؤ پر زیر پڑھی ہے کیونکہ دو ساکن اکٹھے ہو گئے تھے۔ ❶

ابن وثاب اور اعمش نے واؤ پر پیش پڑھی ہے۔ ❷

لَاَسْقَيْنٰهُمْ مَّآءً غَدَقًا ﴿۱۶﴾: یعنی کثیر اور وسیع، مقاتل کہتے ہیں: آسمان سے بہت پانی، یہ ان پر سات سال پانی بند ہونے کے بعد ہے۔ ابن قتیبہ کہتے ہیں: مطلب یہ ہے کہ اگر وہ سب ایمان لاتے تو ہم ان پر دنیا وسیع کر دیتے، الماء الغدق ایک مثال ہے کیونکہ اس میں ہر خیر ہے اور بارش کا پانی مراد ہے، یہ ایسے ہی ہے جیسے فرمایا: وَ لَوْ اَنَّ اَهْلَ الْكِتٰبِ اٰمَنُوْا... الآیہ۔ اور فرمایا: وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا ﴿۲﴾ وَّ يَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ اور فرمایا: اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا ﴿۱۰﴾ يُّرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا ﴿۱۱﴾ وَّ يُمْدِدْكُمْ

❶ لَوْ میں واؤ ساکن اور اسْتَقَامُوْا میں سین ساکن، یہ اجتماع ساکنین ہے۔
❷ پھر لَوُاسْتَقَامُوْا پڑھا جائے گا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بِاَمْوَالٍ وَّ بَنِيْنَ... الآیۃ۔ اس کے مفہوم کے متعلق ایک قول ہے کہ اگر ان کا باپ اپنی عبادت پر قائم رہتا، حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کرتا، انکار نہ کرتا اور اس کی اولاد اسلام میں اس کی پیروی کرتی تو ہم ان پر نعمتیں فرماتے، اس معنی کو زجاج نے اختیار کیا ہے۔ الماء الغدق عربی زبان میں زیادہ پانی کو کہتے ہیں۔

لِنَفْتِنَهُمْ فِيْهِ: یعنی ہم ان کی آزمائش کریں اور واضح ہو کہ ان نعمتوں پر ان کا شکر کیسے ہے۔ کلبی کہتے ہیں: مطلب یہ ہے کہ اگر وہ اپنے کفر والے طریقے پر قائم رہیں وہ سارے کافر ہو جائیں تو ہم انہیں ڈھیل دینے کے لیے اور تدبیر کے طور پر ان کے رزق کو وسیع کر دیں تاکہ وہ رزق کے فتنے میں مبتلا ہو جائیں، پھر ہم دنیا اور آخرت میں عذاب دیں۔ یہ قول ربیع بن انس، زید بن اسلم، اُن کے بیٹے عبدالرحمن، ثمالی، یمان بن زبان، ابن کیسان، ابو مجلز کا ہے، ان کی دلیل اللہ کے اس فرمان سے ہے: فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ اَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ اور اللہ کا فرمان ہے: وَ لَوْ لَاۤ اَنْ يَّكُوْنَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً لَّجَعَلْنَا لِمَنْ يَّكْفُرُ بِالرَّحْمٰنِ لِبُيُوْتِهِمْ سُقُفًا مِّنْ فِضَّةٍ الآیۃ۔ لیکن پہلی بات زیادہ مناسب ہے۔

وَمَنْ يُّعْرِضْ عَنْ ذِكْرِ رَبِّهٖ يَسْلُكْهُ عَذَابًا صَعَدًا: یعنی اور جو قرآن سے اعراض کرے گا، یا عبادت سے، یا نصیحت سے، یا ان سب سے۔ يَسْلُكْهُ یعنی وہ اسے صَعَدْ والے عذاب میں داخل کرے گا، یعنی شاق اور مشکل عذاب۔ جمہور نے نَسْلُكُهُ میں نون پر زبر پڑھی ہے۔ کوفیوں اور ایک روایت میں ابوعمرو نے یاء (يَسْلُكُهُ) پڑھا ہے۔ اس قراءت کو ابوعبید اور ابو حاتم نے عَنْ ذِكْرِ رَبِّهٖ کی وجہ سے اختیار کیا ہے۔ یہاں عَنْ ذِكْرِنَا نہیں کہا۔ مسلم بن جندب، طلحہ بن مصرف اور اعرج نے أَسْلَكَهُ سے نون پر پیش (نُسْلِكُهُ) پڑھی ہے۔ جمہور کی قراءت سَلَكَهُ سے ہے۔

صَعَدْ لغت میں مشقت کو کہتے ہیں۔ تم کہتے ہو: تصعد بی الأمر جب کوئی معاملہ تجھ پر مشقت ڈالے، یہ صَعِدَ کا مصدر ہے، کہا جاتا ہے: عَذَابًا ذَا صَعَدٍ عکرمہ کہتے ہیں: صعد جہنم میں ایک ملائم پہاڑ ہے، جس پر چڑھنے کا اسے مکلف کیا جائے گا، جب وہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس کے اوپر چوٹی پر پہنچے گا جہنم کی طرف لڑھک جائے گا، جیسے فرمایا: سَأُرْهِقُهُ صَعُودًا، صعود سخت سزا اور انجام کو کہتے ہیں۔

وَّ اَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ: ہم نے پہلے بتایا ہے کہ یہاں فتح (أَنَّ) پر قراء کا اتفاق ہے۔ یہ أَنَّهُ اسْتَمَعَ پر معطوف ہے، یعنی وَأُوْحِيَ إِلَيَّ أَنَّ الْمَسَاجِدَ مُخْتَصَّةٌ بِاللّٰهِ، مجھ پر وحی کی گئی ہے کہ مساجد اللہ کے لیے خاص کی گئی ہیں۔ خلیل کہتے ہیں: یہاں عبارت مقدر لِأَنَّ الْمَسَاجِدَ ہے، مساجد وہ جگہیں ہیں جو نماز کے لیے بنائی گئی ہیں۔ سعید بن جبیر کہتے ہیں: جنوں نے کہا: ہم کس طرح مساجد میں آئیں اور ہم آپ کے ساتھ نماز میں شرکت کریں جبکہ ہم آپ سے دور ہوں؟ تو یہ آیت اتری۔

حسن کہتے ہیں: اس سے مراد زمین کے سب ٹکڑے ہیں، کیونکہ زمین ساری مسجد ہے، سعید بن مسیب اور طلق بن حبیب کہتے ہیں: مساجد سے مراد وہ اعضا ہیں جن پر بندہ سجدہ کرتا ہے وہ ہیں دو پاؤں، دو گھٹنے، دو ہاتھ اور پیشانی، فرمایا: یہ وہ اعضاء ہیں جن کے ذریعے اللہ نے تم پر احسان کیا ہے، تو ان کے ساتھ کسی اور کو سجدہ نہ کرو ورنہ تو اللہ کی نعمت کی ناشکری کرے گا، عطاء نے بھی یہی کہا ہے۔ ایک قول ہے کہ مساجد سے مراد نماز ہے کیونکہ سجدہ من جملہ اس کے ارکان سے ہے۔ یہ حسن کا قول ہے۔

فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا ﴿۱۸﴾: اس کی مخلوق میں سے کوئی، وہ ہو جو بھی ہو۔

وَّ اَنَّهٗ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللّٰهِ: ہم پیچھے بتا آئے ہیں کہ جمہور نے یہاں أَنَّ پر فتح زبر پڑھا ہے۔ یہ أَنَّهُ اسْتَمَعَ پر عطف ہے، یعنی وَأُوْحِيَ إِلَيَّ أَنَّ الشَّأْنَ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللّٰهِ، یعنی مجھ پر وحی کی گئی ہے شان یہ ہے کہ جب اللہ کا بندہ کھڑا ہوا۔ وہ نبی ﷺ ہیں۔ يَدْعُوْهُ یعنی وہ اللہ کو پکارتا ہے اور اس کی عبادت کرتا ہے، یہ بطن نخلہ کا واقعہ ہے جیسا کہ گزر چکا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نماز میں کھڑے تھے اور آپ تلاوتِ قرآن فرما رہے تھے۔ ہم پیچھے یہ بھی بتا آئے ہیں کہ یہاں اِنَّ کی قراءت بعض کے نزدیک زیر والی ہے، لیکن اس میں پیچیدگی ہے اور مراد معنی سے دوری ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

كَادُوْا يَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِ لِبَدًا ﴿١٩﴾: یعنی جن قریب تھے کہ وہ اللہ کے پیغمبر پر رش کریں، یعنی آپ ﷺ سے قرآن سننے کے لیے وہ آپ ﷺ پر تہ بہ تہ رش کر کے جمگھٹا لگائیں، زجاج کہتے ہیں: لِبَدًا کا مطلب ہے کہ وہ ایک دوسرے پر سوار ہوتے ہیں، اسی سے لبود کا اشتقاق ہے جو چیز بچھائی جاتی ہے۔ جمہور نے لِبَدًا میں لام پر زیر اور باء پر زبر پڑھی ہے۔ مجاہد، ابن محیصن اور ہشام نے لام پر پیش اور باء پر زبر پڑھی ہے۔ ابوحیوۃ، محمد بن سمیفع، عقیلی اور جحدری نے باء اور لام دونوں پر پیش پڑھی ہے۔ حسن، ابوالعالیہ اور اعرج نے لام پر پیش اور باء پر زبر شد کے ساتھ پڑھی ہے، پہلی قراءت کے مطابق مفہوم وہ ہوگا جو ہم نے ذکر کیا ہے۔ اگر لام پر پیش پڑھیں تو پھر مطلب کثیر/ زیادہ ہوگا، جیسے اللہ کا فرمان ہے: اَهْلَكْتُ مَالًا لُّبَدًا. ایک قول ہے کہ قریب ہے کہ مشرکین جلدی کرتے ہوئے نبی ﷺ پر چڑھائی کریں۔ حسن، قتادہ اور ابن زید کہتے ہیں: جب اللہ کے بندے حضرت محمد ﷺ دعوت حق کو لے کر کھڑے ہوئے تو انسانوں اور جنوں نے آپ ﷺ پر رش کیا تا کہ وہ اس دین کی شمع کو بجھا دیں، اللہ انکار فرماتا ہے سوائے اس کے کہ وہ آپ ﷺ کی مدد فرمائے اور اپنے نور کو پورا کر دے، یہ ابن جریر کا پسندیدہ قول ہے۔ مجاہد کہتے ہیں: لِبَدًا کا مطلب جماعتیں ہیں، یہ تلبّد الشیء علی الشیء سے نکلا ہے جس کا مطلب جمع ہونا ہے۔ اسی سے لُبد وہ بچھونے ہیں جو بچھائے جاتے ہیں کیونکہ ان کی اون تہ بہ تہ ہوتی ہے۔ جس چیز کو بھی آپ مضبوطی سے ملا دیں تو آپ نے اسے لِبَدکر دیا۔ شیر پر جو بال ہیں انہیں لبدۃ کہتے ہیں، اس کی جمع لبد ہے، جہاں ٹڈیاں بہت ہوں تو لبد کہا جاتا ہے۔ لُبد جس میں لام پر پیش اور باء پر زبر ہے اس کا اطلاق ہمیشہ والی چیز پر ہوتا ہے، اسی سے لقمان کے نسر (گھوڑے یا پرندے) کو لبد کہا جاتا ہے کیونکہ وہ زیادہ دیر باقی رہتا ہے، نابغہ کے قول میں بھی یہی مقصود ہے:

أخنى عليها الذى أخنى على لُبد

''اس پر اس نے ظلم کیا جس نے لبد پر ظلم کیا۔''

قُلْ اِنَّمَآ اَدْعُوْا رَبِّيْ: یعنی اللہ کے بندے نے کہا: میں تو اپنے رب کو پکارتا ہوں اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اسی کی عبادت کرتا ہوں۔

وَلَآ اُشْرِكُ بِهٖٓ اَحَدًا ﴿٢٠﴾: اس کی مخلوق میں سے کسی کو بھی۔ جمہور نے قَالَ پڑھا ہے، عاصم اور حمزہ نے قُلْ امر کے طور پر پڑھا ہے، اس کا سبب نزول یہ ہے کہ کفار قریش نے نبی ﷺ سے کہا: آپ ایک عظیم معاملہ لے کر آئے ہیں اور آپ ﷺ نے سب لوگوں کو دشمن بنا لیا ہے، آپ اس سے رک جائیں تو ہم آپ ﷺ کو پناہ دیں گے۔

قُلْ اِنِّيْ لَآ اَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا رَشَدًا ﴿٢١﴾: یعنی میں قدرت نہیں رکھتا کہ میں تم سے کسی تکلیف کو دور کروں اور نہ میں تمہاری طرف کوئی خیر پہنچا سکتا ہوں۔ ایک قول ہے کہ ضَرٌّ سے مراد کفر ہے اور رَشَدٌ ہدایت ہے۔ پہلی بات زیادہ مناسب ہے کیونکہ دونوں نکرے [1] سیاقِ نفی میں ہیں' یہ دین اور دنیا کے ہر ضرر اور ہر رشد کے لیے عام ہیں۔

قُلْ اِنِّيْ لَنْ يُّجِيْرَنِيْ مِنَ اللّٰهِ اَحَدٌ ۙ: یعنی اگر وہ مجھ پر عذاب نازل کرے تو کوئی بھی اس کے عذاب کو مجھ سے دور نہیں کر سکتا۔

وَّلَنْ اَجِدَ مِنْ دُوْنِهٖ مُلْتَحَدًا ﴿٢٢﴾: یعنی پھرنے کی جگہ، پناہ کی جگہ اور کوئی محفوظ جگہ ملتحد کا لغوی معنی مَمَالْ ہے یعنی وہ جگہ جس کی طرف میں مائل ہوتا ہوں۔ قتادہ کہتے ہیں: اس کا مطلب مولی ہے۔ سُدی کہتے ہیں: حفاظت۔ کلبی کہتے ہیں: سرنگ کی طرح زمین میں داخل ہونے کی کوئی جگہ، ایک قول مذہب اور مسلک کا بھی ہے، سب کا مفہوم قریب قریب ہے، اسی سے شاعر کا قول ہے:

يالهف نفسي ولهفي غير مجدية
عني وما من قضاء اللّٰه مُلتحدُ

''ہائے افسوس میرے نفس پر، اور میرا افسوس مجھے نفع دینے والا نہیں، اور اللہ کی تقدیر سے کوئی پناہ گاہ نہیں ہے۔''

اِلَّا بَلٰغًا مِّنَ اللّٰهِ: میں استثناء لَا أَمْلِكُ سے ہے، یعنی میں کسی نقصان اور نفع کا مالک

[1] یعنی ضَرًّا اور رَشَدًا دونوں نکرہ ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نہیں سوائے اللہ کی طرف سے پہنچانے کے۔ اسی میں سب سے بڑی ہدایت ہے، یا استثناء مُلْتَحَدًا سے ہے، یعنی اس کے علاوہ سوائے پہنچانے کے میں کسی کا اختیار نہیں رکھتا۔ مقاتل کہتے ہیں: یہی تو ہے جو مجھے اس کے عذاب سے پناہ دیتا ہے۔ قتادہ کہتے ہیں: اِلَّا بَلٰغًا مِّنَ اللّٰهِ یعنی یہی تو ہے جس کا میں اللہ کی توفیق سے مالک ہوں، رہا کفر اور ایمان تو میں ان دونوں پر اختیار نہیں رکھتا۔ فراء کہتے ہیں: لیکن میں تمہیں وہ پیغام پہنچاؤں گا جو دے کر مجھے بھیجا گیا ہے، اس طرح یہ مستثنیٰ منقطع ہوگا۔ زجاج کہتے ہیں: یہ منصوب ہے کیونکہ یہ مُلْتَحَدًا سے بدل ہے، یعنی میں اس کے علاوہ کوئی پناہ گاہ نہیں پاتا سوائے اس کے کہ اللہ کی طرف سے آنے والا پیغام پہنچا دوں۔ وَرِسٰلٰتِهٖ کا بَلٰغًا پر عطف ہے، یعنی سوائے اللہ کی طرف سے پہنچانے کے اور سوائے اس کے پیغامات کے جو اس نے دے کر مجھے تمہاری طرف بھیجا ہے۔ یا سوائے اس کے کہ اللہ کی طرف سے پہنچاؤں اور اس کے پیغامات پر عمل کروں، خود کو اس کا پابند کروں جس کا میں دوسروں کو حکم دیتا ہوں۔ ایک قول ہے کہ رِسَالَاتِ اللہ کے پاک نام پر عطف ہے، یعنی اِلَّا بَلَاغًا عَنِ اللّٰهِ وَعَنْ رِسَالَاتِهٖ، یہ ابو حیان کا قول ہے اور انہوں نے اسے ترجیح دی ہے۔

وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ: توحید کے معاملے میں، کیونکہ اس میں سیاق فَاِنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ ہے۔ جمہور نے اِنَّ پر زیر پڑھی ہے کیونکہ یہ جملہ مستانفہ ہے، اس کو ہمزہ پر زبر سے بھی پڑھا گیا ہے، کیونکہ فاء جزا کے بعد جو عبارت ہے وہ مبتداء کی جگہ پر ہے، مقدر عبارت یوں ہوگی: فَجَزَاءُهٗ أَنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ یا فَحُكْمُهٗ أَنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ۔

خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ: پر نصب حال کے طور پر ہے، یعنی آگ میں یا جہنم میں۔ جمع مَنْ کے معنی کے اعتبار سے ہے، جیسا کہ فَاِنَّ لَهٗ میں واحد اس کے لفظ کے اعتبار سے ہے۔ اَبَدًا معنی خلود کی تاکید ہے، یعنی اس میں بغیر انتہا ہمیشہ رہنے والے ہیں۔

حَتّٰٓى اِذَا رَاَوْا مَا يُوْعَدُوْنَ: یعنی دنیا کا عذاب یا آخرت کا عذاب، مطلب یہ ہے کہ وہ اپنے طریقے پر لگے رہتے ہیں جو کفر پر اصرار اور نبی ﷺ نیز مومنین سے عداوت ہے حتیٰ کہ وہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دیکھیں گے وہ (عذاب) جس کا وہ وعدہ دیئے جاتے ہیں۔

فَسَيَعْلَمُوْنَ مَنْ اَضْعَفُ نَاصِرًا وَّ اَقَلُّ عَدَدًا ﴿۲۴﴾: یعنی کس کا لشکر کمزور ہے جس کے ساتھ وہ کامیابی پائے اور تعداد کس کی کم ہے؟ ان کی یا مومنین کی؟

قُلْ اِنْ اَدْرِيْٓ اَقَرِيْبٌ مَّا تُوْعَدُوْنَ: یعنی میں نہیں جانتا کہ جو عذاب کا وعدہ تم سے کیا جاتا ہے اس کا حصول قریب ہے۔

اَمْ يَجْعَلُ لَهٗ رَبِّيْٓ اَمَدًا ﴿۲۵﴾: یعنی ایک مدت اور ایک انتہاء، اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو یہ بات کہنے کا حکم فرمایا، جب کفار نے آپ ﷺ سے پوچھا: جس کا تم ہم سے وعدہ کرتے ہو یہ کب ہے؟ عطاء کہتے ہیں: مقصود یہ ہے کہ قیامت کب آئے گی اس کا علم اللہ اکیلے کے سوا کوئی نہیں رکھتا۔ مفہوم یہ ہے کہ وقت عذاب کا علم غیب کا علم ہے جسے اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ جمہور نے رَبِّیْ میں یاء پر زیر پڑھی ہے، حرمیان اور ابوعمرو نے اس پر زبر پڑھی ہے۔ مَنْ أَضْعَفُ میں مَنْ موصولہ ہے، أَضْعَفُ مبتداء محذوف کی خبر ہے، یعنی هُوَ أَضْعَفُ پھر جملہ موصول کا صلہ ہے، جائز ہے کہ یہ استفہامیہ ہو جو ابتداء کی وجہ سے مرفوع ہے اور أَضْعَفُ اس کی خبر ہے، جملہ محل نصب میں ہے، جو اَدْرِیْ کے دو مفعولوں کے قائم مقام ہے۔ أَقَرِيْبٌ خبر مقدم ہے اور مَا تُوْعَدُوْنَ مبتداء موخر ہے۔ عَالِمُ الْغَيْبِ میں جمہور نے رفع پڑھا ہے کیونکہ یہ رَبِّیْ سے بدل ہے۔ یا اس کا بیان ہے، یا مبتداء محذوف کی خبر ہے، جملہ مستانفہ ہے جو اپنے ماقبل کی عدم درایت کو بیان کر رہا ہے، اس پر مدح کے طور پر نصب کی قراءت بھی ہے۔ سری نے عَلِمَ الْغَيْبَ پڑھا ہے، یعنی فعل کا صیغہ اور غیب پر نصب، فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا. میں فاء ترتیب کے لیے ہے، یعنی الگ سے علم غیب پر اطلاق نہیں ہے، یعنی اس غیب پر جو وہ جانتا ہے، جو بندوں سے غائب ہے اسے ان میں سے کوئی نہیں جانتا، پھر استثنیٰ فرمایا کہ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ یعنی پیغمبروں کو چن کر، یا ان میں سے جس پر وہ راضی ہوتا کہ بعض غیب اس پر ظاہر کرے، تاکہ یہ اس کی نبوت پر دلالت کرنے والا ہو، قرطبی نے فرمایا، علماء کہتے ہیں: جب علم غیب کے ساتھ اللہ نے اپنی مدح

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فرمائی، سب مخلوق کے بجائے اسے اپنے لیے خاص کیا، اس میں دلیل ہوگئی کہ اس کے سوا کوئی غیب نہیں جانتا، پھر جن پیغامبروں پر وہ راضی ہے انہیں مستثنیٰ کیا، انہیں جتنا چاہا اس غیب سے بذریعہ وحی عطا کر دیا، اسے ان کے لیے ایک معجزہ اور ان کی نبوت پر ایک سچی دلیل بنا دیا۔ نجومی اور ان کے مشابہ لوگ جو کنکریوں پر مارتے ہیں، ہتھیلی دیکھتے ہیں، پرندے اڑاتے ہیں، یہ ان میں سے نہیں ہیں جن پیغامبروں پر اللہ راضی ہو کر جتنا چاہیں اپنے غیب سے اطلاع فرمائیں، بلکہ یہ اللہ کے ساتھ کفر کرنے والے ہیں، اپنے ظن تخمین اور جھوٹ کے ذریعے سے اللہ پر جھوٹ گھڑنے والے ہیں۔

سعید بن جبیر کہتے ہیں: اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ سے مراد حضرت جبریل علیہ السلام ہیں، اس قول میں بُعد ہے۔ ایک قول ہے کہ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ سے مراد ہے کہ وہ بعض غیب کی اسے اطلاع فرماتا ہے، وہ ایسے معاملات ہیں جو رسول کی رسالت کے متعلق ہیں، جیسے معجزہ ہے، مکلف بنانے والے احکام ہیں، جزائے اعمال اور جو کچھ آخرت کے متعلق وضاحت ہے۔ غیب کی وہ باتیں مراد نہیں جو رسالت سے متعلق نہیں ہیں، جیسے وقوع قیامت کا وقت وغیرہ۔ واحدی کہتے ہیں: اس میں دلیل ہے کہ جو شخص دعویٰ کرے کہ ستارے اسے نئے واقعہ کی خبر دیتے ہیں پس اس نے قرآنی دلائل کا انکار کیا۔ کشاف والے نے لکھا ہے کہ اس میں کرامات کا ابطال ہے، کیونکہ کرامتیں جن کی طرف منسوب ہوتی ہیں گو کہ وہ پسندیدہ اولیاء ہیں لیکن وہ پیغمبر تو نہیں ہیں، اللہ نے تو غیب پر اطلاع کے لیے پسندیدہ لوگوں میں سے پیغمبروں کو خاص کیا ہے، اس میں نجومیوں اور کاہنوں کا بطلان بھی ہے کیونکہ یہ دونوں پسندیدگی سے بہت دور اور ناراضی میں داخل ہیں۔ رازی کہتے ہیں: میرے خیال میں جو یہ کہتے ہیں اس پر آیت میں کوئی دلیل نہیں ہے۔ کیونکہ اس کے غیب کے عموم میں کوئی لفظ نہیں، جو ایک غیب پر محمول ہو، وہ قیامت کا وقت ہے کیونکہ یہ اللہ کے فرمان: اَقَرِيْبٌ مَّا تُوْعَدُوْنَ... الایۃ کے بعد واقع ہے۔ اگر پوچھا جائے کہ پھر استثناء کا کیا معنی ہوگا؟ ہم کہیں گے: شاید جب قیامت قریب ہوگی وہ اس کو ظاہر کرے گا، اور کیسے نہیں، جبکہ ارشاد ہے: وَيَوْمَ تَشَقَّقُ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

السَّمَآءُ بِالْغَمَامِ وَنُزِّلَ الْمَلٰٓئِكَةُ تَنْزِيْلًا تو اس وقت فرشتوں کو قیام قیامت کا علم ہو جائے گا، یا یہ مستثنیٰ منقطع ہے، یعنی جس پیغمبر پر وہ راضی ہو اس کے آگے اور پیچھے محافظ مقرر کرتا ہے جو جن وانس کے سرکشوں سے اس کی حفاظت کرتے ہیں۔ یہ اس بات کی دلیل بھی ہے کہ اس سے یہ مراد نہیں کہ وہ غیب کی باتیں کسی کو بھی نہیں بتاتا۔ کیونکہ کئی چیزیں تقریباً تواتر سے ثابت ہیں کہ شق اور سطیح دو کاہن تھے۔ انہیں نبی ﷺ کی آمد کا واقعہ آپ ﷺ کے ظہور سے پہلے معلوم ہو گیا تھا، وہ دونوں عرب میں اس علم کی وجہ سے مشہور تھے حتیٰ کہ کسریٰ نے بھی ان دونوں کی طرف رجوع کیا، تو ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ غیر رسول کو بھی کبھی غیب کی چیزوں کی اطلاع فرماتا ہے۔ اسی طرح مختلف ملت والوں نے اس بات کو بھی ثابت کیا ہے کہ تعبیر الرؤیا والا مستقبل کے امور بتاتا ہے، وہ ان میں سچا بھی ہوتا ہے۔ سنجر بن ملک شاہ بادشاہ نے بغداد سے خراسان کی طرف ایک کاہنہ کو بھیجا تھا، اس سے مستقبل کے چند معاملات پوچھے، اس نے خبر دی تو وہ اس کی بات کے موافق ہی پیش آئے۔ مجھے علم الکلام اور حکمت والے کچھ محقق لوگوں نے خبر دی ہے کہ اس کاہنہ عورت نے غیب کے امور تفصیل سے بتائے، وہ اس کی خبر کے موافق پیش آئے، ابوالبرکات نے کتاب التعبیر میں اس کے حالات کی تشریح میں مبالغہ کیا ہے، کہتے ہیں: اس نے تیس سالوں کی تحقیق کی ان کے حالات بتائے، ثابت ہوا کہ وہ غیب کی باتیں بتاتی تھی، وہ خبریں ثابت ہو جاتی تھیں، اسی طرح ہم یہ چیزیں سچے الہامات والے لوگوں میں بھی دیکھتے ہیں، کبھی ایسی بات جادوگروں میں بھی دیکھی جاتی ہے، ہم دیکھتے ہیں کہ نجومیوں کے حکم بھی موافق نکل آتے ہیں گو کہ کبھی مختلف بھی ہو جاتے ہیں۔ اگر ہم کہیں کہ قرآن ان دیکھے گئے امور کے خلاف بات کرتا ہے تو جلدی سے قرآن پر طعن کا راستہ کھلے گا، تو پھر وہی تاویل کرنا ہوگی جو ہم نے ذکر کی ہے، ان کی بات ختم ہوئی۔ ❶

میں کہتا ہوں: اس کا کہنا کہ ''اس کے غیب کے عموم کا کوئی لفظ نہیں'' یہ باطل قول ہے کیونکہ مصدر اور اسم جنس کی اضافت عموم کے لفظوں سے ہے، جیسا کہ ائمہ اصول وغیرہ نے اس

❶ یہاں تک امام رازی کے اشکالات ہیں، اس کے بعد امام شوکانی کے علی الترتیب جوابات ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کی صراحت کی ہے۔ ان کا یہ کہنا کہ ''یا یہ مستثنیٰ منقطع ہے'' یہ محض ایک دعویٰ ہے، نظم قرآن اس کا انکار کرتا ہے۔ رہا اس کا کہنا کہ ''شق اور سطیح ۔۔۔'' تو وہ دونوں ایسے وقت میں تھے جب شیاطین چوری سنتے تھے اور جو کچھ سنتے وہ کاہنوں کی طرف بھیجتے وہ سچ کے ساتھ جھوٹ ملاتے، جیسا کہ حدیث صحیح میں ہے۔ اور اللہ کا فرمان بھی ہے: اِلَّا مَنْ خَطِفَ الْخَطْفَةَ اور اس طرح کی دیگر آیات بھی ہیں۔

کہانت کا جو مسئلہ ہے اس کا بیان اس شریعت میں آیا ہے، یہ بعض غیب کا ایک راستہ تھا اس کا ذریعہ شیاطین کا چوری سننا تھا، حتیٰ کہ بعثت محمدی ﷺ پر انہیں اس سے روک دیا گیا، اسی لیے جنوں نے کہا: وَّ اَنَّا لَمَسْنَا السَّمَآءَ فَوَجَدْنٰهَا مُلِئَتْ حَرَسًا شَدِيْدًا وَّ شُهُبًا ۝ وَّ اَنَّا كُنَّا نَقْعُدُ مِنْهَا مَقَاعِدَ لِلسَّمْعِ ۚ فَمَنْ يَّسْتَمِعِ الْاٰنَ يَجِدْ لَهٗ شِهَابًا رَّصَدًا ۝ کہانت کا موضوع جس وقت تھا اس کے خاص دلائل تھے، یہ من جملہ اس عموم پر خصوص سے ہے، اس آیت کی مراد سے جو کاہنوں کے متعلق سمجھا گیا وہ درست نہیں ہے۔ رہی اس عورت کی بات تو یہ محض خرافات ہیں، اگر مانا جائے کہ اس نے جو کچھ کہا وہ اسی طرح واقع ہوا تو یہ اس حدیث کے بیان کے تحت آئے گا۔

''اس امت میں الہام والے لوگ ہیں، اور ان میں سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی ہیں'' تو یہ بات اس آیت کے عموم کی تخصیص سے ہوگی، اس کے خلاف نہیں ہوگی۔

اس نے اپنی بات کے آخر میں جو اللہ پر اور اس کی کتاب پر جرأت کی ہے اور کہا ہے کہ اگر ہم کہیں کہ قرآن ان محسوس کیے گئے معاملات کے خلاف بیان دیتا ہے تو قرآن پر جلدی طعن کا راستہ کھلے گا..... اس کے جواب میں کہا جائے گا: یہ تمہاری گمراہیوں میں سے پہلی گمراہی نہیں، تمہاری غلطیوں میں سے پہلی غلطی نہیں۔ تمہارے پاس اس کے کتنے ہی اشباہ و نظائر ہیں جہاں تمہاری رگ فلسفہ پھڑکی ہے اور شیطان نے وہاں لات ماری ہے، جس سے تیرے تفسیری مباحث میں خبط آ گیا ہے، تجھ پر تعجب! اس عورت کی طرح کی خبریں جو تجھے ملی ہیں یہ قرآن پر طعن کا راستہ کھولیں گی، ہمارے زمانے کے ادباء میں سے بعض نے کیا خوب

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کہا ہے:

واذا رامت الذبابة للشمس
غطاء مدت عليها جناحا

''اور جب مکھی سورج کو ڈھانپنا چاہے وہ اس کے آگے اپنا ایک پر پھیلاتی ہے۔''

میں نے بھی چند اشعار کہے ہیں:

مهبّ رياح سده بجناح
وقابل بالمصباح ضوء الصباح

''آندھی چلنے پر ایک پر سے اسے روکا اور اُس نے صبح کی روشنی کا مقابلہ ایک چراغ سے کیا۔''

اگر تم کہو کہ پھر تو اس قرآنی دلیل سے ثابت ہو گیا کہ اللہ اپنے پسندیدہ پیغمبروں میں سے جسے چاہے اپنے غیب سے کچھ اطلاع فرمائے، تو کیا جس رسول پر اللہ جتنا اپنا غیب چاہیں ظاہر فرمائیں، اسے اجازت ہوگی کہ وہ اپنی امت میں سے کسی کو اُس کی خبر دے؟ میں کہوں گا: ہاں اور اس کی کوئی ممانعت نہیں ہے۔ اس بارے میں رسول اللہ ﷺ سے کئی باتیں ثابت ہیں جو سنت مطہرہ کا علم رکھنے والے پر مخفی نہیں ہیں۔ ان میں سے ایک وہ واقعہ ہے کہ آپ ﷺ ایک دن ایک مقام پر کھڑے ہوئے اور قیامت تک ہونے والی چیزیں بتائیں، فتن وغیرہ کے متعلق آپ ﷺ نے کوئی بات نہ چھوڑی، جس نے یہ حفظ کر لیا اس نے کر لیا اور جو بھول گیا سو وہ بھول گیا۔ اور یہ بھی ثابت ہے کہ حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ ﷺ نے اپنے بعد کے فتنوں کے متعلق خبر دی، حتیٰ کہ اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم ان سے سوال کرتے اور ان کی طرف رجوع کرتے تھے۔

صحیح وغیرہ میں ثابت ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے ان سے فتنہ کے متعلق سوال کیا جس کی موجیں سمندر کی طرح ہوں گی، کہا: آپ کے اور ان کے درمیان ایک بند دروازہ ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: کیا وہ کھولا جائے گا یا توڑا جائے گا؟ فرمایا: بلکہ توڑا جائے گا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حضرت عمر رضی اللہ عنہ جان گئے کہ وہی دروازہ ہیں اور اس کا توڑنا ان کا قتل ہے۔ جیسا کہ صحیح معروف حدیث میں ہے کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا، کیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہ جانتے تھے؟ فرمایا: ہاں جیسے وہ جانتے تھے کہ دن کے بعد رات ہے۔ اسی طرح جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خبر سے ثابت ہے کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو بتایا جو ان کے ساتھ پیش آئے گا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ذی اللہ یہ عورت کی خبر دینا، اس طرح کی کئی باتیں ہیں جن کی تعداد بہت ہے۔ اگر انہیں جمع کیا جائے تو ایک مستقل کتاب بن جائے۔

جب یہ بات ثابت ہوگئی تو کوئی ممانعت نہیں کہ اس امت کے بعض صلحاء کو غیب کی کسی بات کی اطلاع کے ساتھ خاص کیا جائے جو اللہ نے اپنے پیغمبر پر ظاہر فرمایا، اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے کسی امتی کو اطلاع فرمائی، اس امتی نے بعد والوں کو یہ بات بتائی، تو نیک لوگوں کی کرامات اس سلسلے سے ہوں گی، یہ سب کچھ ربانی فیض ہے جو بواسطہ جنابِ نبوی ہے۔ ❶

پھر اللہ پاک نے ذکر فرمایا کہ وہ اس غیب کی حفاظت فرماتا ہے جس کی وہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع فرماتا ہے، لہٰذا فرمایا: فَإِنَّهُ يَسْلُكُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهِ رَصَدًا جملہ استثناء سے حاصل شدہ اظہار کو بیان کرتا ہے، مطلب یہ ہے کہ اللہ پاک پیغمبر کے آگے اور پیچھے فرشتوں کی حفاظت رکھتے ہیں جو ان کی شیاطین کے تعرض سے حفاظت کرتے ہیں تاکہ جو غیب ظاہر کیا ہے اس کی حفاظت ہو۔ یا، اللہ وحی کے آگے اور پیچھے فرشتے مقرر کرتے ہیں جو اس کو شیاطین کی چوری سے محفوظ رکھتے ہیں کہ وہ اسے کاہنوں تک پہنچا سکیں۔ مطلب یہ ہے کہ ہر جانب سے۔

ضحاک کہتے ہیں: اللہ نے ہر نبی کے ساتھ ملائکہ مقرر فرمائے ہیں جو اسے شیاطین سے محفوظ رکھتے ہیں کہ وہ فرشتے کی صورت کی مشابہت اختیار کریں، جب ان کے پاس کوئی شیطان فرشتے کی صورت میں آتا ہے وہ کہتے ہیں: یہ شیطان ہے، اس سے بچو، جب فرشتہ آتا ہے تو کہتے ہیں: یہ تیرے رب کا فرشتہ ہے۔ ابن زید کہتے ہیں: رَصَدًا سے مراد حفاظت

❶ یہ آخری الفاظ صحیح عقیدہ کے دلائل کی رو سے محل نظر ہیں۔

www.kitabosunnat.com

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کرنے والے ہیں، جو جن اور شیاطین سے نبی ﷺ کی آگے اور پیچھے سے حفاظت کرتے ہیں۔ قتادہ اور سعید بن مسیب کہتے ہیں: یہ چار حفاظت کرنے والے فرشتے ہیں۔ فراء کہتے ہیں: مُراد جبریل علیہ السلام ہیں۔ صحاح میں ہے اَلرَّصَدُ قوم میں حفاظت کرنے والے جیسے اَلْحَرَسُ، اس میں واحد جمع اور مونث برابر ہیں۔ کسی چیز کا رَصَدْ اس کا نگہبان ہے، رصدہ یرصدہ رصدا اور رصدا کہا جاتا ہے، ترصد نگہبانی ہے۔ مَرْصَدْ نگہبانی کا مقام ہے۔

لِّيَعْلَمَ اَنْ قَدْ اَبْلَغُوْا رِسٰلٰتِ رَبِّهِمْ : لام يَسْلُكُ کے متعلق ہے، اس سے مراد وہ علم ہے جو فعل کے ساتھ موجود ابلاغ کے متعلق ہے۔ أَنْ ثقیلہ سے مخففہ ہے، اس کا اسم ضمیر شان ہے، خبر جملہ ہے۔ رِسَالَاتْ اس غیب سے عبارت ہے، جس کے اظہار کا اللہ نے اپنے پسندیدہ رسول پر ارادہ فرمایا ہے۔ أَبْلَغُوْا کی ضمیر رَصَدہ کی طرف لوٹتی ہے۔ قتادہ اور مقاتل کہتے ہیں: تاکہ حضرت محمد ﷺ کو معلوم ہو جائے کہ آپ سے قبل رسولوں نے پیغام پہنچایا جیسا کہ آپ نے بھی پیغام پہنچایا، اس میں ایک محذوف ہے جس کے متعلق لام ہے، یعنی ہم نے آپ ﷺ کو خبر دی اپنی وحی کی حفاظت کی تاکہ انہیں معلوم ہو کہ ان سے قبل جو رسول تھے وہ بھی تبلیغ میں اسی حالت پر تھے۔ ایک قول ہے تاکہ حضرت محمد ﷺ کو معلوم ہو کہ حضرت جبریل اور ان کے ساتھیوں نے اپنے رب کے پیغامات ان تک پہنچا دیئے ہیں، یہ سعید بن جبیر کا قول ہے۔ ایک قول ہے تاکہ پیغمبروں کو معلوم ہو کہ فرشتوں نے ان کے رب کے پیغامات پہنچا دیئے۔ ایک قول ہے تاکہ ابلیس کو معلوم ہو کہ پیغمبروں نے اپنے رب کے پیغامات بغیر کسی ملاوٹ کے پہنچا دیئے۔

ابن قتیبہ کہتے ہیں: تاکہ جنوں کو معلوم ہو کہ پیغمبروں نے اپنے اوپر نازل کردہ دین پہنچا دیا ہے، وہ پہنچانے والے نہیں تھے، چوری سننے کی وجہ سے۔ مجاہد کہتے ہیں تاکہ پیغمبروں کو جھٹلانے والوں کو معلوم ہو جائے کہ پیغمبروں نے اپنے رب کے پیغامات پہنچا دیئے۔ جمہور نے لِيَعْلَمَ میں یاء پر زبر پڑھی ہے کہ اس میں فاعل ہوگا۔ ابن عباس، مجاہد، حمید، یعقوب اور زید بن علی نے پیش پڑھی ہے کہ اس میں مفعول ہوگا یعنی تاکہ لوگوں کو معلوم ہو کہ پیغمبروں نے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پہنچا دیا۔ زجاج کہتے ہیں: تا کہ اللہ جان لے کہ پیغمبروں نے اس کے پیغامات کو پہنچا دیا، یعنی تا کہ اسے مشاہدہ سے معلوم ہو جیسا کہ اسے غیب سے معلوم ہے۔ ابن ابی عبلہ اور زہری نے یاء پر پیش اور لام پر زیر پڑھی ہے۔ ❶

وَاَحَاطَ بِمَا لَدَيْهِمْ: یعنی جو اس کے پاس ملائکہ کی حفاظت ہے اس کے ساتھ، یا جو اس کے پیغامات پہنچانے والے پیغمبروں کے پاس ہے، اس کے ساتھ جملہ حال کے طور پر يَسْلُكُ کے فاعل سے محل نصب میں ہے، یہاں قَدْ پوشیدہ ہے، یعنی حال یہ ہے کہ اس بلند ذات نے تحقیق ان کے احوال کا احاطہ کیا ہوا ہے۔ سعید بن جبیر کہتے ہیں: تا کہ معلوم ہوا کہ ان کے رب نے جو کچھ ان کے پاس ہے کا احاطہ کیا ہے لہٰذا انہوں نے اس کے پیغامات کو پہنچا دیا۔

وَاَحْصٰى كُلَّ شَيْءٍ عَدَدًا ﴿۲۸﴾: تمام اشیاء سے جو ہو چکیں اور جو ہوں گی، اس کا اَحَاطَ پر عطف ہے۔ عَدَدًا میں جائز ہے کہ نصب تمیز کے طور پر ہو جو مفعول بہ کے حوالہ سے ہے، یعنی اس نے ہر چیز کی تعداد گن لی ہے، جیسا کہ اللہ کے فرمان: وَّفَجَّرْنَا الْاَرْضَ عُيُوْنًا میں ہے، یہ بھی جائز ہے کہ نصب مصدر کے طور پر ہو، یا حال کی جگہ پر یعنی مَعْدُوْدًا مفہوم یہ ہے کہ اللہ پاک کا اشیاء کے متعلق علم اجمالی صورت میں نہیں ہے بلکہ تفصیلی صورت میں ہے یعنی اس نے اپنی مخلوقات میں سے ہر فرد کو الگ سے شمار کیا ہے۔

ابن جریر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے، فرمایا: قَاسِطُوْنَ حق سے ہٹنے والے۔ ابن جریر نے انہی سے اللہ کے فرمان: وَّاَنْ لَّوِ اسْتَقَامُوْا عَلَى الطَّرِيْقَةِ کے متعلق بیان کیا ہے، فرمایا: انہیں جو حکم دیا گیا ہے انہوں نے اسے قائم کیا۔ لَاَسْقَيْنٰهُمْ مَّآءً غَدَقًا فرمایا: جاری پانی۔ عبد بن حمید اور ابن جریر نے سدی سے نقل کیا ہے، کہتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: وَّاَنْ لَّوِ اسْتَقَامُوْا عَلَى الطَّرِيْقَةِ لَاَسْقَيْنٰهُمْ مَّآءً غَدَقًا ﴿۱۶﴾ لِّنَفْتِنَهُمْ فِيْهِ فرمایا: جہاں پانی ہوگا، مال ہوگا، اور جہاں مال ہوگا فتنہ ہوگا۔ ابن جریر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے لِنَفْتِنَهُمْ فِيْهِ کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: تا کہ ہم ان کی آزمائش کریں۔ اور اللہ کے

❶ پھر یہ یُعْلِمَ ہوگا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فرمان: وَمَنْ يُّعْرِضْ عَنْ ذِكْرِ رَبِّهٖ يَسْلُكْهُ عَذَابًا صَعَدًا کے متعلق فرمایا: عذاب کی مشقت جس پر وہ چڑھایا جائے گا۔ ہناد، عبد بن حمید، ابن المنذر اور حاکم نے نقل کیا ہے، نیز انہوں نے صحیح بھی کہا ہے کہ يَسْلُكْهُ عَذَابًا صَعَدًا کے متعلق فرمایا: جہنم میں ایک رسی ہوگی۔ ❶

ابن جریر نے انہی سے عَذَابًا صَعَدًا کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: اس میں کوئی راحت نہیں ہوگی۔ ابن ابی حاتم نے ان سے اللہ کے فرمان: وَّاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: جب یہ آیت نازل ہوئی اس وقت روئے زمین پر مسجد الحرام اور بیت المقدس کی مسجد ایلیاء کے علاوہ کوئی مسجد نہیں تھی۔

ابن مردویہ نے اور ابو نعیم نے دلائل میں حضرت ابن مسعود سے نقل کیا ہے۔ فرمایا: رسول اللہ ﷺ ہجرت سے قبل نواحِ مکہ میں نکلے، میرے لیے ایک لکیر کھینچ دی اور فرمایا: تم کوئی نیا کام نہ کرنا حتیٰ کہ میں تیرے پاس آجاؤں، پھر فرمایا: تمہیں کوئی چیز پریشان نہ کرے جو تو دیکھتا ہے، پھر کچھ آگے گئے، پھر بیٹھ گئے اچانک کچھ کالے لوگ تھے گویا وہ زُطّ کے لوگ ہیں، وہ ایسے ہی تھے جیسے اللہ نے فرمایا: كَادُوْا يَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِ لِبَدًا۔

ابن جریر اور ابن مردویہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: جب انہوں نے نبی ﷺ کو قرآن پڑھتے ہوئے سنا، وہ قرآن سننے کے شوق میں ایک دوسرے پر سوار ہونے لگے، وہ آپ ﷺ کے قریب ہو گئے، ان کو علم نہ ہوا حتیٰ کہ آپ ﷺ کے پاس پیغامبر آیا، وہ آپ ﷺ کو پڑھانے لگا: قُلْ اُوْحِيَ اِلَيَّ اَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ

عبد بن حمید، ترمذی اور انہوں نے اسے صحیح کہا، ابن جریر، حاکم اور انہوں نے اسے صحیح کہا، ابن مردویہ اور مختارۃ میں ضیاء نے انہی سے اس آیت کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: جب جن رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچے، آپ ﷺ اپنے اصحاب کو نماز پڑھا رہے تھے، وہ آپ ﷺ کے رکوع کے ساتھ رکوع کرتے، اور آپ ﷺ کے سجدے کے ساتھ سجدہ کرتے، انہوں نے آپ ﷺ کے اصحاب کی فرمانبرداری پر تعجب کیا، تو انہوں نے اپنی قوم سے کہا: لَمَّا

❶ اگر یہ لفظ حبل ہے تو رسی اور اگر جبل ہے تو مطلب پہاڑ ہوگا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قَامَ عَبْدُ اللّٰهِ يَدْعُوْهُ كَادُوْا يَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِ لِبَدًا۔

ابن المنذر نے انہی سے لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللّٰهِ يَدْعُوْهُ کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: وہ اللہ کو پکارتا ہے۔

ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے انہی سے كَادُوْا يَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِ لِبَدًا کے متعلق بیان کیا ہے، فرمایا: مددگار ہو جائیں۔ ابن المنذر اور ابن مردویہ نے انہی سے فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا ۙ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: اللہ نے پیغمبر کو غیب سے وحی کا علم عطا کیا، اور آپ ﷺ پر جو وحی کی گئی اور جو حکم کیا گیا اسے غیب سے آپ پر ظاہر کیا، کیونکہ غیب کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ نے اِن ہی سے رَصَدًا کے متعلق بیان کیا ہے، فرمایا: وہ پیچھے آنے والے ملائکہ ہیں، جو رسول اللہ ﷺ کی شیاطین سے حفاظت کرتے ہیں، حتیٰ کہ آپ ﷺ وہ بیان کریں جو پیغام آپ کو لوگوں کے لیے دے کر بھیجا گیا، یہی وہ بات ہے کہ اہل شرک نے کہا: انہوں نے اپنے رب کے پیغامات پہنچا دیئے۔

ابن مردویہ نے انہی سے بیان کیا ہے، فرمایا: اللہ نے اپنے نبی ﷺ پر قرآن کی جو بھی آیت اتاری، اس کے ساتھ چار فرشتے ضرور تھے، جو اس کی حفاظت کرتے تھے، حتیٰ کہ وہ اسے رسول اللہ ﷺ تک پہنچاتے، پھر یہ آیت پڑھی: عٰلِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا ۙ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ فَاِنَّهٗ يَسْلُكُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ رَصَدًا ۙ اس سے مراد چار فرشتے ہیں۔ لِّيَعْلَمَ اَنْ قَدْ اَبْلَغُوْا رِسٰلٰتِ رَبِّهِمْ۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سورۃ المزمل

اس کی انیس آیات ہیں، ایک قول بیس آیات کا ہے، یہ مکی سورت ہے، ماوردی کہتے ہیں: یہ ساری مکی ہے، حضرت حسن، عکرمہ اور جابر کے قول کے مطابق وہ کہتے ہیں: حضرت ابن عباس اور قتادہ نے فرمایا: سوائے دو آیات کے وَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ اور اس کے ساتھ والی آیت۔ ثعلبی کہتے ہیں، سوائے اللہ کے فرمان: اِنَّ رَبَّكَ يَعْلَمُ اَنَّكَ تَقُوْمُ سے سورۃ کے آخر تک، یہ مدینہ میں اتری ہے۔ ابن ضریس، ابن مردویہ اور بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے، فرمایا: يٰٓاَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ مکہ میں نازل ہوئی۔ ابن مردویہ نے حضرت ابن زبیر سے اس طرح نقل کیا ہے۔ نحاس نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے، فرمایا: سورۃ المزمل مکہ میں نازل ہوئی، سوائے دو آیات کے اِنَّ رَبَّكَ يَعْلَمُ اَنَّكَ تَقُوْمُ اَدْنٰى۔

بزار، طبرانی نے اوسط میں اور ابونعیم نے دلائل میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے، فرماتے ہیں: قریش دارالندوۃ میں جمع ہوئے، کہنے لگے: اس شخص کا کوئی نام رکھو جس کے ساتھ تم لوگوں کو اس سے روکو، کہا: کاہن، کہنے لگے: کاہن نہیں۔ کہا: مجنون، کہنے لگے: مجنون نہیں۔ کہا: جادوگر، کہنے لگے: جادوگر نہیں۔ اس پر مشرکین الگ الگ ہو گئے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات کی خبر پہنچی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک چادر پہنی اور اسے اوڑھ لیا، حضرت جبریل علیہ السلام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا: يٰٓاَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ اور يٰٓاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ۔ بزار اسے معلیٰ بن عبدالرحمن کے طریق سے بیان کرنے کے بعد کہتے ہیں: معلیٰ سے اہل علم کی ایک جماعت نے حدیث بیان کی ہے، اس سے حدیث حاصل کی ہے، لیکن جب وہ احادیث کے ساتھ متفرد ہو اس کی متابعت نہیں کی جاتی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ابوداؤد اور بیہقی نے السنن میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے، فرمایا: میں اپنی خالہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے ہاں رات کو سو گیا، نبی ﷺ رات کو نماز پڑھنے کے لیے اٹھے، آپ ﷺ نے تیرہ رکعتیں پڑھیں جن میں سے دو فجر کی رکعتیں تھیں، میں نے آپ ﷺ کے قیام کا اندازہ لگایا، ہر رکعت يَاأَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ کے برابر تھی۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○ يَاأَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ ۙ﴿۱﴾ قُمِ الَّيْلَ إِلَّا قَلِيْلًا ۙ﴿۲﴾ نِّصْفَهٗٓ أَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِيْلًا ۙ﴿۳﴾ أَوْ زِدْ عَلَيْهِ وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا ۭ﴿۴﴾ إِنَّا سَنُلْقِيْ عَلَيْكَ قَوْلًا ثَقِيْلًا ﴿۵﴾ إِنَّ نَاشِئَةَ الَّيْلِ هِيَ أَشَدُّ وَطْأً وَّأَقْوَمُ قِيْلًا ﴿۶﴾ إِنَّ لَكَ فِي النَّهَارِ سَبْحًا طَوِيْلًا ۭ﴿۷﴾ وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ إِلَيْهِ تَبْتِيْلًا ﴿۸﴾ رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ لَآ إِلٰهَ إِلَّا هُوَ فَاتَّخِذْهُ وَكِيْلًا ﴿۹﴾ وَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَاهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِيْلًا ﴿۱۰﴾ وَذَرْنِيْ وَالْمُكَذِّبِيْنَ أُولِي النَّعْمَةِ وَمَهِّلْهُمْ قَلِيْلًا ﴿۱۱﴾ إِنَّ لَدَيْنَآ أَنْكَالًا وَّجَحِيْمًا ﴿۱۲﴾ وَّطَعَامًا ذَا غُصَّةٍ وَّعَذَابًا أَلِيْمًا ﴿۱۳﴾ يَوْمَ تَرْجُفُ الْأَرْضُ وَالْجِبَالُ وَكَانَتِ الْجِبَالُ كَثِيْبًا مَّهِيْلًا ﴿۱۴﴾ إِنَّآ أَرْسَلْنَآ إِلَيْكُمْ رَسُوْلًا ۙ شَاهِدًا عَلَيْكُمْ كَمَآ أَرْسَلْنَآ إِلٰى فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا ﴿۱۵﴾ فَعَصٰى فِرْعَوْنُ الرَّسُوْلَ فَأَخَذْنٰهُ أَخْذًا وَّبِيْلًا ﴿۱۶﴾ فَكَيْفَ تَتَّقُوْنَ إِنْ كَفَرْتُمْ يَوْمًا يَّجْعَلُ الْوِلْدَانَ شِيْبًا ﴿۱۷﴾ السَّمَآءُ مُنْفَطِرٌ ۢ بِهٖ ۭ كَانَ وَعْدُهٗ مَفْعُوْلًا ﴿۱۸﴾

اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔ اے کپڑے میں لپٹنے والے! رات کو قیام کر مگر تھوڑا۔ آدھی رات (قیام کر)، یا اس سے تھوڑا سا کم کر لے۔ یا اس سے زیادہ کر لے اور قرآن کو خوب ٹھہر ٹھہر کر پڑھ۔ یقیناً ہم ضرور تجھ پر ایک بھاری کلام نازل کریں گے۔ بلاشبہ رات کو اٹھنا (نفس کو) کچلنے میں زیادہ سخت اور بات کرنے میں زیادہ درستی والا ہے۔ بلاشبہ تیرے لیے دن میں ایک لمبا کام ہے۔ اور اپنے رب کا نام ذکر کر اور ہر طرف سے منقطع ہو کر اسی کی طرف متوجہ ہو جا۔ مشرق و مغرب کا رب ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، سو اس کو کارساز بنا لے۔ اور اس پر صبر کر جو وہ کہتے ہیں اور انھیں چھوڑ دے، خوبصورت طریقے سے چھوڑنا۔ اور چھوڑ مجھے اور ان جھٹلانے والوں کو جو خوشحال ہیں اور انھیں تھوڑی سی مہلت دے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بلاشبہ ہمارے پاس بیڑیاں ہیں اور سخت بھڑکتی ہوئی آگ۔ اور گلے میں پھنس جانے والا کھانا اور دردناک عذاب۔ جس دن زمین اور پہاڑ کانپیں گے اور پہاڑ گرائی ہوئی ریت کے ٹیلے ہو جائیں گے۔ بلاشبہ ہم نے تمھاری طرف ایک پیغام پہنچانے والا بھیجا جو تم پر گواہی دینے والا ہے، جس طرح ہم نے فرعون کی طرف ایک پیغام پہنچانے والا بھیجا۔ سو فرعون نے اس پیغام پہنچانے والے کی نافرمانی کی تو ہم نے اسے پکڑ لیا، نہایت سخت پکڑنا۔ پھر تم کیسے بچو گے اگر تم نے کفر کیا، اس دن سے جو بچوں کو بوڑھے کر دے گا۔ اس میں آسمان پھٹ جانے والا ہے، اس کا وعدہ ہمیشہ سے (پورا) ہو کر رہنے والا ہے۔

اللہ کا فرمان ہے: يَاأَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ اس کی اصل المتزمل ہے، تاء کو زاء میں ادغام کیا، تَزَمَّلْ کا مطلب کپڑا لپیٹنا ہے۔ جمہور نے مُزَّمِّلْ کو ادغام کے ساتھ پڑھا ہے۔ اُبی نے المتزمل اصل کے مطابق پڑھا ہے، عکرمہ نے زاء کو تخفیف کے ساتھ پڑھا ہے، اس قراءت کی طرح امرؤالقیس کا قول ہے:

كأن ثبيرًا في أفانين وبله
كبير أناسٍ في بجادٍ مزَملِ

''گویا ثبیر اپنی شبنم اور ابتدائی بارش میں، لوگوں میں بڑا ہے دھاری دار کپڑے اور چادر میں۔''

یہ خطاب نبی ﷺ کو ہے، اس کے مفہوم میں اختلاف کیا گیا ہے، ایک جماعت کا قول ہے کہ نبی ﷺ پر حضرت جبریل علیہ السلام جب پہلی وحی لے کر آئے، ان کے رُعب سے آپ ﷺ چادر اوڑھا کرتے تھے، حتیٰ کہ آپ ﷺ ان سے مانوس ہو گئے۔ ایک قول ہے: اے نبوت کے ساتھ مزمل اور رسالت کے ساتھ ملتزم (پابند)، یہ عکرمہ کا قول ہے۔ وہ يَاأَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ میں یاء پر تخفیف اور میم پر شد پڑھتے تھے اسم مفعول کے طور پر۔ ایک قول ہے اے قرآن کو اپنانے والے۔ ضحاک کہتے ہیں: آپ ﷺ کپڑا اوڑھتے تھے سوتے وقت۔ ایک قول ہے کہ آپ ﷺ کو مشرکین کی طرف سے بُری بات پہنچی تو آپ ﷺ نے اپنا کپڑا لپیٹا اور اوڑھ لیا تو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یَاَیُّهَا الْمُزَّمِّلُ اور یَاَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ نازل ہوئی۔

مروی ہے کہ نبی ﷺ نے جب فرشتے کی آواز سنی، اور آپ ﷺ نے اس کی طرف دیکھا تو آپ ﷺ پر کپکپی طاری ہوئی، آپ ﷺ اپنے گھر گئے اور کہا: مجھے چادر اوڑھا دو، مجھے چادر اوڑھا دو، آپ ﷺ کو یہ خطاب نزولِ وحی کے شروع میں دیا گیا، پھر اس کے بعد آپ ﷺ کو نبوت و رسالت کا خطاب دیا گیا۔ ❶

قُمِ الَّیْلَ اِلَّا قَلِیْلًا ۙ: یعنی رات کو نماز کے لیے اٹھیے! جمہور نے قُمِ کو میم کے زیر کے ساتھ پڑھا ہے، دو ساکن اکٹھے ہونے کی وجہ سے۔ ❷ ابوالسمال نے اس پر پیش پڑھی ہے۔ قاف کے ضمہ کی پیروی میں۔ عثمان بن جنی کہتے ہیں: اس حرکت سے مقصود دو ساکنوں کے اکٹھا ہونے سے بچنا ہے، جس حرکت کے ساتھ بھی اسے متحرک کریں مقصود حاصل ہو جائے گا۔ الَّیْلَ پر نصب ظرفیت کی وجہ سے ہے۔ ایک قول ہے کہ قُمِ کا معنی صَلِّ ہے، اس سے اس کی تعبیر کی گئی ہے اور اس کو استعادہ بنایا گیا ہے۔ اس بات میں اختلاف ہے کہ جس قیام کا آپ ﷺ کو حکم دیا گیا ہے یہ آپ پر فرض تھا یا نفل؟ اس متعلق روایت آگے آ رہی ہے۔ ان شاء اللہ

اِلَّا قَلِیْلًا یہ الَّیْلَ سے استثناء ہے، یعنی پوری رات نماز پڑھو مگر تھوڑی، چیز کا قلیل وہ ہے جو نصف سے کم ہو، ایک قول ہے کہ چھٹے حصے سے کم ہو، ایک قول ہے دسویں حصے سے کم ہو۔ مقاتل اور کلبی کہتے ہیں: یہاں قلیل سے مراد ایک تہائی ہے۔ اس اختلاف سے بچاؤ کے لیے ہمیں نِّصْفَهٗٓ..... الخ کا لفظ کافی ہے۔ نِصْفَهٗ پر نصب اس لیے ہے کہ یہ لیل سے بدل ہے۔ زجاج کہتے ہیں: نصفه لیل سے بدل ہے، اِلَّا قَلِیْلًا نصف سے استثناء ہے، مِنْهُ اور عَلَیْهِ کی ضمیر نصف کی طرف لوٹتی ہے۔ مطلب ہے کہ آدھی رات قیام کرو یا آدھی رات سے ایک تہائی تک کم کر لو، یا اس سے کچھ بڑھا کر دو تہائی کر لو۔ گویا کہ فرمایا: دو تہائی رات

---

❶ یعنی یا ایها النبی اور یا ایها الرسول۔

❷ میم ساکن امر کی وجہ سے اور الَّیل میں پہلا لام ساکن۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قیام کرو، یا نصف یا ایک تہائی۔ ایک قول ہے کہ نِصْفَهٗ قَلِيْلًا سے بدل ہے، پھر مفہوم ہوگا: رات قیام کرو مگر نصف یا نصف سے کم یا نصف سے زیادہ۔ اخفش کہتے ہیں: نِصْفَهٗ یعنی اس سے آدھا، جیسے کہتے ہیں: اسے درہم، دو درہم، تین درہم دے دو، مطلب ہوتا ہے یا دو درہم یا تین درہم۔ واحدی کہتے ہیں: مفسرین کا قول ہے: یا نصف سے کم کر کے تہائی تک کرلو، یا نصف سے بڑھا کر دو تہائی کرلو، آپ ﷺ کے لیے قیام کی مدت میں گنجائش پیدا کر دی گئی، ان اوقات میں قیام کے لیے آپ ﷺ کا اختیار ہے۔ لہٰذا نبی ﷺ اور آپ کے ساتھی ان اندازوں سے قیام فرماتے تھے، ان پر یہ مشکل ہوگیا، آدمی کو پتہ نہ چلتا تھا کہ کتنی نماز پڑھی ہے، یا نصف سے کتنا باقی رہ گیا ہے، اس لیے وہ پوری رات قیام کرتا حتیٰ کہ اللہ نے ان پر تخفیف کر دی۔

ایک قول ہے کہ مِنْهُ اور عَلَيْهِ کی ضمیریں نصف سے کم کی طرف لوٹ رہی ہیں، گویا کہ فرمایا: نصف سے کم قیام کرو یا اس کم سے بھی کم قیام کرو یا اس سے تھوڑا زیادہ کرلو، یہ بہت بعید بات ہے، بظاہر نِصْفَهٗ قَلِيْلًا سے بدل ہے اور دونوں ضمیریں قَلِيْلًا کے مبدل نصف کی طرف لوٹنے والی ہیں۔

اس بات میں اختلاف ہے کہ اس حکم کا ناسخ کون ہے، ایک قول ہے کہ ناسخ اللہ کا فرمان: اِنَّ رَبَّكَ يَعْلَمُ اَنَّكَ تَقُوْمُ اَدْنٰى مِنْ ثُلُثَيِ الَّيْلِ وَ نِصْفَهٗ وَ ثُلُثَهٗ آخر سورۃ تک ہے۔ ایک قول ہے کہ عَلِمَ اَنْ لَّنْ تُحْصُوْهُ ہے۔ ایک قول ہے کہ عَلِمَ اَنْ سَيَكُوْنُ مِنْكُمْ مَّرْضٰى ہے۔ ایک قول ہے کہ یہ پانچ نمازوں سے منسوخ ہوا ہے، یہ قول مقاتل، شافعی اور ابن کیسان کا ہے۔ ایک قول ہے کہ فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ ناسخ ہے۔ حسن اور ابن سیرین کا مذہب ہے کہ رات کی نماز ہر مسلمان پر فرض ہے گو بکری کے دودھ دوھنے کے بقدر ہو۔

وَ رَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا ۝ : یعنی اسے آہستہ پڑھیں، سمجھ کر۔ ضحاک کہتے ہیں: ایک ایک حرف پڑھیں۔ زجاج کہتے ہیں: آدمی تمام حروف واضح کرے، ان کا حق تکمیل پورا کرے۔ اصل ترتیل تنضید و تنسیق کا نام ہے یعنی حسن ترتیب۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فعل کی تاکید مصدر کے ساتھ لا کر ایسے مبالغے پر دلالت ہے کہ حروف ایک دوسرے کے ساتھ خلط ملط نہ ہوں۔ آدمی حرف کے معلوم مخرج سے پوری معتبر حرکت ادا کرنے کے ساتھ ساتھ بولنے میں کوئی کمی نہ کرے۔

إِنَّا سَنُلْقِي عَلَيْكَ قَوْلًا ثَقِيلًا ۝ : یعنی ہم آپ ﷺ پر عنقریب قرآن وحی کریں گے اور وہ ایک ثقیل قول ہے۔ قتادہ کہتے ہیں: اللہ کی قسم اس کے حدود و فرائض بھاری ہیں۔ مجاہد کہتے ہیں: اس کا حلال و حرام۔ حسن کہتے ہیں: اس پر عمل۔ ابوالعالیہ کہتے ہیں: وعدہ اور وعید اور حرام و حلال کے ساتھ بوجھل۔ محمد بن کعب کہتے ہیں: منافقین اور کفار پر بھاری کیونکہ اس میں ان کے خلاف دلائل ہیں، ان کی گمراہی کا بیان ہے اور ان کے معبودوں کی برائی ہے۔ سُدی کہتے ہیں: ثقیل کا مطلب عزت والا ہے، جیسے لوگ کہتے ہیں: فلاں مجھ پر ثقیل ہے یعنی وہ مجھ پر عزت والا ہے۔ فراء کہتے ہیں: ثقیل کا مطلب اچھی رائے والا جو ہلکا اور کم تر نہ ہو کیونکہ یہ ہمارے رب کا کلام ہے۔ حسین بن فضل کہتے ہیں: بھاری ہے، اسے صرف وہ دل اٹھا سکتا ہے جس کی توفیق کے ساتھ مدد کی گئی ہو اور وہ نفس جو توحید کے ساتھ مزین کیا گیا ہو۔ ایک قول ہے کہ اس کی ثقیل کے ساتھ صفت حقیقت ہے۔

مروی ہے کہ نبی ﷺ پر جب وحی اترتی، آپ ﷺ اونٹنی پر ہوتے تو اس کی گردن کا اگلا حصہ زمین پر لگ جاتا، وہ ہل نہ سکتی تھی جب تک وحی ختم نہ ہو جاتی۔

إِنَّ نَاشِئَةَ اللَّيْلِ: یعنی اس کی گھڑیاں اور اوقات، کیونکہ وہ آہستہ آہستہ بڑھتی ہے۔ نَشَاءَ الشَّيْءُ يَنْشَأُ اس وقت کہتے ہیں: جب کوئی چیز شروع ہو اور آہستہ آہستہ آگے بڑھنے لگے۔ أنشاء اللّٰه فنشاء بھی کہتے ہیں۔ نشأت السحاب جب بادل شروع ہوں۔ ناشئة نشأ ينشأ سے فاعلہ ہے اس لیے وہ ناشئة ہے۔ زجاج کہتے ہیں: ناشئة اليل ہر وہ چیز جو رات کو پیدا ہو، یعنی نئی ہو تو وہ ناشئة ہے۔

واحدی کہتے ہیں: مفسرین کا قول ہے: رات ساری ناشئة ہے۔ مراد ہے کہ رات کی گھڑیاں ناشئة ہیں۔ اسم موصوف لا کر صفت کی کفایت کی گئی۔ ایک قول ہے کہ ناشئة

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

الیل سے مراد وہ شخص ہے جو عبادت کے لیے اپنے بستر سے اٹھتا ہے یعنی کھڑا ہوتا ہے، نشأ مکانہ کہتے ہیں: جب کوئی اٹھتا ہے۔ ایک قول ہے کہ ناشئۃ حبشی زبان میں قیام الیل ہے۔ ایک قول ہے کہ قیام الیل کو ناشئۃ تب کہتے ہیں جب نیند کے بعد ہو۔ ابن الاعرابی کہتے ہیں پس جب رات کے پہلے حصے میں تم سو جاؤ پھر اٹھو تو یہ منشأۃ اور نشأۃ ہے، اسی سے ناشئۃ الیل ہے۔ ایک قول ہے کہ ناشئۃ الیل مغرب سے عشاء کے درمیان ہے، کیونکہ نشأ کا معنی ابتداء ہے، اسی سے نصیب کا قول ہے:

ولو لا أن يقال صبا نصيب
لقلت بنفسي النشاء الصغار

''اور اگر نہ کہا جائے کہ نصیب بے دین ہو گیا۔ تو میں اپنی طرف سے چھوٹی چھوٹی نئی باتیں کہتا رہوں۔''

عکرمہ اور عطاء کہتے ہیں: ناشئۃ الیل رات کا آغاز ہے۔ مجاہد وغیرہ کہتے ہیں: یہ ہر رات میں ہے کیونکہ وہ دن کے بعد پیدا ہوتی ہے، مالک نے بھی اس کو اختیار کیا ہے۔ ابن کیسان کہتے ہیں: یہ آخر رات کا قیام ہے۔ صحاح میں ہے کہ ناشئۃ الیل رات کی ابتدائی گھڑیاں ہیں، حسن کہتے ہیں: دوسری عشاء [1] کے بعد سے صبح تک کا وقت ہے۔

هِيَ اَشَدُّ وَطْأً: جمہور نے وَطْأً میں واؤ پر زبر اور طاء مقصورہ پر سکون پڑھا ہے، اس قراءت کو ابو حاتم نے اختیار کیا ہے۔ ابو العالیہ، ابن اسحاق، مجاہد، ابو عمرو، ابن عامر، حمید، ابن محیصن، مغیرہ اور ابو حیوۃ نے واؤ پر زیر اور طاء ممدودہ پر زبر پڑھی ہے، اس قراءت کو ابو عبید نے اختیار کیا ہے۔ پہلی قراءت کے مطابق مطلب یہ ہوگا کہ رات کو اٹھ کر نماز دن کی نماز کی نسبت نمازی پر بھاری ہے کیونکہ رات نیند کے لیے ہے۔ ابن قتیبہ کہتے ہیں: مطلب یہ ہے کہ دن کی گھڑیوں سے یہ نمازی پر بھاری ہے، عرب کا قول ہے: اِشْتَدَّتْ عَلَى الْقَوْمِ وَطْأَةُ السُّلْطَانِ جب لوگوں پر اس کی پابندیاں سخت ہو جائیں۔

[1] پہلی عشاء مغرب کو کہتے ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اسی سے آپ ﷺ کا فرمان ہے: اَللّٰهُمَّ اشْدُدْ وَطْأَتَكَ عَلٰى مُضَرَ دوسری قراءت کے مطابق مفہوم یہ ہوگا کہ اس کی مواطنت یعنی موافقت سخت ہے۔ عرب کہتے ہیں: واطأت فلانا علی کذا مواطأۃ جب تم کسی سے موافقت کرو۔

مجاہد اور ابن ابی ملیکہ کہتے ہیں: یعنی آنکھ، کان، دل اور زبان کے درمیان شدید موافقت کہ اس میں آوازیں اور حرکات بند ہو جائیں، اسی سے ہے لِيُوَاطِئُوا عِدَّةَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ یعنی تاکہ وہ موافق ہو جائیں۔ انخش کہتے ہیں: قیام میں زیادہ سخت۔ فراء کہتے ہیں: عمل میں زیادہ ثابت اور اس کے لیے ہمیشگی والا جو زیادہ عبادت کا ارادہ رکھے۔ رات معاش کی مصروفیات سے فراغت کا وقت ہے، اس کی عبادت ہمیشہ رہتی ہے رکتی نہیں۔ کلبی کہتے ہیں: چستی میں مضبوط ہے۔

وَّ اَقْوَمُ قِيْلًا ۝: یعنی بات کرنے میں بہت مضبوط، قراءت میں زیادہ ثابت کیونکہ اس میں دل حاضر ہے اور آوازیں بند ہوتی ہیں، اس میں درست بات پر استقامت اور درستی پر ہمیشگی زیادہ ہے، کیونکہ آوازیں خاموش ہوتی ہیں اور اس وقت دنیا پُرسکون ہوتی ہے، نمازی کی قراءت پر کوئی پریشانی نہیں آتی۔

قتادہ اور مجاہد کہتے ہیں: قراءت کے لیے زیادہ درست اور قول کے لیے زیادہ ثابت ہے، کیونکہ یہ سمجھنے کا وقت ہوتا ہے۔ ابوعلی الفارسی کہتے ہیں: وَّ اَقْوَمُ قِيْلًا یعنی استقامت والا ہے کیونکہ رات کو انسان فارغ البال ہے۔ کلبی کہتے ہیں: یعنی قرآن پڑھنے میں زیادہ مضبوط ہے۔ عکرمہ کہتے ہیں: اس میں چستی، اخلاص اور برکت زیادہ ہوتی ہے۔ ابن زید کہتے ہیں: زیادہ لائق ہے کہ قرآن کو سمجھ لے۔ ایک قول ہے کہ دعا کی قبولیت جلد کرانے والا یہ وقت ہے۔

اِنَّ لَكَ فِي النَّهَارِ سَبْحًا طَوِيْلًا ۝: جمہور نے سَبْحًا میں حاء پڑھی ہے، یعنی تمہاری ضروریات کا تصرف، آنا جانا آگے اور پیچھے ہونا۔ سَبْحٌ چلنے اور گھومنے کو کہتے ہیں۔ اسی سے پانی میں سباحت (تیرنا) ہے۔ کیونکہ اس میں آدمی اپنے ہاتھ پاؤں مارتا ہے۔ فرس سابح تیز دوڑنے والا گھوڑا۔ ایک قول ہے کہ سَبْحٌ فراغت ہے۔ یعنی تمہارے پاس دن

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کو ضروریات کے لیے فراغت ہے تو رات کو نماز پڑھو۔ ابن قتیبہ کہتے ہیں: یعنی تصرف اور اپنی ضروریات وحاجات کے لیے آنا اور جانا۔ خلیل کہتے ہیں: تمہارے لیے دن میں سَبْحٌ ہے یعنی نیند ہے، تسبح کا مطلب تمدد بھی ہے۔ زجاج کہتے ہیں: مفہوم یہ ہے کہ اگر رات کو تم سے کوئی چیز چھوٹ جائے تو دن میں اسے پا لینے کے لیے فراغت ہے۔

یحییٰ بن یعمر، ابووائل اور ابن ابی عبلہ نے سَبْخًا خاء کے ساتھ پڑھا ہے، ایک قول ہے کہ اس قراءت کا مطلب خفت، وسعت اور استراحت ہے۔ اصمعی کہتے ہیں: سَبَخَ اللّٰهُ عَنْكَ الْحُمَّى کہتے ہیں: یعنی اللہ اس سے بخار ہلکا کر دے۔ سبخ الحر یعنی گرمی رک گئی اور بند ہوگئی۔ اسی سے شاعر کا قول ہے:

فسبخ عليك الهم واعلم بأنه
اذا قدر الرحمن شيأ فكائن

''وہ تجھ پر غم ہلکا کرے اور جان لے کہ جب رحمن کچھ تقدیر میں لکھے وہ ہونے والا ہے۔''

یعنی وہ تجھ پر غم کی تخفیف کرے، روئی میں سبیخ وہ ہوتا ہے جو دھننے کے بعد بچتا ہے، اسی سے اخطل کا قول ہے:

فأرسلوهن يذرين التراب كما
يذرى سبائخ قطن ندف أوتار

''انہوں نے انہیں چھوڑا وہ مٹی پھینکنے لگیں، جس طرح روئی دھنکی جاتی ہے، اس کے ریشے الگ الگ کیے جاتے ہیں۔''

ثعلب کہتے ہیں: سَخ خاء کے ساتھ، تردد اور اضطراب ہے، سَخ سکون بھی ہے۔ ابوعمرو کہتے ہیں: سَخ نیند اور فراغت ہے۔

وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ: یعنی اسے اس کے اسماء حسنیٰ کے ساتھ پکارو، ایک قول ہے کہ اپنی نماز کے شروع میں اپنے رب کا نام پڑھو۔ ایک قول ہے کہ وعدہ اور وعید میں اپنے رب کا نام ذکر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کرو تا کہ تم اس کی عبادت زیادہ کرو اور تم اس کی معصیت سے بچو۔ ایک قول ہے کہ اپنے رب کے ذکر پر دن اور رات پابندی کر اور اس کی کثرت کر۔ کلبی کہتے ہیں: مفہوم یہ ہے کہ اپنے رب کے لیے نماز پڑھ۔

وَ تَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبْتِيْلًا ۝ : یعنی اس کے لیے سب سے کٹ جاؤ، اس کی عبادت میں مشغول ہو جاؤ۔ تبتل انقطاع کو کہتے ہیں۔ بتلتُ الشئ کہتے ہیں جب تم کسی چیز کو الگ اور دوسرے سے جدا کرو۔ صدقہ بتلہ ہوتا ہے یعنی وہ مالک کے مال سے جدا ہو جاتا ہے۔ راہب کو متبتل کہتے ہیں کیونکہ وہ لوگوں سے منقطع ہوتا ہے، اسی سے شاعر کا قول ہے:

تضئ الظلام بالعشاء كأنها
منارة ممسى راهب متبتل

''رات کو اندھیرا پھیل جاتا ہے گویا کہ وہ ایک منارۃ ہے، الگ تھلگ رہنے والے راہب کے رات گزارنے کی جگہ ہے۔''

تبتل کے بجائے تبتیل فواصل کی رعایت سے لایا گیا ہے۔[1] تبتل دنیا اور اس کی دولتوں کو چھوڑ کر اللہ کے ہاں کی نعمتوں کی جستجو کا نام ہے۔

رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ: حمزہ، کسائی، ابوبکر اور ابن عامر نے رب پر جر پڑھی ہے کہ یہ لِرَبِّكَ سے صفت ہے، یا اس سے بدل ہے۔ یا اس کا بیان ہے۔ باقیوں نے اس پر رفع پڑھا ہے کہ یہ مبتداء ہے اور لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ خبر ہے۔ یا خبر مبتداء محذوف کی ہے یعنی هُوَ رَبّ الْمَشْرِقِ زید بن علی نے مدح کے طور پر اسے منصوب پڑھا ہے۔ جمہور نے المشرق اور المغرب دونوں کو مفرد پڑھا ہے۔ حضرت ابن مسعود اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے المشارق اور المغارب دونوں کو جمع پڑھا ہے۔ ہم مشرق و مغرب، مشرقین و مغربین اور مشارق و مغارب کی تفسیر پیچھے بیان کر چکے ہیں۔

[1] مطلب یہ ہے کہ تبتل تفعل کے بجائے تفعیل کا مصدر آیا ہے کیونکہ گزشتہ آیات کے آخر میں بھی اس وزن کے یا اس سے ملتے جلتے الفاظ آئے ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فَاتَّخِذْهُ وَكِيْلًا ⑨: یعنی تجھے معلوم ہوگیا کہ وہ ربوبیت کے ساتھ خاص ہے تو تم اسے وکیل بناؤ، یعنی اپنے معاملات کا نگہبان، سب معاملات میں اسی پر بھروسہ کرو۔ ایک قول ہے کہ جو اس نے تیرے ساتھ مدد اور جزاء کا وعدہ فرمایا ہے اس میں اسی کو کفیل بناؤ۔

وَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ: تکلیف، گالی اور مزاح پر، اس سے آپ ﷺ پریشان نہ ہوں۔

وَاهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِيْلًا ⑩: یعنی ان کے درپے نہ ہوں، ان کے بدلے میں مشغول نہ ہوں۔ ایک قول ہے کہ ھجر جمیل کا مطلب جس میں جزع فزع نہ ہو یہ سب قتال کے حکم سے پہلے ہے۔

وَذَرْنِيْ وَالْمُكَذِّبِيْنَ: یعنی مجھے اور انہیں چھوڑ دے، ان پر غم نہ کر، میں تجھے ان کے معاملے سے کفایت کروں گا، میں تیرے لیے ان سے انتقام لوں گا۔ ایک قول ہے کہ یہ جنگ بدر میں کھلانے والوں کے متعلق نازل ہوئی، وہ دس افراد تھے، ان کا ذکر گزر چکا ہے۔ یحییٰ بن سلام کہتے ہیں: وہ مغیرہ کے بیٹے تھے، سعید بن جبیر کہتے ہیں: مجھے خبر ملی ہے کہ وہ بارہ تھے۔

اُولِي النَّعْمَةِ: یعنی دنیا میں لذت، آسانی، وسعت اور غنیٰ والے لوگ۔

وَمَهِّلْهُمْ قَلِيْلًا ⑪: یعنی تھوڑی تھوڑی مہلت، اس طرح کہ یہ مصدر محذوف کی صفت ہے، یا زَمَانًا قَلِيْلًا ہوگا کہ یہ زمان محذوف کی صفت ہے۔

مطلب یہ ہے کہ انہیں ان کے زندگی کے ایام ختم ہونے تک چھوڑ دیں، ایک قول ہے کہ ان پر دنیا میں عذاب اترنے تک اور وہ یوم بدر ہے، پہلا قول بہتر ہے، کیونکہ اللہ کا فرمان ہے:

اِنَّ لَدَيْنَآ اَنْكَالًا اور اس کے بعد والا حصہ۔ یہ ان کے لیے عذاب آخرت کی وعید ہے۔ اَنکال نکل کی جمع ہے، یہ بیڑی ہے، ایسے ہی حسن، مجاہد وغیرہ نے کہا ہے۔ کلبی کہتے ہیں: انکال اغلال (طوق) ہیں، پہلا لغت میں زیادہ معروف ہے۔ اسی سے خنساء کا قول ہے:

أتوك فقطعتَ أنكالهم

وقد كنّ قبلك لا تقطع

''وہ تیرے پاس آئے تو تم نے ان کی بیڑیاں کاٹ دیں۔ اور تجھ سے پہلے وہ نہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کاٹی جاتی تھیں۔''

مقاتل کہتے ہیں: یہ عذابِ شدید کی اقسام ہیں۔ ابوعمران الجونی کہتے ہیں: یہ ایسی بیڑیاں ہیں جو کھولی نہیں جاتیں۔ وَّجَحِيْمًا یعنی آگ جو بھڑکنے والی ہے۔

وَّطَعَامًا ذَا غُصَّةٍ: جو حلق سے بآسانی نہیں گزرے گا بلکہ اس میں اٹکے گا، نہ اترے گا اور نہ نکلے گا۔ مجاہد کہتے ہیں وہ زقوم ہے۔ زجاج کہتے ہیں: وہ ضریع ہے جیسے فرمایا: لَيْسَ لَهُمْ طَعَامٌ إِلَّا مِنْ ضَرِيعٍ فرمایا: وہ عوسج خاردار درخت کا کانٹا ہے۔ عکرمہ نے فرمایا: وہ کانٹا حلق میں اٹکے گا، نہ داخل ہوگا اور نہ نکلے گا۔ غُصَّةِ حلق کی ہڈی ہے، جو ہڈی یا کچھ اور حلق میں پھنس جائے، اس کی جمع غُصص ہے۔

وَعَذَابًا أَلِيمًا ﴿١٣﴾: یعنی مذکورہ عذاب کے علاوہ عذاب کی ایک اور قسم ہے۔

يَوْمَ تَرْجُفُ الْأَرْضُ وَالْجِبَالُ: ظرف [1] پر نصب یا ذَرْنِيْ کی وجہ سے ہے، یا لَدَيْنَا میں جو استقرار ہے اس کے متعلق ہو کر، یا یہ عذاب کی صفت ہے تو یہ ایک محذوف کے متعلق ہوگا، یعنی عَذَابًا وَاقِعًا يَوْمَ تَرْجُفُ۔ یا یہ أَلِيمًا کے متعلق ہے۔ جمہور نے تَرْجُفُ میں تاء پر زبر اور جیم پر پیش پڑھی ہے۔ فاعل کی بنیاد پر۔ زید بن علی نے مفعول کی بنیاد پر اسے أَرْجَفَهَا سے پڑھا ہے، مطلب ہے کہ اس کے اوپر والے متحرک اور مضطرب ہوں گے۔

رَجْفَةٌ زلزلہ اور شدید کپکپاہٹ ہے۔

وَكَانَتِ الْجِبَالُ كَثِيبًا مَّهِيلًا ﴿١٤﴾: یعنی اور پہاڑ ہوں گے، ماضی کا لفظ اس لیے آیا ہے کہ اس کا وقوع پکا ہے۔ کثیب ریت کے ڈھیر کو کہتے ہیں، مہیل وہ جو پاؤں کے نیچے گزرے۔ واحدی کہتے ہیں: یعنی چلنے والی ریت، جو بھی چیز آپ بھیجیں مٹی یا کھانا تب کہتے ہیں: أَهَلْتُهُ هَيْلًا۔ ضحاک اور کلبی کہتے ہیں: مہیل وہ ہے کہ جب تم اس پر اپنا قدم رکھو تو وہ نیچے سے کھسک جائے، جب نیچے سے پکڑو گے تو گر جائے گی، اسی سے حضرت حسان کا

[1] ظرف سے مراد يَوْمَ ظرف زمان ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قول ہے:

عرفت دیار زینب بالکثیب
کخطّ الوحیٰ فی الورق القشیب

''میں نے زینب کے علاقے کو ریت کے ٹیلے کے پاس پہچان لیا۔ جیسے لکھے ہوئے پیغام کی لکیر نئے کاغذ پر ہے۔''

إِنَّآ أَرْسَلْنَآ إِلَيْكُمْ رَسُولًا ۙ شَاهِدًا عَلَيْكُمْ: خطاب اہل مکہ کو ہے یا کفارِ عرب کو یا تمام کفار کو، رسول حضرت محمد ﷺ ہیں، مفہوم یہ ہے کہ وہ تمہارے خلاف روز قیامت تمہارے اعمال کی گواہی دیں گے۔

كَمَآ أَرْسَلْنَآ إِلَىٰ فِرْعَوْنَ رَسُولًا ﴿١٥﴾: یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام۔

فَعَصَىٰ فِرْعَوْنُ الرَّسُولَ: جو ہم نے اس کی طرف بھیجا تھا، اس نے رسول کو جھٹلایا، وہ ان کے پیغام پر ایمان نہ لایا، کاف محل نصب میں ہے کہ یہ ایک مصدر محذوف کی صفت ہے۔ مفہوم یہ ہے کہ ہم نے تمہاری طرف ایک رسول بھیجا تم نے اس کی نافرمانی کی، جیسا کہ ہم نے فرعون کی طرف رسول بھیجا تھا اور اس نے اس کی نافرمانی کی۔

فَأَخَذْنَاهُ أَخْذًا وَبِيلًا ﴿١٦﴾: یعنی سخت، بھاری اور مضبوط، مفہوم یہ ہے کہ ہم نے فرعون کو سزا دی، سخت سزا غرق والی، اس میں اہل مکہ کو ڈرانا ہے کہ ان پر جلد وہ عذاب اترے گا جیسے اس پر اترا، گو کہ عذاب کی نوعیت مختلف ہو سکتی ہے۔ زجاج کہتے ہیں: یعنی بھاری اور سخت، اسی سے بارش کو وَابِلٌ کہا جاتا ہے، اخفش کہتے ہیں: اس کا مطلب شدید ہے، ان سب کا مفہوم باہم ملتا جلتا ہے۔

کھانے کو بھی وَبِيلٌ کہتے ہیں، جب وہ آسانی سے حلق سے نہ گزرے، اسی سے خنساء کا قول ہے:

لقد أكلت بجيلة يوم لاقت
فوارس مالكٍ أكلا وبيلًا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''تحقیق کھایا بجیلہ نے جس دن وہ ملی، مالک کے شہسواروں کو کھانا سخت۔''

فَكَيْفَ تَتَّقُوْنَ: یعنی تم اپنے نفسوں کو کیسے بچاؤ گے۔

اِنْ كَفَرْتُمْ: اگر تم اپنے کفر پر باقی رہے۔

يَوْمًا: یعنی اس دن کے عذاب سے۔

يَّجْعَلُ الْوِلْدَانَ شِيْبًا ۝: اپنی ہولناکی کی شدت سے، یعنی بچے بوڑھے ہو جائیں گے۔ شِيْب أشيب کی جمع ہے، جائز ہے کہ یہ حقیقت میں ہو اور وہ اس طرح ہو جائیں، یا ایک تمثیل ہو، کیونکہ جو بڑی ہولناکی کا مشاہدہ کرتا ہے، اس کی طاقتیں گھٹ جاتی ہیں اور اعضاء کمزور ہو جاتے ہیں، وہ ضعف اور قوت کی کمزوری میں بوڑھے کی طرح ہو جاتا ہے، اس میں ان کے لیے بہت وعید اور سخت ڈانٹ ہے۔ حسن کہتے ہیں: یعنی تم کیسے اس دن سے ڈرتے ہو (اگر تم کفر کرو) جو بچوں کو بوڑھا کر دے گا۔ ابن مسعود اور عطیہ نے بھی ایسے ہی پڑھا ہے۔ يَوْمًا تَتَّقُوْنَ کا مفعول بہ ہے۔

ابن الانباری کہتے ہیں: بعض مفسرین نے اَلْيَوْمَ پر نصب كَفَرْتُمْ کی وجہ سے دیا ہے۔ یہ صحیح نہیں ہے۔ وِلْدَانْ بچوں کو کہتے ہیں۔ پھر اس دن کی شدت کی صفت بڑھا دی۔ لہٰذا فرمایا: اِلسَّمَآءُ مُنْفَطِرٌ بِهٖ یعنی اس کے ساتھ ٹکڑے ہوں گے، اس کی شدت اور عظیم ہولناکی کی وجہ سے۔ یہ جملہ يَوْمٌ کی دیگر صفت ہے باء سبب والی ہے، ایک قول ہے کہ یہ فِيْ کے معنی میں ہے یعنی مُنْفَطِرٌ فِيْهِ ایک قول ہے کہ لام کے معنی میں ہے یعنی مُنْفَطِرٌ لَهٗ یہاں مُنْفَطِرٌ کہا ہے۔ اور مُنْفَطِرَةٌ نہیں کہا اس لیے کہ آسمان کو ایک چیز قرار دیا، کیونکہ اس کی حالت بدل گئی تھی اور اب جو کچھ باقی رہ گیا اسے ایک چیز سے تعبیر کیا جا سکتا تھا۔ ابو عمرو بن العلاء کہتے ہیں: مُنْفَطِرَةٌ نہیں کہا، کیونکہ آسمان مجازی طور پر سقف (چھت) ہے، جیسے شاعر نے کہا:

فلو رفع السماء اليه قوما
لحقنا بالسماء و بالسحاب

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''اگر آسمان اس کی طرف کسی قوم کو اٹھائے، ہم ملیں گے آسمان کو بھی اور بادل کو بھی۔''

یہ ایسے ہوگا جیسے اللہ کے فرمان: وَجَعَلْنَا السَّمَآءَ سَقْفًا مَّحْفُوْظًا میں ہے۔

فراء کہتے ہیں: آسمان مذکر اور مؤنث دونوں طرح آتا ہے۔ ابوعلی الفارسی کہتے ہیں: یہ ایسے ہے جیسے اَلْجَرَادُ المنتشر، الشجر الأخضر اور اعجاز نخلٌ مُنْقَعِرٌ ہیں، یہ بھی کہا گیا ہے کہ یعنی آسمان انفطار والا، جیسے لوگ کہتے ہیں امرأة مرضع یعنی عورت نسب کے طریق پر رضاعت والی۔ اس کا انفطار ملائکہ کے نزول کے لیے ہے، جیسے فرمایا: اِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ اور فرمایا: تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْ فَوْقِهِنَّ ایک قول ہے۔ اِلسَّمَآءُ مُنْفَطِرٌۢ بِهٖ یعنی اللہ کے ساتھ، مراد اس کے حکم کے ساتھ ہے لیکن پہلا بہتر ہے۔

كَانَ وَعْدُهٗ مَفْعُوْلًا ⑱: یعنی اللہ کا وعدہ، جو اس نے اٹھانے اور حساب وغیرہ کا وعدہ کیا ہے وہ لازمی پورا ہونے والا ہے، مصدر اپنے فاعل کی طرف مضاف ہے، یا اس دن کا وعدہ مفعول ہے، پھر مصدر اپنے مفعول کی طرف مضاف ہوگا۔ مقاتل کہتے ہیں: اس کا وعدہ یہ ہے کہ وہ اس دین کو تمام ادیان پر غالب کرے گا۔

احمد، مسلم، ابوداود، نسائی، محمد بن نصر نے کتاب الصلاۃ میں اور بیہقی نے سنن میں سعد بن ہشام سے نقل کیا ہے۔ کہتے ہیں: میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا: مجھے رسول اللہ ﷺ کے قیام کے بارے میں خبر دیجیے، انہوں نے فرمایا: کیا تم یہ سورت يٰٓاَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ نہیں پڑھتے؟ میں نے کہا: کیوں نہیں۔ فرمایا: اللہ نے اس سورت کے شروع میں قیام الیل فرض کر دیا، رسول اللہ ﷺ اور آپ کے اصحاب نے ایک سال تک قیام کیا حتیٰ کہ ان کے قدم سوج گئے، اللہ نے اس سورت کا آخری حصہ بارہ ماہ تک آسمان میں روک کر رکھا، پھر اس سورت کے آخر میں تخفیف نازل کی، لہٰذا قیام الیل اپنے فریضے کے بعد نفل ہوگیا، یہ حدیث ان سے کئی طرق سے مروی ہے۔

ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن ابی حاتم، محمد بن نصر، طبرانی، حاکم انہوں نے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اسے صحیح بھی کہا ہے۔ اور بیہقی نے اپنی سنن میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے، فرمایا: جب سورۃ المزمل کا پہلا حصہ نازل ہوا، لوگ ماہِ رمضان کے قیام کی طرح قیام کرنے لگے حتیٰ کہ اس کا آخری حصہ نازل ہوا، اس کے پہلے اور آخری حصے کے مابین تقریباً ایک برس کا فاصلہ تھا۔ عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر اور ابن نصر نے ابوعبدالرحمن السلمی سے نقل کیا ہے، فرمایا: جب یٰٓاَیُّهَا الْمُزَّمِّلُ نازل ہوئی، لوگوں نے ایک سال تک قیام کیا حتیٰ کہ ان کے پاؤں اور پنڈلیوں میں ورم آ گیا۔ پھر یہ آیت اتری: فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ لہٰذا: لوگوں نے راحت پائی۔

ابوداؤد نے اپنے ناسخ میں، ابن نصر، ابن مردویہ اور بیہقی نے اپنی سنن میں بواسطہ عکرمہ حضرت ابن عباس سے نقل کیا ہے، انہوں نے سورۃ المزمل کے متعلق فرمایا: قُمِ الَّيْلَ اِلَّا قَلِيْلًا ۙ نِّصْفَهٗٓ اس کو اس سورۃ کی اگلی آیت عَلِمَ اَنْ لَّنْ تُحْصُوْهُ فَتَابَ عَلَيْكُمْ فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ ؕ نے منسوخ کر دیا ہے۔ ناشئۃ الیل رات کا اول حصہ ہے، ان کی نماز اول حصے میں تھی، فرمایا: یہ زیادہ مناسب ہے کہ تم وہ قیام الیل شمار کرو جو اللہ نے تم پر فرض کیا ہے، جب انسان سو جاتا ہے تو اسے معلوم نہیں ہوتا کہ وہ کب بیدار ہوگا۔ اور اَقْوَمُ قِيْلًا زیادہ مناسب ہے کہ وہ قراءتِ قرآن کو سمجھ لے، اِنَّ لَكَ فِي النَّهَارِ سَبْحًا طَوِيْلًا ؕ فرمایا: طویل فراغت، حاکم نے ان سے نقل کیا اور اسے صحیح بھی کہا ہے، اللہ کے فرمان: یٰٓاَیُّهَا الْمُزَّمِّلُ کے متعلق فرمایا: تم نے یہ معاملہ اوڑھ لیا ہے، تو اب اسے ادا کرو۔ ابن المنذر نے ان سے اس آیت کے متعلق یہ بھی نقل کیا ہے، فرمایا: وہ کپڑا اوڑھتے تھے۔ الفریابی نے ابوصالح کے واسطہ سے ان سے یہ بھی نقل کیا ہے، فرمایا: وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا ؕ تم دو آیتیں، یا تین پڑھو پھر رکو اور تیز نہ چلو۔ ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن منیع نے اپنی مسند میں ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور محمد بن نصر نے ان سے وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: اس کو واضح کرو واضح کرنا۔ عسکری نے المواعظ میں حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ سے اس طرح مرفوعاً نقل کیا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

احمد، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن نصر اور حاکم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل کیا ہے اور اسے صحیح بھی کہا ہے، فرمایا: جب نبی ﷺ پر وحی نازل ہوتی، آپ ﷺ اپنی اونٹنی پر ہوتے، تو وہ اپنی گردن زمین کے ساتھ لگا دیتی، وہ حرکت نہ کر سکتی تھی حتیٰ کہ وحی ختم ہو جاتی، پھر انہوں نے یہ آیت تلاوت کی اِنَّا سَنُلْقِیْ عَلَیْكَ قَوْلًا ثَقِیْلًا ۝ سعید بن منصور، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر، ابن نصر اور بیہقی نے اپنی سنن میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اللہ کے فرمان: اِنَّ نَاشِئَةَ الَّیْلِ کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: قیام الیل مراد ہے، جب کوئی آدمی کھڑا ہوتا ہے تو حبشی زبان میں نشاء کہتے ہیں۔ بیہقی نے ان سے نَاشِئَةَ الَّیْلِ کے متعلق رات کا اول حصہ ہونا بھی نقل کیا ہے۔ ابن المنذر اور ابن نصر نے اُن سے نقل کیا ہے کہ رات ساری ناشئة ہے۔ ابن ابی شیبہ، ابن ابی حاتم اور حاکم نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے اور اسے صحیح بھی کہا ہے کہ ناشئة الیل حبشی زبان میں قیام الیل ہے۔ ابن ابی شیبہ نے المصنف میں، ابن نصر اور بیہقی نے اپنی سنن میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے، فرمایا: ناشئة الیل مغرب اور عشاء کے درمیان ہے۔ عبد بن حمید، ابن نصر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور حاکم نے الکنیٰ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اللہ کے فرمان: اِنَّ لَكَ فِی النَّهَارِ سَبْحًا طَوِیْلًا ۝ کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: سَبْحٌ حاجت اور نیند کے لیے فراغت ہے۔ ابو یعلی ابن جریر، ابن المنذر، حاکم اور انہوں نے اسے صحیح کہا اور بیہقی نے الدلائل میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل کیا ہے، فرماتی ہیں: جب وَ ذَرْنِیْ وَ الْمُكَذِّبِیْنَ اُولِی النَّعْمَةِ وَ مَهِّلْهُمْ قَلِیْلًا ۝ نازل ہوئی، اس کے بعد تھوڑا عرصہ ہی گزرا کہ واقعہ بدر پیش آ گیا۔

عبد بن حمید نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے اِنَّ لَدَیْنَاۤ اَنْكَالًا کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: بیڑیاں مراد ہیں۔ عبد بن حمید، عبداللہ بن احمد نے زوائد زہد میں، ابن جریر، ابن المنذر، حاکم اور انہوں نے اسے صحیح بھی کہا ہے اور بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے وَّ طَعَامًا ذَا غُصَّةٍ کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: زقوم (تھور) کا درخت ہوگا، حاکم نے انہی سے اللہ کے فرمان كَثِیْبًا مَّهِیْلًا کے متعلق نقل کیا ہے اور اسے صحیح بھی کہا ہے، فرمایا: مہیل وہ ہے جب

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آپ کسی چیز کو اپنے ہاتھ میں لیں اس کا آخری حصہ بھی آپ کے پیچھے آجائے۔ ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے ان سے كَثِيْبًا مَّهِيْلًا کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: چلنے والی ریت۔ اور اَخْذًا وَّبِيْلًا کے متعلق فرمایا: شدید۔

طبرانی اور ابن مردویہ نے انہی سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے يَوْمًا يَّجْعَلُ الْوِلْدَانَ شِيْبًا پڑھا تو فرمایا: یہ قیامت کا دن ہے، اس دن اللہ تعالیٰ حضرت آدم علیہ السلام کو فرمائیں گے: اٹھو اور اپنی اولاد میں جہنم کی طرف جانے والے الگ کرو، وہ کہیں گے: میرے رب کتنے؟ اللہ فرمائیں گے: ہر ہزار میں سے نو سو ننانوے اور ایک نجات پائے گا، یہ بات مسلمانوں پر شدید ہوئی، جب آپ ﷺ نے ان کے چہروں پر یہ بات دیکھی تو فرمایا: بنو آدم بہت ہیں، یاجوج و ماجوج بھی اولادِ آدم ہیں، کوئی بندہ فوت نہیں ہوگا حتیٰ کہ اس کی صلبی اولاد میں سے ہزار مرد اس کے وارث ہوں گے۔ ان میں اور ان جیسوں میں تمہارے لیے جنت ہے۔ ابن المنذر نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ روایت اس سے مختصر نقل کی ہے۔ فریابی، ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے بواسطہ عکرمہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اللہ کے فرمان: السَّمَآءُ مُنْفَطِرٌ بِهٖ کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: حبشی زبان میں بھرے ہوئے کو کہتے ہیں۔ ابن ابی حاتم نے انہی سے نقل کیا ہے، فرمایا: بھرا ہوا، لدا ہوا۔ ابن ابی حاتم نے انہی سے اس آیت کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: آسمان ٹکڑے ہو جائے گا۔

اِنَّ هٰذِهٖ تَذْكِرَةٌ ۚ فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا ﴿۱۹﴾ اِنَّ رَبَّكَ يَعْلَمُ اَنَّكَ تَقُوْمُ اَدْنٰى مِنْ ثُلُثَيِ الَّيْلِ وَنِصْفَهٗ وَثُلُثَهٗ وَطَآئِفَةٌ مِّنَ الَّذِيْنَ مَعَكَ ؕ وَاللّٰهُ يُقَدِّرُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ ؕ عَلِمَ اَنْ لَّنْ تُحْصُوْهُ فَتَابَ عَلَيْكُمْ فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ ؕ عَلِمَ اَنْ سَيَكُوْنُ مِنْكُمْ مَّرْضٰى ۙ وَاٰخَرُوْنَ يَضْرِبُوْنَ فِي الْاَرْضِ يَبْتَغُوْنَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ ۙ وَاٰخَرُوْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۖ فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ ۙ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا ؕ وَمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللّٰهِ هُوَ خَيْرًا وَّاَعْظَمَ اَجْرًا ؕ وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۲۰﴾

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یقیناً یہ ایک نصیحت ہے، تو جو چاہے اپنے رب کی طرف راستہ بنا لے۔ بلاشبہ تیرا رب جانتا ہے کہ یقیناً تو رات کے دو تہائی کے قریب اور اس کا نصف اور اس کا تیسرا حصہ قیام کرتا ہے اور ان لوگوں کی ایک جماعت بھی جو تیرے ساتھ ہیں اور اللہ رات اور دن کا اندازہ رکھتا ہے۔ اس نے جان لیا کہ تم ہرگز اس کی طاقت نہیں رکھو گے، سو اس نے تم پر مہربانی فرمائی تو قرآن میں سے جو میسر ہو پڑھو۔ اس نے جان لیا کہ یقیناً تم میں سے کچھ بیمار ہوں گے اور کچھ دوسرے زمین میں سفر کریں گے، اللہ کا فضل تلاش کریں گے اور کچھ دوسرے اللہ کی راہ میں لڑیں گے، پس اس میں سے جو میسر ہو پڑھو اور نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دو اور اللہ کو قرض دو، اچھا قرض دینا اور جو نیکی بھی تم اپنی جانوں کے لیے آگے بھیجو گے اسے اللہ کے ہاں پاؤ گے کہ وہ بہتر اور ثواب میں کہیں بڑی ہے اور اللہ سے بخشش مانگو، بلاشبہ اللہ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔

اِنَّ هٰذِهٖ: کے فرمان سے گزشتہ آیات کی طرف اشارہ ہے۔ تَذْكِرَةٌ نصیحت ہے۔ یہ اشارہ قرآن کی تمام آیات کی طرف ہے، صرف اس سورۃ کی آیات کی طرف نہیں ہے۔

فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا ﴿١٩﴾: یعنی اس فرمانبرداری کے ذریعے راہ پکڑ لے جس کی اہم قسم توحید ہے، جو راہ اسے جنت تک پہنچائے گا۔

اِنَّ رَبَّكَ يَعْلَمُ اَنَّكَ تَقُوْمُ اَدْنٰى مِنْ ثُلُثَيِ الَّيْلِ: ادنیٰ کا مطلب کم ہے، ادنیٰ کو اس کے لیے استعارہ بنایا گیا ہے کیونکہ سالوں کے درمیان کی مسافت جب قریب آتی ہے تو درمیانی عرصہ کم ہو جاتا ہے۔ وَنِصْفَهٗ اَدْنٰى پر معطوف ہے۔ وَثُلُثَهٗ نصفہ پر معطوف ہے۔ مفہوم یہ ہے کہ اللہ جانتا ہے کہ اس کے پیغمبر ﷺ دو تہائی رات سے کم قیام کرتے ہیں، ان کا قیام نصف رات ہے اور ایک تہائی رات ہے۔ ابن کثیر اور کوفیوں نے نصب پڑھا ہے۔ جمہور نے ونصفه وثلثه میں مِنْ ثُلُثَيِ الَّيْلِ پر عطف سے زیر پڑھی ہے۔ مفہوم یہ ہے کہ اللہ جانتے ہیں کہ ان کے رسول ﷺ دو تہائی رات سے کم قیام کرتے ہیں، اس کے نصف سے کم اور اس کی تہائی سے بھی کم۔ جمہور کی قراءت کو ابو عبید اور ابو حاتم نے اختیار کیا ہے، کیونکہ اللہ کا فرمان ہے: عَلِمَ اَنْ لَّنْ تُحْصُوْهُ تو وہ کیسے اس کے نصف اور ثلث کا قیام کریں گے جبکہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وہ اسے شمار نہیں کر سکتے۔ فراء کہتے ہیں: پہلی قراءت درست کے قریب ہے، کیونکہ فرمایا: دو تہائی رات سے کم، پھر اس کمی کی ہی تفسیر فرمائی۔

وَ طَآىِٕفَةٌ مِّنَ الَّذِيْنَ مَعَكَ: اس کا عطف تَقُوْمُ میں جو ضمیر ہے اس پر ہے، یعنی اسی قدر آپ کے ساتھ آپ کے اصحاب کی ایک جماعت بھی قیام کرے گی۔

وَاللّٰهُ يُقَدِّرُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ: یعنی وہ دن اور رات کی مقداروں کو ان کے حقائق کے ساتھ جانتا ہے، یہ اس کے ساتھ خاص ہے، کسی اور کے ساتھ نہیں۔ تم اس کا حقیقت کے مطابق علم نہیں رکھتے۔ عطاء کہتے ہیں: مراد یہ ہے کہ جو کچھ تم کرتے ہو اس کا علم اس سے چھوٹتا نہیں ہے، یعنی وہ دن اور رات کی مقداروں کو جانتا ہے۔ لہٰذا: وہ رات کی اس مقدار کو جانتا ہے جتنا تم قیام کرتے ہو۔ عَلِمَ اَنْ لَّنْ تُحْصُوْهُ تم دن اور رات کی مقداروں کا حقیقت کے ساتھ علم حاصل کر ہی نہیں سکتے، اَنْ میں ایک ضمیر شان محذوف ہے، ایک قول ہے: مفہوم یہ ہے کہ تم قیام الیل کی ہرگز طاقت نہ رکھو گے۔ قرطبی کہتے ہیں: پہلا زیادہ صحیح ہے۔ قیام الیل ساری رات کا کبھی بھی فرض نہیں ہوا۔ مقاتل وغیرہ کہتے ہیں: جب یہ آیات قُمِ الَّيْلَ اِلَّا قَلِيْلًا ۙ نِّصْفَهٗۤ اَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِيْلًا ۙ اَوْ زِدْ عَلَيْهِ نازل ہوئیں، یہ صحابہ پر مشکل ہوئیں، بندے کو پتہ نہیں چلتا تھا کہ رات کا نصف کب ہے اور اس کا ثلث کب ہے، وہ خطا سے بچتے ہوئے ساری رات قیام کرتا، ان کے پاؤں سوج گئے اور رنگ بدل گئے۔ اللہ نے ان پر رحم کیا اور تخفیف فرما دی، لہٰذا فرمایا: عَلِمَ اَنْ لَّنْ تُحْصُوْهُ یعنی اس نے جان لیا کہ تم اس کو شمار نہ کر سکو گے، اگر تم زیادہ کرو گے تم پر بوجھل ہوگا، تم اُس تکلیف کے محتاج بنو گے جو تم پر فرض نہیں ہے اور اگر تم کم کرو گے تو بھی تم پر مشقت ہوگی۔

فَتَابَ عَلَيْكُمْ: یعنی وہ تم پر معافی کے ساتھ لوٹا، اس نے تمہیں ترکِ قیام کی رخصت دے دی۔ ایک قول ہے کہ تم عاجز آ گئے تو اس نے فرضِ قیام سے رجوع کر لیا۔ اصل توبہ رجوع ہے، جیسا کہ گزر چکا، تو مطلب یہ ہوگا کہ اُس نے تم پر تثقیل سے تخفیف کی طرف اور عسر سے یسر کی طرف رجوع کر لیا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ ط: یعنی تم رات کی نماز میں قرآن پڑھو جو تم پر آسان ہو اور ہلکا ہو، اس میں کسی وقت کو نگاہ میں نہ رکھو۔ حسن کہتے ہیں: وہ جو ہم نمازِ مغرب اور عشاء میں پڑھتے ہیں۔ سُدی کہتے ہیں: جو اس سے آسان ہو، یہ ایک سو آیات ہیں۔ حسن بھی کہتے ہیں: جس نے ایک رات میں سو آیات پڑھیں قرآن اس کے خلاف دلیل نہیں دے گا۔ کعب کہتے ہیں: جس نے ایک رات میں سو آیات پڑھیں وہ قانتین میں لکھا جائے گا۔ سعید نے پچاس آیات کہا ہے۔ ایک قول ہے کہ فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ کا مطلب ہے کہ رات کی نماز جس قدر میسر ہو تم پڑھا کرو۔ نماز کو قرآن کہا جاتا ہے جیسے فرمایا: وَقُرْاٰنَ الْفَجْرِ۔ ایک قول ہے کہ اس آیت نے رات کا قیام اور نصف کا قیام منسوخ کر دیا ہے، آدھی رات سے کم اور زیادہ بھی، احتمال ہے کہ جو کچھ آیت کے ضمن میں ہے وہ ایک فرض ثابت ہو اور یہ بھی احتمال ہے کہ اللہ کے اس فرمان سے منسوخ ہو۔ وَمِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ ۖ عَسٰٓى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا۔ شافعی کہتے ہیں: دو میں سے ایک معنی پر استدلال سنت سے طلب کرنا ضروری ہے، ہم نے رسول اللہ ﷺ کی سنت میں دیکھا ہے کہ رات کی نماز صرف پانچواں حصہ واجب ہے، ایک قوم کا مذہب ہے کہ رات کا قیام حضرت محمد ﷺ کے حق میں اور آپ کی امت کے حق میں منسوخ ہے، ایک قول ہے کہ وقت کی مقدار منسوخ ہے اور اصل وجوب باقی ہے، ایک قول ہے کہ یہ امت کے حق میں منسوخ ہے اور آپ ﷺ کے حق میں فرض باقی ہے۔ بہتر یہ قول ہے کہ آپ ﷺ کے حق میں اور آپ ﷺ کی امت کے حق میں اس کا نسخ عام ہے، اللہ کے فرمان: فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ کے متعلق کہا گیا ہے: یہ شروع اسلام میں تھا، پھر مومنین پر پانچ نمازوں کی فرضیت سے یہ حکم مرفوع ہو گیا اور نبی ﷺ کے لیے خاص ثابت رہا، اور یہی اللہ کا فرمان ہے: وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ۔

پھر اللہ نے ان کا عذر ذکر کرتے ہوئے فرمایا: عَلِمَ اَنْ سَيَكُوْنُ مِنْكُمْ مَّرْضٰى وہ قیام الیل کی طاقت نہیں رکھتے۔ وَاٰخَرُوْنَ يَضْرِبُوْنَ فِي الْاَرْضِ يَبْتَغُوْنَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ یعنی وہ زمین میں تجارت اور اس کے نفع کے لیے سفر کرتے ہیں، وہ اپنی معاشی ضروریات میں اللہ کا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

رزق تلاش کرتے ہیں، وہ قیام اللیل کی طاقت نہیں رکھتے۔

وَاٰخَرُوْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ: یعنی مجاہدین، وہ بھی قیام الیل کی طاقت نہیں رکھتے۔ اللہ تعالیٰ نے یہاں پر قیام الیل کا وجوب رفع کرنے اور رخصت کا تقاضا کرنے والے تین اسباب ذکر کیے ہیں، تو یہ وجوب ان عذروں کی وجہ سے تمام امت سے رفع کر دیا کہ جو باری باری آتے ہیں، پھر اس رخصت کے بعد وہ جو کرتے ہیں، اس کا ذکر کیا، فرمایا: فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ اس کی تفسیر پیچھے گزر چکی ہے۔ لفظ اس لیے دہرایا گیا تا کہ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ کی تاکید ہو یعنی فرض نماز، وہ پانچ نمازیں اپنے اوقات پر ہیں۔ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ یعنی اموال میں واجب۔ حارث عُکلی کہتے ہیں یہ صدقہ فطر ہے کیونکہ اموال کی زکوٰۃ اس کے بعد واجب ہوئی تھی۔ ایک قول نفل صدقہ کا ہے۔ ایک قول افعالِ خیر کا ہے۔

وَاَقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا: یعنی اپنے اموال کو خیر کی راہوں میں اچھے طریقے سے خرچ کرو، اس کی تفسیر سورۃ الحدید میں گزر چکی ہے، زید بن اسلم فرماتے ہیں: قرض حسن اہل خانہ پر خرچ ہے۔ ایک قول جہاد میں خرچ ہے۔ ایک قول فرض زکوٰۃ کو اچھے طریقے سے نکالنا ہے، پھر یہ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ کی تفسیر ہو جائے گی، پہلی بات زیادہ مناسب ہے، کیونکہ اللہ کا فرمان ہے: وَمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللّٰهِ اس کا ظاہر عموم ہے۔ یعنی کوئی بھی خیر، وہ ذکر ہوئی ہے یا ذکر نہیں ہوئی۔

هُوَ خَيْرًا وَّاَعْظَمَ اَجْرًا: اس سے جو تم موت تک مؤخر کرتے ہو، یا تم وصیت کرتے ہو کہ اسے تمہاری موت کے بعد نکالا جائے، خَيْرًا پر نصب کی وجہ یہ ہے کہ یہ تَجِدُوْهُ کے دو مفعولوں میں سے دوسرا ہے۔ هُوَ کی ضمیر، ضمیر فصل ہے، جمہور نے نصب پڑھا ہے۔ ابو السمال اور ابن سمیفع نے رفع پڑھا ہے کہ هُوَ مبتداء ہے اور خَيْرٌ اس کی خبر ہے، جملہ محل نصب میں ہے کہ یہ تَجِدُوْهُ کے دو مفعولوں میں سے دوسرا ہے، ابو زید کہتے ہیں: یہ قبیلہ تمیم کی لغت ہے، وہ ضمیر فصل کے مابعد پر رفع پڑھتے ہیں، انہوں نے سیبویہ کا شعر پڑھا:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تحن الی لیلی وأنت ترکتها
وکنت علیها بالملا أنت أقدر

''تو لیلیٰ کا مشتاق ہے اور تو نے ہی اسے چھوڑا ہے۔ اور تو اس پر وقار و عظمت میں زیادہ قدرت والا تھا۔''

جمہور نے بھی وَأَعْظَمَ پر نصب خَيْرًا پر عطف سے پڑھا ہے۔ ابوالسمال اور ابن سمیفع نے رفع پڑھا ہے، جیسا کہ انہوں نے خَيْرٌ پر رفع اور اَجْرًا پر نصب تمیز کی وجہ سے پڑھا ہے۔

وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ: یعنی اپنے گناہوں پر تم اس سے بخشش مانگو کہ تم گناہوں کے ارتکاب سے کبھی خالی نہیں رہتے۔

اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۲۰﴾: یعنی جو اس سے بخشش مانگے اسے بہت بخشنے والا اور جو اس سے رحمت مانگے اس پر بہت رحمت فرمانے والا۔

ابن ابی حاتم، ابن مردویہ اور طبرانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے واسطہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ کے متعلق فرمایا: سو آیات۔

دار قطنی اور بیہقی نے اپنی سنن میں حضرت قیس بن ابی حازم سے نقل کیا ہے اور دونوں نے اسے حسن کہا ہے، فرمایا: میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پیچھے نماز پڑھی انہوں نے پہلی رکعت میں اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ اور سورۃ البقرۃ کی پہلی آیت پڑھی پھر رکوع کیا، جب ہم نے سلام پھیرا تو ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: اللہ کا فرمان ہے: فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ، ابن کثیر فرماتے ہیں: یہ حدیث بہت غریب ہے، اسے میں نے صرف معجم طبرانی میں دیکھا ہے۔

احمد اور بیہقی نے اپنی سنن میں حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے، فرمایا: ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا ہے کہ ہم سورۂ فاتحہ پڑھیں اور جو میسر ہو، ہم اس سورۃ کے شروع کی بحث میں روایات لکھ چکے ہیں کہ یہ آیات جو مذکور ہیں یہ قیام اللیل کی ناسخ ہیں، لہٰذا: ان کی طرف رجوع کرو۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سورۃ المدثر

یہ چھپن آیات ہیں، یہ سورت بلا اختلاف مکی ہے، ابن ضریس، نحاس، ابن مردویہ اور بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے، فرمایا: سورۃ المدثر مکہ میں نازل ہوئی۔ ابن مردویہ نے حضرت ابن الزبیر سے بھی اسی طرح نقل کیا ہے، آگے بیان آتا ہے کہ اس سورۃ کا شروع والا حصہ قرآن کے شروع میں نازل ہوا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○ يٰٓاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ ۙ﴿۱﴾ قُمْ فَاَنْذِرْ ۖ﴿۲﴾ وَ رَبَّكَ فَكَبِّرْ ۖ﴿۳﴾ وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ ۖ﴿۴﴾ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ ۖ﴿۵﴾ وَلَا تَمْنُنْ تَسْتَكْثِرُ ۖ﴿۶﴾ وَلِرَبِّكَ فَاصْبِرْ ۖ﴿۷﴾ فَاِذَا نُقِرَ فِي النَّاقُوْرِ ۙ﴿۸﴾ فَذٰلِكَ يَوْمَئِذٍ يَّوْمٌ عَسِيْرٌ ۙ﴿۹﴾ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ غَيْرُ يَسِيْرٍ ۔﴿۱۰﴾ ذَرْنِيْ وَمَنْ خَلَقْتُ وَحِيْدًا ۙ﴿۱۱﴾ وَّ جَعَلْتُ لَهٗ مَالًا مَّمْدُوْدًا ۙ﴿۱۲﴾ وَّ بَنِيْنَ شُهُوْدًا ۙ﴿۱۳﴾ وَّ مَهَّدْتُّ لَهٗ تَمْهِيْدًا ۙ﴿۱۴﴾ ثُمَّ يَطْمَعُ اَنْ اَزِيْدَ ۖ﴿۱۵﴾ كَلَّا ۭ اِنَّهٗ كَانَ لِاٰيٰتِنَا عَنِيْدًا ۙ﴿۱۶﴾ سَاُرْهِقُهٗ صَعُوْدًا ۔﴿۱۷﴾ اِنَّهٗ فَكَّرَ وَقَدَّرَ ۙ﴿۱۸﴾ فَقُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ ۙ﴿۱۹﴾ ثُمَّ قُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ ۙ﴿۲۰﴾ ثُمَّ نَظَرَ ۙ﴿۲۱﴾ ثُمَّ عَبَسَ وَبَسَرَ ۙ﴿۲۲﴾ ثُمَّ اَدْبَرَ وَاسْتَكْبَرَ ۙ﴿۲۳﴾ فَقَالَ اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ يُّؤْثَرُ ۙ﴿۲۴﴾ اِنْ هٰذَآ اِلَّا قَوْلُ الْبَشَرِ ۔﴿۲۵﴾ سَاُصْلِيْهِ سَقَرَ ۔﴿۲۶﴾ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا سَقَرُ ۔﴿۲۷﴾ لَا تُبْقِيْ وَلَا تَذَرُ ۔﴿۲۸﴾ لَوَّاحَةٌ لِّلْبَشَرِ ۔﴿۲۹﴾ عَلَيْهَا تِسْعَةَ عَشَرَ ۔﴿۳۰﴾

اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔ اے کمبل میں لپٹنے والے! اٹھ کھڑا ہو، پس ڈرا۔ اور اپنے رب ہی کی پس بڑائی بیان کر۔ اور اپنے کپڑے پس پاک رکھ۔ اور پلیدگی کو پس چھوڑ دے۔ اور (اس نیت سے) احسان نہ کر کہ زیادہ حاصل کرے۔ اور اپنے رب ہی کے لیے پس صبر کر۔ سو جب صور میں پھونکا جائے گا۔ تو وہ اس دن، ایک مشکل دن ہے۔ کافروں پر آسان نہیں۔ چھوڑ مجھے اور اس شخص کو جسے میں نے اکیلا پیدا کیا۔ اور میں نے اسے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لمبا چوڑا مال عطا کیا۔ اور حاضر رہنے والے بیٹے (عطا کیے)۔ اور میں نے اس کے لیے سامان تیار کیا، ہر طرح تیار کرنا۔ پھر وہ طمع رکھتا ہے کہ میں اسے اور زیادہ دوں۔ ہرگز نہیں! یقیناً وہ ہماری آیات کا سخت مخالف رہا ہے۔ عنقریب میں اسے ایک دشوار گھاٹی چڑھنے کی تکلیف دوں گا۔ بے شک اس نے غور وفکر کیا اور بات بنائی۔ پس وہ مارا جائے، اس نے کیسی بات بنائی! پھر مارا جائے، اس نے کیسی بات بنائی! پھر اس نے دیکھا۔ پھر اس نے تیوری چڑھائی اور برا منہ بنایا۔ پھر اس نے پیٹھ پھیری اور تکبر کیا۔ پھر اس نے کہا یہ جادو کے سوا کچھ نہیں، جو نقل کیا جاتا ہے۔ یہ انسان کے قول کے سوا کچھ نہیں۔ میں اسے جلد ہی سقر (جہنم) میں داخل کروں گا۔ اور تجھے کس چیز نے معلوم کروایا کہ سقر (جہنم) کیا ہے؟ وہ نہ باقی رکھتی ہے اور نہ چھوڑتی ہے۔ چمڑے کو جھلس دینے والی ہے۔ اس پر انیس (مقرر) ہیں۔

واحدی کہتے ہیں: مفسرین نے فرمایا: جب رسول اللہ ﷺ پر وحی کا آغاز ہوا آپ کے پاس حضرت جبریل آئے، رسول اللہ ﷺ نے انہیں آسمان وزمین کے مابین ایک تخت پر دیکھا گویا وہ چمکتا ہوا نور ہے، آپ ﷺ گھبرا گئے، اور غشی طاری ہوئی، جب افاقہ ہوا تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے، پانی منگوایا اور اپنے اوپر چھینٹے مارے، پھر فرمایا: مجھ پر چادر ڈال دو، مجھ پر چادر ڈال دو، انہوں نے آپ کو ایک چادر دے دی، لہٰذا فرمایا: يَٰٓأَيُّهَا ٱلْمُدَّثِّرُ ﴿١﴾ قُمْ فَأَنذِرْ ﴿٢﴾۔ يَٰٓأَيُّهَا ٱلْمُدَّثِّرُ کا مطلب ہے، اے وہ شخص جس نے اپنا کپڑا اوڑھا ہے، یعنی اسے لپیٹا ہے، اس کی اصل متدثر ہے، تاء کو دال میں ہم جنس ہونے کے سبب مدغم کیا۔ جمہور نے ادغام کے ساتھ پڑھا ہے، اُبی نے متدثر اصل کے مطابق پڑھا ہے۔ دثار وہ کپڑا ہے جو شعار کے اوپر ہو۔ شعار وہ ہے جو جسم کے ساتھ ملا ہو۔ عکرمہ کہتے ہیں: مطلب یہ ہے کہ اے نبوت اور اس کے بوجھوں کو اٹھانے والے۔ ابن العربی کہتے ہیں: یہ مجاز بعید ہے، کیونکہ اس وقت کوئی نبی نہیں تھا۔

قُمْ فَأَنذِرْ ﴿٢﴾: یعنی اُٹھ اور اہل مکہ کو ڈرا، اگر وہ مسلمان نہ ہوں تو انہیں عذاب سے خوف دلا۔ یا اپنے بستر سے اٹھ یا عزم مصمم والے ارادے کے ساتھ اٹھ، ایک قول ہے کہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یہاں اِنْذَار سے مراد انہیں نبوت کی اطلاع دینا ہے۔ ایک قول ہے انہیں توحید کی اطلاع دینا۔ فراء کہتے ہیں: مفہوم یہ ہے کہ اٹھ کے نماز پڑھو اور نماز کا حکم دو۔

وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ ۝: یعنی اپنے آقا، اپنے مالک اور اپنے امور درست کرنے والے کو بڑائی کے ساتھ خاص کر، یہ اللہ پاک کی کبریائی اور عظمت کے ساتھ صفت ہے، وہ اس سے کہیں بڑا ہے کہ اس کا کوئی شریک ہو جیسے کفار کا اعتقاد ہے۔ وہ اس سے بڑا ہے کہ اس کی کوئی بیوی یا اولاد ہو۔ ابن العربی کہتے ہیں: یہ تقدیس اور تنزیہ کی بڑائی ہے کہ اضداد، انداد اور اصنام کو اللہ سے دور کیا جائے، وہ اس کے سوا کسی کو ولی نہ بنائے اور نہ اس کے سوا کسی کی عبادت کرے، ہر فعل کو اس کے لیے سمجھے اور ہر نعمت کو اس کی طرف سے سمجھے۔ زجاج کہتے ہیں: فَكَبِّرْ میں فاء معنیٰ جزاء پر داخل ہوا ہے، جیسا کہ فَاَنْذِرْ میں داخل ہوا ہے۔ ابن جنی کہتے ہیں: یہ ایسے ہے جیسے تم کہو: زَيْدًا فَاضْرِبْ یعنی زَيْدًا اضْرِبْ تو فاء زیادہ ہے۔

وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ ۝: اس سے مراد لغوی معنیٰ میں پہننے والے ملبوسات ہیں۔ اللہ پاک نے آپ کو کپڑے پاک رکھنے کا حکم دیا ہے اور انہیں نجاسات سے بچانے کا بھی، ان میں جو کچھ بھی گندگی لگے اس کے ازالے کا بھی۔ ایک قول ہے کہ کپڑوں سے مراد عمل ہے، ایک قول دل ہے، ایک قول نفس ہے، ایک قول جسم ہے، ایک قول اہل ہے، ایک قول دین ہے اور ایک قول اخلاق ہے، مجاہد، ابن زید اور ابو رزین کہتے ہیں: اپنے عمل کی اصلاح کرو۔ قتادہ کہتے ہیں: اپنے نفس کو گناہ سے پاک رکھو، کپڑا نفس سے عبارت ہے، سعید بن جبیر کہتے ہیں: اپنے دل کو پاک رکھو۔ اسی سے امرؤالقیس کا قول ہے:

فسلّی ثیابی من ثیابك تنسل

''میرے کپڑے اپنے کپڑے سے نکال لے تو تیز نکلے گی۔''

عکرمہ کہتے ہیں: مطلب ہے کہ انہیں بغیر گندگی اور بغیر گناہ کے پہن لے، اور کہا کہ کیا تو نے شاعر کا قول نہیں سنا:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فاني بحمد اللّٰه لا ثوب فاجر
لبست ولا من غدرة أتقنع

''میں الحمدللہ گندے کپڑے نہیں پہننے والا، اور نہ ہی گندگی کو میں لپیٹتا ہوں۔''

شاعر غیلان بن سلمہ ثقفی ہے، ثیاب/کپڑوں کے نفس پر اطلاق سے عنترہ کا قول بھی ہے:

فشككت بالرمح الطويل ثيابه
ليس الكريم على القنا بمحرم

''میں نے طویل نیزے کے ساتھ اس کا کپڑا ہڈی تک چھیل دیا۔ معزز آدمی بھی نیزے پر حرام نہیں ہوتا۔''

دیگر کا قول ہے:

ثياب بني عوف طهاري نقية

''بنی عوف کے کپڑے (بندے) پاک اور صاف ہیں۔''

حسن اور قرظی کہتے ہیں: مفہوم یہ ہے کہ اپنے اخلاق پاک رکھ، کیونکہ انسان کے احوال اس طرح اس کو شامل ہیں جیسے اس کے کپڑے اس نے پہنے ہوتے ہیں، اسی سے شاعر کا قول ہے:

ويحيٰ لا يُلام بسوء خُلق
ويحيٰ طاهر الأثواب حُرٌّ

''یحییٰ پر بُرے اخلاق کی ملامت نہیں کی جاتی۔ یحییٰ کے کپڑے پاک ہیں اور وہ آزاد ہے۔''

زجاج کہتے ہیں: مطلب ہے کہ اپنے کپڑے چھوٹے رکھ۔ کیونکہ جب کپڑا زمین پر گھسٹتا ہے، تو چھوٹا کپڑا نجاست سے زیادہ بچتا ہے، یہی طاؤس کا قول ہے۔ پہلا مفہوم زیادہ مناسب ہے کیونکہ وہ حقیقی مفہوم ہے، اس طرح کی اصل میں یعنی حقیقت کو مطلق پر محمول کرنے میں کوئی اختلاف نہیں، اس آیت میں دلیل ہے کہ نماز میں کپڑے پاک رکھنا واجب ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ ۝: رجز کا لغوی معنی عذاب ہے، اس میں دو لغات ہیں، راء پر زیر اور اُس پر پیش۔ شرک اور بتوں کی عبادت کو رجز کا نام دیا گیا ہے کیونکہ وہ رجز کا سبب ہیں۔ جمہور نے رجز کی راء پر زیر پڑھی ہے۔ حسن، مجاہد، عکرمہ، حفص اور ابن محیصن نے اس پر پیش پڑھی ہے، مجاہد اور عکرمہ کہتے ہیں: رجز بت ہیں، جیسے کہ اللہ کے فرمان: فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْأَوْثَانِ میں ہے، یہی ابن زید کا قول ہے۔ ابراہیم نخعی فرماتے ہیں: رجز گناہ، اور ہجر چھوڑنا ہے۔ قتادہ کہتے ہیں: رجز اساف اور نائلہ ہیں، یہ بیت اللہ کے پاس دو بت تھے۔ ابوالعالیہ، ربیع اور کسائی نے کہا ہے: رجز پیش کے ساتھ بت اور زیر کے ساتھ عذاب ہے، سُدی کہتے ہیں: راء پر پیش کے ساتھ رجز وعید کو کہتے ہیں، پہلا مفہوم زیادہ مناسب ہے۔

وَلَا تَمْنُنْ تَسْتَكْثِرُ ۝: جمہور نے لَا تَمْنُنْ ادغام چھوڑ کر پڑھا ہے۔ حسن، ابوالیمان اور اشہب عقیلی نے ادغام کے ساتھ پڑھا ہے۔ جمہور نے تَسْتَكْثِرُ کو حال کے مفہوم میں رفع دیا ہے، یعنی وَلَا تَمْنُنْ حَالَ كَوْنِكَ مُسْتَكْثِرًا۔ ایک قول ہے کہ أَنْ کو محذوف مان کر۔ اصل ہے وَلَا تَمْنُنْ أَنْ تَسْتَكْثِرَ جب یہ محذوف ہوگیا تو مرفوع ہوگیا۔ کسائی کہتے ہیں جب أن محذوف ہو تو فعل مرفوع ہوتا ہے۔ یحییٰ بن وثاب اور اعمش نے تَسْتَكْثِرَ پر نصب پڑھا ہے کہ أَنْ مقدر ہوگا اور اس کا عمل باقی رہے گا۔ اس کی تائید حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی قراءت وَ لَا تَمْنُنْ أَنْ تَسْتَكْثِرَ سے ہوتی ہے جس میں أَنْ بڑھایا گیا ہے۔ حسن اور ابن ابی عبلہ نے تَسْتَكْثِرْ کو جزم کے ساتھ پڑھا ہے کہ یہ تَمْنُنْ سے بدل ہے، جیسے اللہ کے فرمان يَلْقَ أَثَامًا يُضٰعَفْ لَهُ میں ہے۔ اور شاعر کا قول ہے:

متى تأ تنا تلمم بنا فى ديارنا
تجد حطبًا جزلًا و نارًا تأجّجا

''جب تم ہمارے پاس آؤ گے، ہمارے گھروں میں آکر اترو گے۔ تم بہت ایندھن پاؤ گے اور آگ بھڑکنے والی۔''

یا جزم ہے کہ وصل کو وقف کی جگہ پر لایا جائے گا، جیسے امرؤالقیس کا قول ہے:

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

فَالْيَوْمَ أَشْرَبْ غير مستحقب
اثما من اللّٰه ولا واغلِ

''آج میں پیوں گا، گناہ کے ارتکاب کو جائز نہ سمجھتے ہوئے اللہ سے، اور نہ چھپ کر ہی۔''

اس شعر میں اَشْرَبْ پر جزم ہوگی۔ اس قراءت پر اعتراض کیا گیا ہے، چونکہ تَسْتَكْثِر کے لیے تَمْنُنْ سے بدل ہونا درست نہیں ہے، کیونکہ مَنّ استکثار کے علاوہ چیز ہے، اس لیے اس کا جواب نہی ہونا درست نہیں ہے۔ سلف نے آیت کے معنی میں اختلاف کیا ہے، اس کے مفہوم میں ایک قول ہے کہ تم اپنے رب پر اس کا اِحسان نہ جتلاؤ جو تم بارِ نبوت اٹھائے ہوئے ہو، جیسے وہ شخص زیادہ بدلہ چاہتا ہے جو کسی اور کے سبب بوجھ اٹھاتا ہے۔ ایک قول ہے کہ تم ایسا عطیہ نہ دو جس سے افضل تم چاہو، یہ عکرمہ اور قتادہ کا قول ہے۔ ضحاک کہتے ہیں: یہ اللہ نے اپنے پیغمبر پر حرام کر دیا ہے کیونکہ آپ ﷺ کو اشرف آداب اور اعلیٰ اخلاق کا حکم دیا گیا تھا اور اسے آپ کی امت کے لیے مباح فرمایا۔ مجاہد کہتے ہیں: آپ زیادہ خیر طلب کرنے میں کمزوری نہ دکھائیں، جیسے تم کہتے ہو: حَبْلٌ مَتِيْنٌ جب کوئی رسی کمزور ہو۔ ربیع بن انس کہتے ہیں: آپ اپنے عمل کو اپنی نگاہ میں عظیم نہ بنائیں کہ آپ زیادہ خیر طلب کر سکیں۔ ابن کیسان کہتے ہیں: آپ زیادہ عمل طلب نہ کریں کہ آپ اسے اپنے من سے سمجھیں، کیونکہ آپ ﷺ کا عمل تو اللہ کی طرف سے آپ پر احسان ہے اس لیے اسی نے اپنی عبادت کی راہ آپ کو دکھائی ہے۔ ایک قول ہے کہ آپ لوگوں پر قرآن اور نبوت کا احسان نہ جتلائیں کہ آپ اس پر زیادہ اجر طلب کرنے لگیں۔ محمد بن کعب کہتے ہیں: تم اپنا مال رشوت میں نہ دو۔ زید بن اسلم کہتے ہیں: جب بھی تم کوئی عطیہ دو، اپنے رب کے لیے عطیہ دو۔

وَلِرَبِّكَ فَاصْبِرْ ۝: یعنی اپنے رب کی رضا کے لیے، اس کی اطاعت اور فرائض پر قائم رہو۔ مطلب یہ ہے اپنے رب اور اس کے ثواب کے لیے۔ مقاتل اور مجاہد کہتے ہیں: تکلیف اور تکذیب پر صبر کرو۔ ابن زید کہتے ہیں: آپ نے عظیم معاملہ اٹھایا ہے، عرب وعجم آپ سے

www.kitabosunnat.com
" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لڑیں گے تو آپ اللہ کے لیے اس پر صبر کریں۔ ایک قول ہے کہ تقدیر کے فیصلوں پر اللہ کے لیے صبر کریں۔ ایک قول ہے کہ بلوئ/ آزمائش پر صبر کریں۔ ایک قول ہے کہ اوامر ونواہی پر۔

فَإِذَا نُقِرَ فِي النَّاقُورِ ﴿٨﴾: ناقور نقر سے فاعول کے وزن پر ہے، گویا کہ اس کی شان ہے کہ آواز کے لیے سوراخ کیا جاتا ہے۔ کلام عرب میں نقر آواز کو کہتے ہیں، اسی سے امرؤالقیس کا قول ہے:

اخفضه بالنقر لما علوته

''میں سوراخ کے ساتھ اسے نیچے کرتا ہوں، جب میں اسے بلند کرتا ہوں۔''

کہا جاتا ہے، اس نے فلاں آدمی کو آواز دی یعنی نَقَرَ، یہاں مراد صور پھونکنا ہے، اور دوسرا نفخہ مراد ہے، ایک قول پہلے نفخہ کا ہے۔ اس بارے میں گفتگو سورۃ الانعام اور سورۃ النحل میں گزر چکی ہے۔ فاء سببیت کے لیے ہے گویا کہ کہا گیا ہے: تم ان کی ایذاء پر صبر کرو، پس ان کے آگے ایک ہولناک دن ہے، جس میں ان کے معاملے کا انجام ہے۔ إِذَا میں عامل وہ ہے جس پر اللہ کے فرمان: فَذَٰلِكَ يَوْمَئِذٍ يَوْمٌ عَسِيرٌ ﴿٩﴾ عَلَى الْكَافِرِينَ کی دلالت ہے۔ مطلب ہے کہ ان پر معاملہ مشکل ہوگیا۔ ایک قول ہے کہ اس میں عامل فَذَٰلِكَ کا مدلول ہے، کیونکہ یہ اشارہ نقر کی طرف ہے۔ يَوْمَئِذٍ إِذَا کا بدل ہے۔ یا مبتداء ہے اور اس کی خبر يَوْمٌ عَسِيرٌ ہے۔ اور جملہ فَذَٰلِكَ کی خبر ہے۔ ایک قول ہے کہ یہ ظرف کی خبر ہے، کیونکہ مقدر عبارت وُقُوعُ يَوْمٍ عَسِيرٍ ہے۔

غَيْرُ يَسِيرٍ ﴿١٠﴾: عَسَرُهُ عَلَيْهِمْ کی تاکید ہے، کیونکہ غَيْرُ يَسِيرٍ يَوْمٌ عَسِيرٌ کے فرمان سے مفہوم ہے۔

ذَرْنِي وَمَنْ خَلَقْتُ وَحِيدًا ﴿١١﴾: یعنی مجھے چھوڑو، یہ کلمہ ڈانٹ اور وعید کا ہے، یعنی مجھے چھوڑو اور جسے میں نے اس کی ماں کے پیٹ میں اکیلا پیدا کیا، نہ اس کے پاس مال تھا اور نہ کوئی اولاد۔ یہ اس صورت میں ہے جب وَحِيدًا موصول سے حال کے طور پر منصوب ہو، یا ضمیر سے جس کی طرف محذوف لوٹتا ہے، یہ بھی جائز ہے کہ یہ ذَرْنِي کی یاء سے حال ہو، یعنی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مجھے اس کے ساتھ اکیلا چھوڑ دو، میں اُس سے بدلہ میں آپ کو کفایت کروں گا، پہلا مفہوم زیادہ بہتر ہے۔

مفسرین کہتے ہیں: اس سے مراد ولید بن مغیرہ ہے، مقاتل کہتے ہیں، فرمایا: میرے اور اس کے درمیان سے ہٹ جاؤ، میں اکیلا ہی اس کو ہلاک کروں گا، اس کا خاص ذکر اس کے زیادہ کفر اور اس پر اللہ کی نعمتوں کے بڑے انکار کی وجہ سے کیا ہے۔ ایک قول ہے کہ وَحِیْد سے مراد وہ ہے جس کا باپ معروف نہ ہو۔ ولید بن مغیرہ کے متعلق کہا جاتا تھا کہ یہ باپ کا دعوے دار ہے لیکن اس کا باپ مجہول ہے۔

وَّ جَعَلْتُ لَهٗ مَالًا مَّمْدُوْدًا ﴿۱۲﴾: یعنی زیادہ، یا اس کا مال آہستہ آہستہ بڑھتا اور ترقی پاتا ہے۔ زجاج کہتے ہیں: ایسا مال جو اس سے روکا نہیں گیا۔ ولید بن مغیرہ مختلف قسم کے اموال کی کثرت میں معروف تھا۔ ایک قول ہے کہ اس کے اموال کا حاصل ایک لاکھ دینار تھا، ایک قول چار ہزار دینار ایک اور قول ہزار دینار کا ہے۔

وَّ بَنِیْنَ شُهُوْدًا ﴿۱۳﴾: یعنی ہم نے اسے بیٹے دیے جو مکہ میں موجود رہتے تھے، وہ سفر نہیں کرتے تھے، اپنے باپ کے مال کی کثرت کے سبب وہ طلب رزق میں جدا جدا ہونے کے محتاج بھی نہیں تھے۔ ضحاک کہتے ہیں: سات مکہ میں پیدا ہوئے اور پانچ طائف میں۔ سعید بن جبیر کہتے ہیں: وہ تیرہ لڑکے تھے۔ مقاتل کہتے ہیں: وہ سات تھے، سب مرد تھے، ان میں سے خالد، ہشام اور ولید بن ولید مسلمان ہو گئے تھے۔ اس آیت کے نزول کے بعد ولید کا مال اور اولاد میں نقصان ہوتا رہا حتیٰ کہ وہ ہلاک ہو گیا۔ شُهُوْدًا کے مفہوم میں ایک قول ہے کہ جب اس کا ذکر ہوتا ساتھ ان کا بھی ذکر ہوتا۔ ایک قول ہے کہ جہاں وہ حاضر ہوتا وہ بھی اس کے ساتھ حاضر ہوتے تھے، جو وہ کام کرتا سب اس کے ساتھ مل کر کرتے تھے۔

وَ مَهَّدْتُّ لَهٗ تَمْهِیْدًا ﴿۱۴﴾: یعنی میں نے اسے قریش کی سرداری، لمبی عمر اور زندگی میں وسعت بخشی، اہل عرب کے نزدیک تمہید روندنے کو کہتے ہیں۔ اسی سے بچے کا مہد/ پنگھوڑا ہے۔ مجاہد کہتے ہیں: اس کا مال ایک دوسرے کے اوپر تھا جیسے قریش جوڑا کرتے تھے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ثُمَّ يَطْمَعُ اَنْ اَزِيْدَ ﴿۱۵﴾: یعنی وہ اس سب کے بعد مزید پر طمع رکھتا ہے، کیونکہ اس کی حرص کی کثرت اور طمع کی شدت ہے، ساتھ ساتھ کفرانِ نعمت اور اللہ کے ساتھ شرک بھی ہے۔

حسن کہتے ہیں: اس نے یہ طمع نہیں رکھا کہ اللہ اسے جنت میں داخل کرے، وہ کہا کرتا تھا: اگر محمد سچے ہیں تو جنت صرف میرے لیے بنائی گئی ہے، پھر اللہ نے اسے ڈانٹا اور جھڑکا اور فرمایا: كَلَّا یعنی میں ہرگز اسے زیادہ نہ دوں گا۔ پھر اپنے فرمان میں اس کی علت بیان کی: اِنَّهٗ كَانَ لِاٰيٰتِنَا عَنِيْدًا یعنی ان کا مخالف ہے اور جو کچھ ہم نے اپنے پیغمبر پر نازل کیا ہے اس کا انکار کرنے والا ہے، عند یعند زیر کے ساتھ بولا جاتا ہے، جب کوئی حق کی مخالفت کرے اور جانتے ہوئے اسے رد کرے، وہ شخص عنید ہے اور عاند ہے۔ عاند وہ بھی ہے جو صحیح راہ سے ہٹ جائے اور اعتدال سے دور ہو۔ اسی سے حارثی کا قول ہے:

اذا ركبت فاجعلانی وسطا
انی كبير لا أطيق العنّدا

''جب میں سوار ہو جاؤں تو تم دونوں مجھے درمیان میں رکھو۔ میں بڑا ہوں، میں جھکنے کی طاقت نہیں رکھتا۔''

ابو صالح کہتے ہیں: عَنِيْدًا کا مطلب دور ہونے والا ہے۔ قتادہ کہتے ہیں: انکار کرنے والا۔ مقاتل کہتے ہیں: مخالفت کرنے والا۔

سَاُرْهِقُهٗ صَعُوْدًا ﴿۱۷﴾: یعنی میں اسے عذاب کی مشقت کا مکلف بناؤں گا، یہ مثال ہے اس کی جب کسی کو سخت عذاب دیا جائے جس کی طاقت نہیں رکھی جاتی۔ ایک قول ہے کہ اسے مکلف بنایا جائے گا کہ وہ آگ کے پہاڑ پر چڑھے۔ ارھاق کا مطلب کلامِ عرب میں ہے کہ انسان کوئی بوجھل چیز اٹھائے۔

اِنَّهٗ فَكَّرَ وَقَدَّرَ ﴿۱۸﴾: یہ جملہ پچھلی وعید کی علت بتا رہا ہے، یعنی اس نے نبی ﷺ کی شان کے متعلق اور آپ ﷺ پر نازل کردہ قرآن کے متعلق غور کیا، اس نے اپنے دل میں پوشیدہ کیا۔ یعنی اپنے دل میں کوئی کلام تیار کیا۔ عرب کہتے ہیں: هَيَّأْتُ الشَّيْءَ جب

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آپ پوشیدہ رکھیں، اور قَدَّرْتُ الشَّیْءَ جب آپ تیار کریں۔ جب اس نے قرآن سنا، سوچتا رہا کہ اس متعلق کیا کہے، اپنے دل میں پوشیدہ رکھا جو کہنا تھا، تو اللہ نے اس کی مذمت فرمائی، اور فرمایا: فَقُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ یعنی اس پر لعنت ہو اور عذاب ہو اس نے کیسے اندازہ لگایا۔ یعنی جس حال میں بھی اس نے پوشیدہ رکھا جو پوشیدہ رکھا، جیسے بات کہی جاتی ہے: میں اس کو ضرور ماروں گا اس نے کیسے کیا، یعنی اس کی طرف سے جس حال میں بھی ہو۔ ایک قول ہے کہ وہ مقہور ومغلوب ہو اس نے کیسے پوشیدہ رکھا، اسی سے شاعر کا قول ہے:

وما ذرفت عيناك إلا لتضربى
بسهميك فى اعشار قلب مقتل

''اور نہیں بہنے لگیں تیری آنکھیں مگر تا کہ تو مارے۔ اپنے دونوں تیر قتل کیے گئے دل کے پردوں پر۔''

زہری کہتے ہیں: اسے عذاب دیا جائے، یہ بددعا کے باب سے ہے، پھر اللہ کے فرمان فَقُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ میں جو بات دہرائی گئی ہے یہ مبالغہ اور تاکید کے لیے ہے۔

ثُمَّ نَظَرَ ﴿٢١﴾: یعنی وہ کس چیز کے ساتھ قرآن کو دیکھتا ہے اور اس پر طعن کرتا ہے، یا قرآن میں غور وفکر کیا اور تدبر کیا کہ یہ کیا ہے۔

ثُمَّ عَبَسَ: یعنی اپنے چہرے کو بُرا کیا، کیونکہ اس کو طعن کا کوئی مقام نہیں ملا جہاں وہ طعن کرے۔ عَبَسَ کا مخفف مصدر العبس ہے، یعبس عبسا و عبوسا کہتے ہیں جب کوئی تیوری چڑھائے، ایک قول ہے کہ مومنوں کے سامنے تیوری چڑھائی، ایک قول ہے کہ نبی ﷺ کے سامنے تیوری چڑھائی۔

وَبَسَرَ ﴿٢٢﴾: یعنی اس نے اپنا چہرہ بُرا کیا اور بدل گیا، اسی سے شاعر کا قول ہے:

صبحنا تميما غداة الجفار
بشهباء ملمومة باسرة

''ہم نے جفار کی صبح تمیم پر حملہ کیا، تیوری چڑھے ہوئے، گنجان لشکر کے ساتھ۔''

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کسی اور کا قول ہے:

وقد رابنی منها صدود رأیته
واعراضها عن حاجتی وبسورها

''اس (محبوبہ) سے جو بے توجہی میں نے دیکھی اس نے مجھے شک میں ڈالا۔ اور اس کا میری حاجت سے اعراض کرنا اور اس کی ترش روئی۔''

ایک قول ہے کہ چہرے پر عبوس کا ظہور گفتگو کے بعد ہوتا ہے اور بسور کا ظہور اس سے قبل چہرے پر ہوتا ہے۔ عرب کہتے ہیں: وَجْهٌ بَاسِرٌ جب چہرہ متغیر اور کالا ہو جائے۔ راغب کہتے ہیں: بُسر شر کے آنے سے قبل اسے جلدی طلب کرنا ہے، جیسے بَسَرَ الرَّجُلُ حَاجَتَهُ یعنی آدمی نے حاجت وقت سے پہلے طلب کی، فرمایا: اسی سے اللہ کا فرمان: عَبَسَ وَبَسَرَ ہے۔ یعنی اس نے عبوس کو اس کے وقت اور موقع سے پہلے ظاہر کیا۔ اہل یمن کہتے ہیں: بَسَرَ الْمَرْكَبُ وَاَبْسَرَ یعنی کشتی کھڑی ہوگئی ہے وہ نہ آگے ہوتی ہے اور نہ پیچھے ہٹتی ہے۔ قَدْ اَسْبَرْنَا کہتے ہیں یعنی ہم سبور کی طرف گئے۔

ثُمَّ اَدْبَرَ وَاسْتَكْبَرَ ﴿۲۳﴾: یعنی حق سے منہ پھیرا اور اپنے اہل خانہ کی طرف چل دیا اور ایمان قبول کرنے سے خود کو بڑا سمجھا۔

فَقَالَ اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا سِحْرٌ یُّؤْثَرُ ﴿۲۴﴾: یعنی وہ کسی اور سے نقل کرتا ہے اور اسے روایت کرتا ہے۔ سحر حق کی صورت میں باطل کا اظہار ہے یا دھوکے کا نام ہے جیسا کہ سورۃ البقرہ میں گزر چکا۔ کہا جاتا ہے۔ أثرت الحديث آثره جب تم بات کسی اور سے نقل کرو، اسی سے اعشیٰ کا قول ہے:

اِنْ الَّذِیْ فیه تماریتما
بُیِّن للسامع والآثر

''جس بات میں تم دونوں نے جھگڑا کیا ہے، وہ سننے والے اور نقل کرنے والے کے لیے واضح ہوگئی ہے۔''

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اِنْ هٰذَآ اِلَّا قَوْلُ الْبَشَرِ ﴿۲۵﴾: یعنی یہ انسان کا کلام ہے، یہ اللہ کا کلام نہیں ہے، یہ ماقبل کی تاکید ہے۔ آگے آئے گا کہ ولید بن مغیرہ نے یہ بات اپنی قوم کو راضی کرنے کے لیے کہی حالانکہ وہ اعتراف کر چکا تھا کہ اس قرآن کی مٹھاس ہے اور قرآن میں تازگی بھی ہے..... آخر تک بات۔ جب اس نے یہ بات کہی جو اللہ نے اس کے متعلق بیان کی ہے تو اللہ عزوجل نے فرمایا: سَاُصْلِيْهِ سَقَرَ یعنی میں اسے جلد جہنم میں داخل کروں گا۔ سَقَر جہنم کے ناموں میں سے ہے اور اس کے درجات میں سے ہے۔ ایک قول ہے کہ یہ جملہ اللہ کے فرمان: سَاُرْهِقُهٗ صَعُوْدًا سے بدل ہے۔ پھر اللہ پاک نے جہنم کی صفت اور اس کے معاملے کی شدت میں مبالغہ کے ساتھ فرمایا: وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا سَقَرُ یعنی آپ کو کیا معلوم کہ وہ کیا ہے، عرب کہتے ہیں: مَا اَدْرَكَ مَا كَذَا جب وہ اس کے معاملے میں مبالغے کا ارادہ کرتے ہیں، اس کی شان کو عظیم بنانا اور اس کے معاملے کو ہولناک بتانا۔ پہلا مَا مبتداء ہے اور مَا سَقَرُ کا جملہ مبتداء کی خبر ہے۔ پھر اس کے حال کی تفسیر کی تو فرمایا: لَا تُبْقِيْ وَلَا تَذَرُ جملہ مستانفہ ہے جو حالِ سقر کا بیان ہے، اس کی صفت کو کھولتا ہے۔

ایک قول ہے کہ یہ حال کے طور پر محل نصب میں ہے، اس میں عامل معنیٰ تعظیم ہے کیونکہ اللہ کا فرمان: وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا سَقَرُ تعظیم پر دلالت کرتا ہے، گویا کہ فرمایا: اس حال میں سقر کی بڑائی جانو۔ پہلا معنی بہتر ہے۔ دونوں فعلوں کا مفعول محذوف ہے۔ سُدی کہتے ہیں: نہ اُن کے لیے گوشت باقی رکھے گی اور نہ ہڈی چھوڑے گی۔ عطاء کہتے ہیں: وہ اس میں کسی کو زندہ باقی نہ رکھے گی اور نہ اس میں کسی میت کو چھوڑے گی۔ ایک قول ہے کہ یہ دونوں لفظ ایک ہی معنی میں ہیں، یہ دونوں تاکید کے لیے مکرر آئے ہیں۔ جیسے تم کہتے ہو: صَدَّ عَنِّي وَاَعْرَضَ عَنِّي اس نے مجھ سے اعراض کیا اور وہ مجھ سے رک گیا۔

لَوَّاحَةٌ لِّلْبَشَرِ ﴿۲۹﴾: جمہور نے لوّاحۃ کو مرفوع پڑھا ہے کہ یہ مبتداء محذوف کی خبر ہے، ایک قول ہے کہ یہ سقر کی صفت ہے۔ پہلی بات زیادہ مناسب ہے۔ حسن، عطیہ، عوفی، نصر بن عاصم، عیسیٰ بن عمر، ابن ابی عبلہ اور زید بن علی نے حال کے طور پر نصب پڑھا ہے، یا تہویل

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(ہولنا کی) کے ساتھ اختصاص کی وجہ سے۔ لَاحَ یَلُوحُ کہا جاتا ہے جب ظاہر ہو۔ مفہوم یہ ہے کہ یہ بشر کے لیے ظاہر ہوتی ہے۔ حسن کہتے ہیں: ان کے لیے جہنم ظاہر ہوگی حتیٰ کہ وہ اسے آنکھوں سے دیکھیں گے، جیسے اللہ کا فرمان ہے: وَبُرِّزَتِ الْجَحِيمُ لِمَنْ يَرَىٰ ، ایک قول ہے کہ معنی لَوَّاحَةٌ لِّلْبَشَرِ کا یہ ہے کہ انہیں بدلنے والی اور کالا کرنے والی ہے۔ مجاہد کہتے ہیں: عرب کا قول: لَاحَهُ الْحَر.....اس پر گرمی، سردی، بیماری اور غم واضح ہوا، جب اس کو بدل دیا، یہ پہلے سے زیادہ راجح ہے، یہی جمہور مفسرین کا مذہب ہے، اس سے شاعر کا قول ہے:

وتعجب هندٌ أن رأتني شاحبا
تقول لشئ لوحته السمائم

''ہند تعجب کرتی ہے کہ اس نے مجھے چہرے کے اترے ہوئے رنگ میں دیکھا، وہ اس چیز کے لیے کہتی ہے جس کو گرمی نے بدل کر رکھ دیا ہے۔''

لَوَّحَتْه کا مطلب ہے غَيَّرَتْهُ، اسی سے روبہ بن الحجاج کا قول ہے:

لوح منه بعد بدن وسنق
تلويحك الضامر يطوى للسبق

''اس سے بدل گیا موٹا ہونے اور ناز ونعمت والا ہونے کے بعد۔ تیرا ظاہر ہونا کمزوری پر، جو لپیٹا جاتا ہے آگے بڑھنے پر۔''

اخفش کہتے ہیں: مطلب یہ ہے کہ وہ بشر کو پیاسا کرنے والی ہے اور شعر پڑھا:

سقتني على لوح من الماء شربة
سقاها به اللّٰه الرهام الغواديا

''اس (محبوبہ) نے مجھے پیاس پر پانی کا ایک گھونٹ پلایا۔ اللہ اسے اس کے بدلے میں آہستہ آہستہ اور موسلا دھار بارش پلا دے۔''

بشر سے مراد یا تو انسان کی ظاہری جلد ہے، جیسے اکثر کا قول ہے، یا مراد جہنم والے انسان ہیں، جیسا کہ اخفش کا قول ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عَلَيْهَا تِسْعَةَ عَشَرَ ﴿٣٠﴾: مفسرین کہتے ہیں، فرمایا: جہنم پر انیس فرشتے اس کے داروغے ہیں۔ ایک قول ہے کہ ملائکہ کی اقسام میں سے انیس اقسام ہیں۔ ایک قول ہے ان کی صفیں انیس ہیں۔ ایک قول ہے کہ انیس سردار ہیں، ہر سردار کے ساتھ ملائکہ کی ایک جماعت ہے، پہلا معنی زیادہ مناسب ہے۔ ثعلبی کہتے ہیں: اس کا انکار نہیں ہے اگر ایک فرشتہ تمام مخلوقات کی ارواح قبض کر سکتا ہے تو لائق ہے کہ بعض مخلوقات کے عذاب پر انیس فرشتے مقرر ہوں۔ جمہور نے تِسْعَةَ عَشَرَ کی شین پر زبر پڑھی ہے۔ ابوجعفر بن القعقاع اور طلحہ بن سلیمان نے اس کو ساکن پڑھا ہے۔

بخاری، مسلم وغیرہ نے حضرت جابر بن عبداللہ سے نقل کیا ہے کہ حضرت سلمہ بن عبدالرحمن نے کہا: سب سے پہلے قرآن سے يَاأَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ اترا، تو یحییٰ بن ابی کثیر نے کہا: سب سے پہلے اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ نازل ہوا، ابوسلمہ نے کہا: میں نے حضرت جابر بن عبداللہ سے اس بارے میں سوال کیا، میں نے ان سے ایسے کہا جیسے تم نے کہا، تو حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں تمہیں وہی بیان کروں گا جو ہم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان کیا ہے، فرمایا: میں غارِ حراء میں ٹھہرا ہوا تھا جب میں نے اپنا ٹھہرنا مکمل کیا، میں نیچے اترا، تو مجھے آواز دی گئی، میں نے اپنے دائیں دیکھا تو مجھے کچھ نظر نہ آیا، میں نے اپنے بائیں دیکھا تو مجھے کچھ نظر نہ آیا، میں نے اپنے پیچھے دیکھا تو مجھے کچھ نظر نہ آیا۔ میں نے اپنا سر اٹھایا، اچانک وہ فرشتہ جو میرے پاس غارِ حراء میں آیا تھا وہ آسمان و زمین کے درمیان ایک کرسی پر بیٹھا ہوا تھا، میں اس کے رعب سے گھٹنوں کے بل بیٹھ گیا، پھر میں لوٹا اور کہا: مجھے چادر اوڑھا دو، مجھے چادر اوڑھا دو، تو یہ سورت يَاأَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ ﴿١﴾ قُمْ فَأَنْذِرْ ﴿٢﴾..... وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ ﴿٥﴾ تک نازل ہوئی۔ سورۃ اقراء کے متعلق بھی آگے آتا ہے، جس سے پتہ چلتا ہے کہ پہلے وہ سورۃ نازل ہوئی ہے، ان اقوال کے مابین جمع ممکن ہے۔

حاکم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے اور اسے صحیح بھی کہا ہے: يَاأَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ کہا جاتا ہے، تم نے یہ معاملہ لپیٹا ہے تو اب اس کو ادا کرو۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ نے ان سے نقل کیا ہے: يَاأَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ فرمایا: سونے والا۔ وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ فرمایا: جو تم لباس پہنتے ہو وہ باطل کمائی سے نہ ہو۔ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ فرمایا: بتوں کو۔ وَلَا تَمْنُنْ تَسْتَكْثِرُ فرمایا: تم وہ عطیہ نہ دو جس سے افضل تم تلاش کرو۔ فریابی، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور حاکم نے ان سے نقل کیا ہے اور اسے صحیح بھی کہا ہے۔ وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ فرمایا: گناہ سے۔ کلام عرب میں کہتے ہیں: صاف کپڑوں والا۔ ابن مردویہ نے ان سے وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ کے متعلق فرمایا: غدر سے، کہ تم دھوکے والے نہ بنو۔ سعید بن منصور، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، ابن الانباری اور ابن مردویہ نے حضرت عکرمہ سے ہی نقل کیا ہے، ان سے اللہ کے فرمان: وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ کے متعلق سوال کیا گیا، فرمایا: تم اس کو دھوکے پر نہ پہنو، پھر فرمایا: کیا تم غیلان بن سلمہ کا قول نہیں سنتے۔

وانی بحمد اللّٰہ لا ثوب فاجر
لبست ولا من غدرۃ أتقنع

''بے شک میں الحمد للہ نہ گناہ گار کے کپڑے پہنتا ہوں، اور نہ میں غدر/ دھوکے کے کپڑے لپیٹتا ہوں۔''

طبرانی اور بیہقی نے اپنی سنن میں ان سے ہی نقل کیا ہے، وَلَا تَمْنُنْ کے متعلق فرمایا: تم کسی مرد کو عطیہ نہ دو اس امید سے کہ وہ تجھے اس سے زیادہ دے گا۔ ابن جریر، ابن المنذر اور ابن مردویہ نے ان سے فَإِذَا نُقِرَ فِي النَّاقُورِ کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: صور مراد ہے۔ يَوْمٌ عَسِيرٌ فرمایا: شدید۔ ابن مردویہ نے ان سے ذَرْنِي وَمَنْ خَلَقْتُ وَحِيدًا کے متعلق نقل کیا ہے، انہوں نے فرمایا: ولید بن مغیرہ مراد ہے۔

حاکم نے ان سے نقل کیا ہے اور صحیح بھی کہا ہے، نیز بیہقی نے بھی دلائل النبوۃ میں فرمایا: ولید بن مغیرہ نبی ﷺ کے پاس آیا، آپ نے اس پر قرآن پڑھا، گویا اس پر رقت طاری ہوگئی، یہ بات ابوجہل کو پہنچی، وہ اس کے پاس گیا، کہا: اے چچا! تیری قوم چاہتی ہے کہ مال جمع کر کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لوگ تجھے دیں، تم محمد کے پاس گئے ہوتا کہ تم اس سے اعراض کرو۔ اس نے کہا: قریش کو معلوم ہے کہ میرے پاس ان میں سب سے زیادہ مال ہے۔ کہا: پھر اس کے بارے میں ایسی بات کہو جو لوگوں کو پہنچے کہ تم اس کے منکر ہو، تو اس کو ناپسند کرنے والے ہو۔ کہا: میں کیا کہوں؟ اللہ کی قسم! تم میں کوئی شخص ایسا نہیں جو شعر کو مجھ سے زیادہ جانتا ہو، جو رجز کو، نہ قصیدہ کو اور نہ جنوں کے اشعار کو۔ اللہ کی قسم جو کچھ وہ کہتا ہے وہ ان میں سے کسی چیز کے بھی مشابہ نہیں ہے۔ اللہ کی قسم جو کچھ وہ کہتا ہے، اس کی مٹھاس ہے، اس پر تازگی ہے، اس کا اوپری پھل دینے والا ہے، اس کا نچلا سرسبز ہے، وہ غالب آتا ہے اس پر غالب نہیں آیا جاتا، اس کے نیچے آنے والا چکنا چور ہوتا ہے، کہا: اللہ کی قسم! تیری قوم راضی نہیں حتیٰ کہ تو اس کے بارے میں کچھ کہے۔ کہا: مجھے چھوڑو حتی کہ میں غور وفکر کروں، جب اس نے سوچا تو کہا: یہ جادو نقل کیا جاتا ہے وہ کسی اور سے اسے نقل کرتا ہے، تو یہ آیت ذَرْنِيْ وَمَنْ خَلَقْتُ وَحِيْدًا اُتری۔ اسے عبدالرزاق نے عکرمہ سے مرسل نقل کیا ہے۔ اسی طرح ابن جریر، ابن اسحاق اور ابن المنذر اور دیگر نے نقل کیا ہے۔ ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے، انہوں نے اللہ کے فرمان: وَّجَعَلْتُ لَهٗ مَالًا مَّمْدُوْدًا کے متعلق فرمایا: ایک ماہ کا نفع ایک ماہ کے بدلے میں۔

ابن المنذر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے وَّجَعَلْتُ لَهٗ مَالًا مَّمْدُوْدًا کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: ایک ہزار دینار۔ ہناد نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے اللہ کے فرمان: سَاُرْهِقُهٗ صَعُوْدًا کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: وہ جہنم میں ایک پہاڑ ہے، انہیں اس پر چڑھنے کا مکلف کیا جائے گا، جب وہ اس پر اپنے ہاتھ رکھیں گے، پگھل جائیں گے، جب اٹھائیں گے وہ پہلے کی طرح ہو جائیں گے۔ ابن جریر، ابن المنذر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے عَنِيْدًا کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: انکار کرنے والا۔

احمد، ترمذی، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، ابن حبان، حاکم اور انہوں نے اسے صحیح کہا ہے، ابن مردویہ اور بیہقی نے حضرت ابوسعید سے نقل کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

صعود جہنم میں ایک پہاڑ ہے، جس پر کافر ستر سال چڑھتا جائے گا، پھر وہ اسی طرح اس میں نیچے گرے گا، اس میں ایسے ہمیشہ رہے گا۔ ترمذی اسے نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں: یہ روایت غریب ہے، اسے ہم ابن لہیعہ عن دراج کی روایت کے علاوہ نہیں جانتے، ابن کثیر فرماتے ہیں: اس میں غرابت اور نکارت ہے۔ انتہیٰ

ایک جماعت نے اسے حضرت ابوسعید کے قول سے نقل کیا ہے، اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے، فرمایا: صعود جہنم میں ایک چٹان ہے جس پر کافر چہرے کے بل گھسیٹا جائے گا۔ ابن المنذر نے ان سے نقل کیا ہے، فرمایا: جہنم میں ایک پہاڑ ہے۔ ابن المنذر نے ان سے اللہ کے فرمان: لَا تُبْقِيْ وَلَا تَذَرُ کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: ان سے وہ کوئی چیز باقی نہ چھوڑے گی، جب وہ دوسری تخلیق میں بدل جائیں گے، وہ نہ چھوڑے گی کہ وہ عذاب کی پہلی راہ کی طرف دوبارہ لوٹائے۔ عبد بن حمید نے انہی سے نقل کیا ہے۔ لَوَّاحَةٌ لِّلْبَشَرِ کے متعلق فرمایا: جلد ظاہر ہوگی، وہ اسے جلائے گی اور اس کا رنگ بدلے گی، وہ رات سے زیادہ کالی ہو جائے گی۔ ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے ان سے ہی لَوَّاحَةٌ کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: جلانے والی۔

ابن ابی حاتم، ابن مردویہ اور بیہقی نے کتاب البعث میں حضرت براء رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے، کہ یہود کے ایک گروہ نے بعض اصحاب نبی ﷺ سے جہنم کے داروغوں کے متعلق سوال کیا، تو کہا: اللہ اور اس کے پیغمبر بہتر جانتے ہیں، حضرت جبریل علیہ السلام آئے، نبی ﷺ کو خبر دی گئی، آپ ﷺ پر اسی وقت عَلَيْهَا تِسْعَةَ عَشَرَ نازل ہوئی۔

وَمَا جَعَلْنَآ اَصْحٰبَ النَّارِ اِلَّا مَلٰٓئِكَةً ۙ وَّمَا جَعَلْنَا عِدَّتَهُمْ اِلَّا فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۙ لِيَسْتَيْقِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَيَزْدَادَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِيْمَانًا ۙ وَّلَا يَرْتَابَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ۙ وَلِيَقُوْلَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّالْكٰفِرُوْنَ مَاذَآ اَرَادَ اللّٰهُ بِهٰذَا مَثَلًا ۭ كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ يَّشَاۗءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَمَا يَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّكَ اِلَّا هُوَ ۭ وَمَا هِيَ اِلَّا ذِكْرٰى لِلْبَشَرِ ۝ كَلَّا وَالْقَمَرِ ۝ وَالَّيْلِ اِذْ اَدْبَرَ ۝ وَالصُّبْحِ اِذَآ اَسْفَرَ ۝ اِنَّهَا لَاِحْدَى

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

الْكُبَرِ ﴿٣٥﴾ نَذِيرًا لِّلْبَشَرِ ﴿٣٦﴾ لِمَن شَاءَ مِنكُمْ أَن يَتَقَدَّمَ أَوْ يَتَأَخَّرَ ﴿٣٧﴾

اور ہم نے جہنم کے محافظ فرشتوں کے سوا نہیں بنائے اور ان کی تعداد ان لوگوں کی آزمائش ہی کے لیے بنائی ہے جنھوں نے کفر کیا، تاکہ وہ لوگ جنھیں کتاب دی گئی ہے، اچھی طرح یقین کر لیں اور وہ لوگ جو ایمان لائے ہیں ایمان میں زیادہ ہو جائیں اور وہ لوگ جنھیں کتاب دی گئی ہے اور ایمان والے شک نہ کریں اور تاکہ وہ لوگ جن کے دلوں میں بیماری ہے اور جو کفر کرنے والے ہیں کہیں اللہ نے اس کے ساتھ مثال دینے سے کیا ارادہ کیا ہے؟ اسی طرح اللہ گمراہ کرتا ہے جسے چاہتا ہے اور ہدایت دیتا ہے جسے چاہتا ہے اور تیرے رب کے لشکروں کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا اور یہ باتیں بشر کی نصیحت ہی کے لیے ہیں۔ ہرگز نہیں، چاند کی قسم! اور رات کی، جب وہ جانے لگے! اور صبح کی، جب وہ روشن ہو! بلاشبہ وہ (جہنم) یقیناً بہت بڑی چیزوں میں سے ایک ہے۔ بشر کے لیے ڈرانے والی ہے۔ اس کے لیے جو تم میں سے چاہے کہ آگے بڑھے، یا پیچھے ہٹے۔

جب اللہ کا فرمان: عَلَيْهَا تِسْعَةَ عَشَرَ نازل ہوا، ابوجہل نے کہا: حضرت محمد (ﷺ) کے مددگار تو صرف انیس ہیں، تمہیں محمد انیس سے ڈراتے ہیں، جبکہ تم بڑی تعداد میں ہو۔ کیا تم میں سے سو آدمی عاجز ہے کہ وہ ان میں سے ایک کو پکڑ لے، پھر وہ جہنم سے نکل جائیں گے۔

ابوالاشد نے کہا جو کہ بنو جمح کے قبیلے کا ایک شخص تھا: اے قریش کی جماعت! جب قیامت کا دن ہوگا میں تم سے آگے چلوں گا، میں دس کو اپنے دائیں کندھے سے ہناؤں گا اور نو کو اپنے بائیں کندھے سے اور ہم چلتے ہوئے جنت میں داخل ہوں گے۔ تو اللہ نے وَمَا جَعَلْنَا أَصْحَابَ النَّارِ إِلَّا مَلَائِكَةً نازل فرمائی، یعنی ہم نے جہنم کی تدبیر کرنے والے اور اللہ کے عذاب کو قائم کرنے والے فرشتے بنائے ہیں، کون ان کے مقابلے کی طاقت رکھتا ہے، کون ان پر غلبہ پاتا ہے، اے کفار تم ان پر غلبہ کی کیسے کوشش کرو گے۔ ایک قول ہے کہ یہاں فرشتوں کو مقرر فرمایا کیونکہ ان کی جنس جن وانس مخلوق کے علاوہ جنس ہے، ہم جنس میں جو نرمی یا مہربانی ہوسکتی ہے وہ ان میں نہیں ہوگی۔ ایک قول ہے کہ یہ اللہ کی مخلوق میں اس کا حق ادا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کرنے اور اس کے لیے غصہ کرنے میں سب سے سخت ہیں، ان کی طاقت بھی سب سے سخت ہے، اور ان کی پکڑ بھی سب سے بڑھ کر مضبوط ہے۔

وَمَا جَعَلْنَا عِدَّتَهُمْ إِلَّا فِتْنَةً: یعنی گمراہی میں۔ لِلَّذِينَ ان کی تعداد کم سمجھی اور ان کے لیے آزمائش ہے۔ مفہوم یہ ہے کہ ہم نے یہ تعداد جو قرآن میں بتائی ہے یہ تعداد ان کی گمراہی اور آزمائش کے لیے بنائی ہے حتیٰ کہ انہوں نے کہا جو بھی کہا، تاکہ ان کا عذاب بڑھ جائے اور ان پر اللہ کا غضب زیادہ ہو جائے۔ ایک قول ہے کہ إِلَّا فِتْنَةً کا مطلب إِلَّا عَذَابًا ہے، جیسے اللہ کے فرمان: يَوْمَ هُمْ عَلَى النَّارِ يُفْتَنُونَ میں ہے، یعنی وہ عذاب دیے جائیں گے۔

اللہ کے فرمان: لِيَسْتَيْقِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ میں لام جَعَلْنَا کا متعلق ہے، اہل کتاب سے مراد یہود و نصاریٰ ہیں، کیونکہ قرآن میں ان کی نازل کی گئی تعداد انیس کی ان کے ہاں بھی موافقت ہے۔ یہ قتادہ، ضحاک، مجاہد وغیرہ کا قول ہے۔ مفہوم یہ ہے کہ اللہ نے داروغوں کی تعداد یہ تعداد بنائی ہے تاکہ یہود و نصاریٰ کو حضرت محمد ﷺ کی نبوت کا یقین ہو جائے کہ قرآن کریم میں ان کی کتب کی موافقت ہے۔

وَيَزْدَادَ الَّذِينَ آمَنُوا إِيمَانًا: ایک قول ہے کہ ایمان لانے والوں سے مراد اہل کتاب کے ایمان لانے والے ہیں جیسے حضرت عبداللہ بن سلام ہیں۔ ایک قول ہے کہ ایمان لانے والوں سے امت محمد ﷺ کے ایمان لانے والے مراد ہیں۔ مفہوم یہ ہے کہ ان کا یقین پر یقین بڑھ جائے گا جب وہ اہل کتاب کی اپنے سے موافقت دیکھیں گے۔

وَلَا يَرْتَابَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ وَالْمُؤْمِنُونَ: کا جملہ گزشتہ یقین اور ایمان کے اضافے کو بیان کرنے والا ہے، مفہوم یہ ہے کہ دین میں ان کے شک کی نفی ہو یا جہنم کے داروغوں کی تعداد انیس میں شک کا خاتمہ ہو، مومنوں میں درحقیقت کوئی شک نہیں تھا، اس میں اشارہ دوسروں کی طرف ہے جن کے دلوں میں شک ہے۔

وَلِيَقُولَ الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ وَالْكَافِرُونَ مَاذَا أَرَادَ اللَّهُ بِهَٰذَا مَثَلًا: جن کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دلوں میں مرض ہے سے مراد منافقین ہیں، یہ سورت گو کہ مکی ہے، اس وقت نفاق نہیں تھا، اس میں آئندہ مدینے میں ہونے والے معاملے کی خبر ہے، یا مرض سے مراد محض شک وشبہ کا حصول ہے اور یہ کفار میں ہوتا ہے۔ حسین بن الفضل کہتے ہیں: یہ سورت مکی ہے۔ اور مکہ میں کوئی نفاق نہیں تھا، تو اس آیت میں مرض سے مراد اختلاف ہے۔ اللہ کے فرمان: وَّالْكٰفِرُوْنَ سے کفارِ عرب مراد ہیں، جو اہل مکہ وغیرہ سے ہیں۔ مَاذَآ اَرَادَ اللّٰهُ بِهٰذَا مَثَلًا کا مفہوم ہے کہ اس عجب تعداد کی عجب مثال کے ساتھ کس چیز کا ارادہ کیا ہے۔ مثال سے مراد بات ہے۔

اسی سے اللہ کا فرمان ہے: مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِيْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ یعنی اس کی بات ہے، اور اس کی خبر كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ يَّشَآءُ ہے یعنی اس گمراہ کرنے کی مثل جس کا ذکر پیچھے گزرا ہے، اور وہ اللہ کا فرمان: وَمَا جَعَلْنَا عِدَّتَهُمْ اِلَّا فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا ہے۔ يُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ يَّشَآءُ اپنے بندوں میں سے۔ کاف مصدر محذوف کی صفت ہے۔ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اپنے بندوں میں سے، مطلب یہ ہے کہ کافروں کو گمراہ کرنے اور مومنوں کو ہدایت دینے کی طرح، اللہ جسے گمراہ کرنا چاہے گمراہ کرتا ہے اور جسے ہدایت دینا چاہے ہدایت دیتا ہے۔ ایک قول ہے کہ مفہوم یہ ہے کہ اللہ جسے چاہتا ہے جنت سے گمراہ کرتا ہے اور اس کی طرف جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔

وَمَا يَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّكَ اِلَّا هُوَ: یعنی اس کی مخلوقات کی تعداد اور ملائکہ وغیرہ اس کے لشکروں کی تعداد صرف وہ اکیلا ہی جانتا ہے، اس کے علم کا کوئی اندازہ نہیں لگا سکتا۔ عطاء کہتے ہیں: جو فرشتے اللہ نے جہنم والوں کو عذاب دینے کے لیے پیدا کیے ہیں، ان کی تعداد اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ مفہوم یہ ہے کہ جہنم کے داروغے گو کہ انیس ہیں، لیکن ان کے مددگار فرشتے اور لشکر اتنے ہیں جن کی تعداد اللہ پاک کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

پھر اللہ پاک سَقَرْ کے ذکر کی طرف لوٹے اور فرمایا: وَمَا هِيَ اِلَّا ذِكْرٰى لِلْبَشَرِ یعنی سقر اور اس کے داروغوں کی تعداد کا ذکر تو صرف دنیا کے لیے یاد دہانی اور ایک نصیحت ہے۔ ایک قول ہے کہ وَمَا هِيَ یعنی دلائل، حجتیں اور قرآن بشر کے لیے نصیحت ہے۔ زجاج کہتے ہیں: دنیا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کی آگ آخرت کی آگ کی یاددہانی ہے، یہ قول بعید ہے۔ ایک قول ہے کہ وَمَا هِيَ یعنی جہنم کے داروغوں کی تعداد بشر کے لیے نصیحت ہے، تاکہ انہیں اللہ کی قدرت کا کمال معلوم ہو، نیز یہ کہ وہ مددگاروں اور ساتھیوں کا محتاج نہیں ہے۔ ایک قول ہے کہ وَمَا هِيَ کی ضمیر جُنُوْد کی طرف لوٹ رہی ہے۔

پھر اللہ پاک نے جھٹلانے والوں کو ڈانٹا اور جھڑکا، لہٰذا فرمایا: كَلَّا وَالْقَمَرِ۔ فراء کہتے ہیں: كَلَّا قسم کا صلہ ہے، مقدر عبارت أی والقمر ہے۔ ایک قول ہے کہ سچی بات ہے چاند کی قسم۔ ابن جریر کہتے ہیں: مفہوم ان لوگوں کے گمان کا رد ہے، جو سمجھتے ہیں کہ وہ جہنم کے داروغوں کا مقابلہ کریں گے، مطلب یہ ہے کہ معاملہ اس طرح نہیں جیسے وہ کہتا ہے۔ پھر اس پر چاند کی اور بعد کی چیزوں کی قسم کھائی، یہ آیت کے معنیٰ سے ظاہر ہے۔

وَالَّيْلِ اِذْ اَدْبَرَ ۙ: یعنی جب چلی جائے۔ جمہور نے اِذَا میں الف بڑھا کر پڑھا ہے، دَبَرَ ضَرَبَ کے وزن پر ہے کہ یہ زمانہ مستقبل کا ظرف ہوگا۔ نافع، حفص اور حمزہ نے اِذْ بغیر الف پڑھا ہے۔ اَدْبَرَ اَكْرَمَ کے وزن پر ہے، یہ زمانہ ماضی کا ظرف ہے، دَبَرَ اور اَدْبَرَ دو لغت ہیں، جیسے کہا جاتا ہے أقبل الزمان اور قبل الزمان۔ کہا جاتا ہے: دبر الیل اور ادبر۔ جب رات چلی جائے۔

وَالصُّبْحِ اِذَآ اَسْفَرَ ۙ: یعنی روشن اور واضح ہو جائے۔

اِنَّهَا لَاِحْدَى الْكُبَرِ ۙ: یہ جوابِ قسم ہے، ضمیر سقر کی طرف لوٹنے والی ہے، یعنی سقر بڑی ہولناکیوں یا مصیبتوں میں سے ایک ہے۔ كُبَرْ كُبْرٰی کی جمع ہے۔ مقاتل کہتے ہیں: کبر جہنم کے ناموں میں سے ایک نام ہے۔ ایک قول ہے کہ ان کی طرف سے حضرت محمد ﷺ کی تکذیب ایک بڑی بات ہے۔ ایک قول ہے کہ قیام قیامت بڑی باتوں میں سے ایک ہے، اسی سے شاعر کا قول ہے:

يَا ابنَ المعلّى نزلت احدى الكبر
داهية الدهر وصحاء الغبر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''اے ابن المعلّی بڑی مصیبتوں میں سے ایک اتری ہے، وہ حوادثِ زمانہ سے ہے اور نہ ختم ہونے والی بڑی مصیبت ہے۔''

جمہور نے لَاِحْدٰی کو ہمزہ کے ساتھ پڑھا ہے۔ نصر بن عاصم، ابن محیصن اور ابن کثیر کی ایک روایت میں اِنَّهَا لِحْدٰی بغیر ہمزہ ہے۔ کلبی کہتے ہیں: کُبَرْ سے مراد جہنم کے دروازے اور اس کے درجات ہیں۔

نَذِيْرًا لِّلْبَشَرِ ۙ: نَذِيْرًا پر نصب اِنَّهَا کی ضمیر سے حال کے طور پر ہے، یہ زجاج کا قول ہے۔ ان سے، کسائی اور ابوعلی الفارسی سے مروی ہے کہ یہ اللہ کے فرمان: قُمْ فَاَنْذِرْ سے حال ہے۔ یعنی اے محمد! اٹھیے، اور ڈرایئے اس حال میں کہ آپ بشر کو ڈرانے والے ہوں۔ فراء کہتے ہیں: یہ مصدر بمعنی اِنْذَار ہے جو ایک فعل مقدر کی وجہ سے منصوب ہے۔ ایک قول ہے کہ یہ اِحْدٰی کی تمیز کی وجہ سے منصوب ہے، کیونکہ اس میں بڑا جاننے کا معنیٰ ہے، گویا کہ کہا گیا: بڑا جانیے، بڑی باتوں کو، ڈراتے ہوئے۔ ایک قول ہے کہ یہ مصدر منصوب ہے اَنْذِرْ کی وجہ سے جو شروع سورۃ میں آیا ہے۔ ایک قول ہے کہ اَعْنِیْ کی ضمیر کی وجہ سے منصوب ہے۔ ایک قول ہے کہ اُدْعُ کو مقدر مان کر منصوب ہے۔ ایک قول ہے کہ نَادِيا بَلِّغْ مقدر سے منصوب ہے۔ ایک قول ہے کہ یہ مفعول لہ ہے۔ مقدر عبارت یہ ہوگی: وَاِنَّهَا لَاِحْدَى الْكُبَرِ لِاَجْلِ اِنْذَارِ الْبَشَرِ۔ جمہور نے نَذِيْرًا پر نصب پڑھا ہے۔ اُبی بن کعب اور ابن ابی عبلہ نے مرفوع پڑھا ہے کہ یہ مبتداء محذوف کی خبر ہے یعنی هِيَ نَذِيْرٌ یا هُوَ نَذِيْرٌ۔ علماء کا نذیر کے متعلق اختلاف ہے، حسن کہتے ہیں: وہ آگ ہے۔ ایک قول ہے کہ حضرت محمد ﷺ ہیں۔ ابورزین کہتے ہیں: مطلب یہ ہے کہ اس سے میں تمہیں ڈرانے والا ہوں۔ ایک قول ہے کہ قرآن بشر کے لیے نذیر ہے کیونکہ وہ وعدہ اور وعید پر مشتمل ہے۔

لِمَنْ شَآءَ مِنْكُمْ اَنْ يَّتَقَدَّمَ اَوْ يَتَاَخَّرَ ۝: یہ اللہ کے فرمان: لِلْبَشَرِ سے بدل ہے۔ یعنی ڈرانے والا ہے اس کو جو تم میں سے طاعت کے ساتھ آگے بڑھے یا اس سے پیچھے ہٹے۔ معنی یہ ہے کہ انذار ہر ایک کے لیے حاصل ہو چکا، ایمان والے کو اور کافر کو۔ ایک قول ہے کہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مشیت کا فاعل اللہ پاک ہے، یعنی تم میں سے جس کے بارے میں اللہ چاہے وہ ایمان کے ساتھ آگے بڑھے یا کفر کے ساتھ پیچھے ہٹے، پہلا معنیٰ زیادہ مناسب ہے۔ سُدی کہتے ہیں: تم میں سے جو چاہے جہنم کی طرف آگے بڑھے جس کا ذکر گزرا ہے، یا وہ پیچھے ہٹ جائے جنت کی طرف۔

ابن جریر اور ابن مردویہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے، فرمایا: جب ابوجہل نے عَلَيْهَا تِسْعَةَ عَشَرَ سنا، تو قریش سے کہا: تمہاری مائیں تمہیں گم پائیں، میں ابن ابی کبشہ سے سنتا ہوں وہ تمہیں خبر دیتا ہے کہ جہنم کے داروغے انیس ہیں، جبکہ تم بڑی جماعت ہو، کیا تم میں سے دس آدمی عاجز ہیں کہ وہ جہنم کے داروغوں میں سے ایک شخص کو پکڑ لیں۔

ابن مردویہ نے انہی سے اللہ کے فرمان: وَمَا جَعَلْنَا عِدَّتَهُمْ إِلَّا فِتْنَةً لِّلَّذِينَ كَفَرُوا کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: ابوالاشد کہتا تھا: میرے اور جہنم کے داروغوں کے درمیان سے ہٹ جاؤ، میں ان کے خلاف تمہاری مدد کو کافی ہوں، فرمایا: مجھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے جہنم کے داروغوں کی صفت کے متعلق ارشاد بیان کیا گیا ہے، ان کی آنکھیں بجلی ہیں، ان کے منہ کاٹنے والے ہیں، وہ اپنے بال کھینچیں گے، ان کے پاس جن وانس کی قوت ہے، ان میں سے ایک فرشتہ انسانوں کی امت کی طرف متوجہ ہوتا ہے وہ انہیں کھینچ لیتا ہے، اس کی گردن پر ایک پہاڑ ہے، وہ انہیں جہنم میں پھینکے گا اور پہاڑ کو ان پر پھینکے گا۔

طبرانی نے اوسط میں اور ابو الشیخ نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اسریٰ کی رات کا واقعہ سنایا، فرمایا: میں اور جبریل آسمان دنیا کی طرف چڑھے، ناگہاں! میں ایک فرشتے سے ملا، جس کا نام اسماعیل تھا، وہ آسمان دنیا کا دربان ہے، اس کے آگے ستر ہزار فرشتے ہیں، ہر فرشتے کے ساتھ اس کا ایک لاکھ کا لشکر ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی: وَمَا يَعْلَمُ جُنُودَ رَبِّكَ إِلَّا هُوَ۔

احمد نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے، کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آسمان نے آواز دی اور اس کا حق ہے کہ وہ آواز دے، اس میں ایک انگلی کی جگہ بھی خالی نہیں ہے مگر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس پر ایک فرشتہ سجدہ کرنے والا ہے، اسے ترمذی اور ابن ماجہ نے بھی نقل کیا ہے، ترمذی فرماتے ہیں: یہ حسن غریب ہے، اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے موقوفاً بھی مروی ہے۔ ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اِذْ اَدْبَرَ کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: اس کا دبور اس کا اندھیرا ہے۔ مسدد نے اپنی مسند میں، عبد بن حمید، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے مجاہد سے نقل کیا ہے، فرمایا: میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اللہ کے فرمان: وَالَّيْلِ اِذْ اَدْبَرَ کے متعلق سوال کیا، تو آپ خاموش رہے، حتیٰ کہ رات کا آخری حصہ ہوا، آپ نے اذان سنی تو مجھے آواز دی: اے مجاہد! یہ وقت رات جانے (دبر) کا ہے۔ ابن جریر نے انہی سے اللہ کے فرمان: لِمَنْ شَآءَ مِنْكُمْ اَنْ يَّتَقَدَّمَ اَوْ يَتَاَخَّرَ کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: جو چاہے اللہ کی فرمانبرداری کی پیروی کرے اور جو چاہے اس سے پیچھے ہٹ جائے۔

كُلُّ نَفْسٍۢ بِمَا كَسَبَتْ رَهِيْنَةٌ ﴿۳۸﴾ اِلَّاۤ اَصْحٰبَ الْيَمِيْنِ ﴿۳۹﴾ فِيْ جَنّٰتٍ ۛ يَتَسَآءَلُوْنَ ﴿۴۰﴾ عَنِ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿۴۱﴾ مَا سَلَكَكُمْ فِيْ سَقَرَ ﴿۴۲﴾ قَالُوْا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّيْنَ ﴿۴۳﴾ وَلَمْ نَكُ نُطْعِمُ الْمِسْكِيْنَ ﴿۴۴﴾ وَكُنَّا نَخُوْضُ مَعَ الْخَآئِضِيْنَ ﴿۴۵﴾ وَكُنَّا نُكَذِّبُ بِيَوْمِ الدِّيْنِ ﴿۴۶﴾ حَتّٰۤى اَتٰىنَا الْيَقِيْنُ ﴿۴۷﴾ فَمَا تَنْفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشّٰفِعِيْنَ ﴿۴۸﴾ فَمَا لَهُمْ عَنِ التَّذْكِرَةِ مُعْرِضِيْنَ ﴿۴۹﴾ كَاَنَّهُمْ حُمُرٌ مُّسْتَنْفِرَةٌ ﴿۵۰﴾ فَرَّتْ مِنْ قَسْوَرَةٍ ﴿۵۱﴾ بَلْ يُرِيْدُ كُلُّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ اَنْ يُّؤْتٰى صُحُفًا مُّنَشَّرَةً ﴿۵۲﴾ كَلَّا ۭ بَلْ لَّا يَخَافُوْنَ الْاٰخِرَةَ ﴿۵۳﴾ كَلَّاۤ اِنَّهٗ تَذْكِرَةٌ ﴿۵۴﴾ فَمَنْ شَآءَ ذَكَرَهٗ ﴿۵۵﴾ وَمَا يَذْكُرُوْنَ اِلَّاۤ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ ۭ هُوَ اَهْلُ التَّقْوٰى وَاَهْلُ الْمَغْفِرَةِ ﴿۵۶﴾

ہر شخص اس کے بدلے جو اس نے کمایا، گروی رکھا ہوا ہے۔ مگر دائیں طرف والے۔ جنتوں میں سوال کریں گے۔ مجرموں سے۔ تمھیں کس چیز نے سقر میں داخل کر دیا؟ وہ کہیں گے ہم نماز ادا کرنے والوں میں نہیں تھے۔ اور نہ ہم مسکین کو کھانا کھلاتے تھے۔ اور ہم بے ہودہ بحث کرنے والوں کے ساتھ مل کر فضول بحث کیا کرتے تھے۔ اور ہم جزا کے دن کو جھٹلایا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ ہمارے پاس یقین آ گیا۔ پس انھیں سفارش کرنے والوں کی سفارش نفع نہیں دے گی۔ تو انھیں کیا ہے کہ نصیحت سے منہ موڑنے والے ہیں۔ جیسے وہ سخت بدکنے والے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

گدھے ہیں۔ جو شیر سے بھاگے ہیں۔ بلکہ ان میں سے ہر آدمی یہ چاہتا ہے کہ اسے کھلے ہوئے صحیفے دیے جائیں۔ ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا، بلکہ وہ آخرت سے نہیں ڈرتے۔ ہرگز نہیں! یقیناً یہ ایک یاددہانی ہے۔ تو جو چاہے اس سے نصیحت حاصل کرے۔ اور وہ نصیحت حاصل نہیں کریں گے مگر یہ کہ اللہ چاہے، وہی لائق ہے کہ (اس سے) ڈرا جائے اور لائق ہے کہ بخش دے۔

اللہ کا فرمان ہے: كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ رَهِينَةٌ یعنی اپنے عمل کے ساتھ ماخوذ ہے اور اس کی وجہ سے گروی میں ہے، وہ اسے چھڑا لے یا اسے ہلاک کردے۔ رَهِينَةٌ رھن کے معنیٰ میں اسم ہے، جیسے شیمۃ بمعنیٰ شیم ہے، یہ صفت نہیں ہے، اگر صفت ہوتو رھن کہا جاتا ہے، کیونکہ فعیل میں مذکر اور مونث برابر ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ہر جان اپنے عمل سے گروی ہے، چھوٹنے والی نہیں ہے۔

إِلَّا أَصْحَابَ الْيَمِينِ ﴿٣٩﴾: وہ اپنے گناہوں پر گروی نہ ہوں گے بلکہ وہ اپنے نیک عملوں کے سبب چھوٹیں گے۔

ان کی تعیین میں اختلاف ہے، ایک قول ہے کہ وہ ملائکہ ہیں، ایک قول مومنین ہیں، ایک قول مسلمانوں کی اولاد ہے، ایک قول حضرت آدم علیہ السلام کے دائیں جانب والے ہیں، ایک قول اصحاب الحق ہیں، ایک قول، جو عمل کے بجائے فضل پر اعتماد کرنے والے ہیں، ایک قول ہے کہ وہ لوگ جنہیں اللہ نے اپنی خدمت کے لیے پسند فرمایا ہے۔

فِي جَنَّاتٍ: یہ محل رفع میں ہے کہ یہ مبتداء محذوف کی خبر ہے، اور جملہ مستانفہ ہے جو اس سوال کا جواب ہے جو ماقبل سے پیدا ہوا ہے، ایک قول ہے کہ فِي جَنَّاتٍ، أَصْحَابَ الْيَمِينِ سے حال ہے، اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ يَتَسَاءَلُونَ کے فاعل سے حال ہو، یا لِيَتَسَاءَلُونَ سے ظرف ہو۔ اور يَتَسَاءَلُونَ کے فرمان میں، جائز ہے کہ وہ اصل باب سے ہو، یعنی ان میں سے بعض سے بعض سوال کرتا ہے، یہ بھی جائز ہے کہ سَيَأْلُونَ کے معنیٰ میں ہو یعنی وہ دوسروں سے پوچھتے ہیں، جیسے دَعَيْتُه اور تَدَاعَيْتُهُ ہیں۔ پہلی صورت میں عَنِ الْمُجْرِمِينَ. يَتَسَاءَلُونَ کے متعلق ہوگا، یعنی ان میں سے بعض، بعض سے مجرمین کے احوال کے بارے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں پوچھتے ہیں، دوسری صورت میں عَنْ زائدہ ہوگا، یعنی وہ مجرمین سے پوچھیں گے۔

مَا سَلَكَكُمْ فِيْ سَقَرَ ﴿۴۲﴾: میں قول مقدر مانا جائے گا، یعنی مجرمین کے متعلق ایک دوسرے سے سوال کرتے ہوئے کہیں گے: تمہیں کس چیز نے جہنم میں پہنچایا ہے، یا ان سے ہی یہ کہتے ہوئے سوال کریں گے کہ تمہیں کس چیز نے جہنم میں پہنچایا ہے۔ دونوں طرح مقدر مان کر جملہ حال کے طور پر محل نصب میں ہے، مطلب یہ ہے کہ تمہیں کس چیز نے جہنم میں داخل کیا ہے؟ سَلَكْتُ الْخَيْطَ فِي كَذَا کہتے ہیں، جب تم دھاگا کسی چیز میں داخل کرو۔ کلبی کہتے ہیں: جنت سے کوئی شخص جہنم کے ایک شخص سے اس کا نام لے کر سوال کرے گا، کہے گا: اے فلان تجھے جہنم میں کیا چیز لائی ہے۔ ایک قول ہے کہ مومنین ملائکہ سے اپنے اقرباء کے متعلق سوال کریں گے، تو ملائکہ مشرکین سے سوال کریں گے، انہیں کہیں گے: تمہیں کس چیز نے جہنم میں پہنچایا۔ فراء کہتے ہیں: اس میں اس دلیل کی مضبوطی ہے کہ اصحاب الیمین لڑکے ہوں گے کیونکہ وہ گناہ کو نہیں پہچانیں گے۔

پھر اللہ پاک نے وہ جواب ذکر کیا جو اہل جہنم نے دیا، کہا: قَالُوْا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّيْنَ یعنی ان مومنوں میں سے نہیں جو اللہ کے لیے نماز پڑھتے ہیں۔

وَلَمْ نَكُ نُطْعِمُ الْمِسْكِيْنَ ﴿۴۴﴾: یعنی ہم مساکین پر صدقہ نہیں کرتے تھے۔ ایک قول ہے کہ یہ دونوں فرض نماز اور فرض صدقہ پر محمول ہوں گے، کیونکہ غیر واجب پر عذاب نہیں ہے، اس میں اس بات کی دلیل بھی ہے کہ کفار شرعیات کے مخاطب ہیں۔

وَكُنَّا نَخُوْضُ مَعَ الْخَآئِضِيْنَ ﴿۴۵﴾: یعنی ہم اہل باطل سے ان کے باطل میں مل جاتے تھے۔ قتادہ کہتے ہیں: جب کوئی بہکنے والا بہکتا ہم اس کے ساتھ بہکتے تھے۔ سدی کہتے ہیں: ہم جھٹلانے والوں کے ساتھ جھٹلاتے تھے۔ ابن زید کہتے ہیں: ہم کھیلنے والوں کے ساتھ کھیلتے تھے۔ حضرت محمد ﷺ کے معاملے میں، اور وہ ان کا قول کاذب، مجنون، ساحر اور شاعر ہے۔

وَكُنَّا نُكَذِّبُ بِيَوْمِ الدِّيْنِ ﴿۴۶﴾: یعنی جزاء اور حساب کے دن کو۔

حَتّٰۤى اَتٰىنَا الْيَقِيْنُ ﴿۴۷﴾: یہ موت ہے، جیسے فرمایا: وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فَمَا تَنْفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشّٰفِعِيْنَ ﴿۴۸﴾: یعنی انبیاء اور ملائکہ کی سفارش جیسا کہ صالحین کو نفع دے گی۔

فَمَا لَهُمْ عَنِ التَّذْكِرَةِ مُعْرِضِيْنَ ﴿۴۹﴾: تذکرۃ، قرآنی نصائح سے نصیحت پکڑنا ہے، فاء نصیحت سے ان کے اعراض وانکار کی ترتیب کے لیے ہے کہ ماقبل میں نصیحت سے اعراض کے کیا موجبات تھے۔ مُعْرِضِيْنَ پر نصب اس ضمیر سے حال کے طور پر ہے جو جار مجرور سے متعلق ہے، یعنی انہیں کیا چیز حاصل ہوئی اس حال میں کہ وہ قرآن سے اعراض کرنے والے ہیں، جو بڑے تذکرے اور عظیم نصیحت پر مشتمل ہے۔ پھر انہیں قرآن سے بھاگنے پر گدھوں سے تشبیہ دی اور فرمایا: كَاَنَّهُمْ حُمُرٌ مُّسْتَنْفِرَةٌ جملہ مُعْرِضِيْنَ والی ضمیر سے تداخل کے طور پر حال بن رہا ہے۔ مُّسْتَنْفِرَةٌ کا مطلب بھاگنے والے ہیں۔ نفر اور استنفر عجب اور استعجب کی طرح ہے، مراد جنگلی گدھے ہیں۔ جمہور نے مستنفرہ میں فاء پر زیر پڑھی ہے، یعنی بھاگنے والے۔

ابن عامر نے اس پر زبر پڑھی ہے یعنی بھگائے گئے، ڈرائے گئے۔ دوسری قراءت کو ابوحاتم اور ابوعبید نے اختیار کیا ہے۔ کشاف میں فرمایا: مستنفرہ شدید نفرت کرنے والے، گویا کہ ان کے نفسوں سے انہیں جمع کر کے اور اس پر ابھار کر بھاگنا طلب کیا گیا ہے۔

فَرَّتْ مِنْ قَسْوَرَةٍ ﴿۵۱﴾: یعنی تیراندازوں سے جو ان پر تیر پھینکتے ہیں۔ قَسْوَرْ تیرانداز ہے اور اس کی جمع قسورۃ ہے، یہ سعید بن جبیر، عکرمہ، مجاہد، قتادہ اور ابن کیسان کا قول ہے۔

ایک قول ہے کہ یہ شیر ہے، یہ عطاء اور کلبی کا قول ہے۔ ابن عرفہ نے کہا: یہ قَسَرْ سے نکلا ہے، قہر کے معنیٰ میں ہے، کیونکہ وہ درندوں پر قاہر یعنی غالب ہوتا ہے۔

ایک قول ہے کہ قسورہ لوگوں کی آوازیں ہیں۔ ایک قول ہے کہ قسورہ عرب کی زبان میں شیر ہے اور حبشہ کی زبان میں تیرانداز۔ ابن الاعرابی کہتے ہیں: قسورۃ رات کا اول حصہ ہے، یعنی وہ رات کے اندھیرے سے بھاگتے ہیں، یہی قول عکرمہ کا ہے، لیکن پہلا زیادہ مناسب ہے۔ عرب کے نزدیک ہر شدید چیز قسورہ ہے، اسی سے شاعر کا قول ہے:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

يا بنت كونى خيرة لخيرة
أخوالها الجن وأهل القسورة

''اے لڑکی اچھوں کے لیے اچھی ہو جا۔ اس کی ننھیال جن اور اہل قسورۃ ہیں۔''

اسی سے لبید کا قول ہے:

إذَا ما هتفنا هتفة فى نديّنا
أتانا الرجال الصائدون القساور

''جب ہم آواز دیتے ہیں اپنی مجلس میں، ہمارے پاس شکاری مضبوط مرد آتے ہیں۔''

اس کے شیر پر اطلاق سے شاعر کا یہ قول ہے:

مضمّر تحذره الأبطال
كأنّه القسور الرهال

''وہ تعمیر شدہ گھوڑا ہے اس سے بہادر ڈرتے ہیں، گویا کہ وہ ڈھیلے بدن والا شیر ہے۔''

بَلْ يُرِيْدُ كُلُّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ اَنْ يُّؤْتٰى صُحُفًا مُّنَشَّرَةً ۙ: اس کا ایک مقدر پر عطف ہے جس کا تقاضا مقام کر رہا ہے، گویا کہ کہا گیا: وہ اس نصیحت کو کافی نہیں سمجھتے بلکہ ارادہ کرتا ہے..... مفسرین کہتے ہیں: کفارِ قریش نے حضرت محمد ﷺ سے کہا: ہم میں سے ہر شخص کے پاس صبح اللہ کی طرف سے ایک کھلا خط آنا چاہیے کہ بے شک آپ اللہ کے رسول ہیں۔ صحف کتابیں ہیں، واحد صحیفہ ہے۔ مُّنَشَّرَةً کا مطلب مفتوح اور کھلی ہوئی۔ اسی آیت کی مثل اللہ پاک کا فرمان ہے: حَتّٰى تُنَزِّلَ عَلَيْنَا كِتٰبًا نَّقْرَؤُهٗ۔ جمہور نے منشرۃ شد کے ساتھ پڑھا ہے، سعید بن جبیر نے تخفیف کے ساتھ پڑھا ہے۔ جمہور نے صحف میں حاء پر پیش پڑھی ہے، سعید بن جبیر نے اسے ساکن پڑھا ہے۔ پھر اللہ پاک نے انہیں اس بات پر ڈانٹا اور جھڑکا، لہٰذا فرمایا: كَلَّا ۭ بَلْ لَّا يَخَافُوْنَ الْاٰخِرَةَ یعنی عذابِ آخرت، کیونکہ اگر وہ جہنم سے ڈرتے تو نشانیاں طلب نہ کرتے۔ ایک قول ہے کہ كَلَّا بمعنی حق ہے۔ پھر اُن پر ڈانٹ اور جھڑک کو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دہرایا، اور فرمایا: كَلَّآ اِنَّهٗ تَذْكِرَةٌ یعنی قرآن، یا حق ہے کہ یہ نصیحت ہے، مطلب یہ ہے کہ اس کو تذکرہ بنائے اور اس کے مواعظ سے نصیحت پکڑے۔

فَمَنْ شَآءَ ذَكَرَهٗ ﴿۵۵﴾: یعنی جو چاہے کہ اس سے نصیحت پکڑے وہ نصیحت پکڑ لے۔

پھر اللہ پاک نے مشیت کو اپنی طرف لوٹایا، اور فرمایا: وَمَا يَذْكُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ جمہور نے يَذْكُرُوْنَ کو یاء کے ساتھ پڑھا ہے، نافع اور یعقوب نے تاء کے ساتھ پڑھا ہے، ان کا اتفاق تخفیف پر ہے۔ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ میں مستثنیٰ مفرغ ہے عام احوال سے۔ مقاتل کہتے ہیں: الا یہ کہ اللہ ان کے لیے ہدایت چاہے۔

هُوَ اَهْلُ التَّقْوٰى: یعنی وہی حق دار ہے کہ متقین اس کی طاعت والے عمل کر کے اور اس کے نافرمانیوں سے بچ کے اس کا تقویٰ اختیار کریں۔

وَاَهْلُ الْمَغْفِرَةِ ﴿۵۶﴾: یعنی وہی حق دار ہے کہ وہ مومنوں کی زیادتی سے ہونے والے گناہ انہیں بخش دے، وہی حق دار ہے کہ وہ نافرمان توبہ کرنے والوں کی اور نافرمانوں کی توبہ قبول کرے اور ان کے گناہوں کو بخش دے۔

ابن جریر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اللہ کے فرمان: كُلُّ نَفْسٍۭ بِمَا كَسَبَتْ رَهِيْنَةٌ کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: وہ اپنے عمل کے ساتھ ماخوذ ہے۔ ابن المنذر نے ان سے اللہ کے فرمان: اِلَّآ اَصْحٰبَ الْيَمِيْنِ کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: وہ مسلمان ہیں۔ عبدالرزاق، فریابی، سعید بن منصور، ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور حاکم نے حضرت علی بن ابی طالب سے نقل کیا ہے اور اسے صحیح بھی کہا ہے، فرمایا: اِلَّآ اَصْحٰبَ الْيَمِيْنِ مسلمانوں کے بچے مُراد ہیں۔

ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے حَتّٰٓى اَتٰىنَا الْيَقِيْنُ کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: موت مُراد ہے۔ سعید بن منصور، عبد بن حمید، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور حاکم نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے اور اسے صحیح بھی کہا ہے، فرمایا: فَرَّتْ مِنْ قَسْوَرَةٍ وہ سخت تیر پھینکنے والے ہیں۔ عبد بن حمید اور ابن المنذر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فرمایا: قسورہ تیر پھینکنے والے شکاری مراد ہیں۔ سعید بن منصور، عبد بن حمید، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے ابو جمرہ سے نقل کیا ہے، کہتے ہیں: میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا: قسورۃ شیر ہے، فرمایا: میں نہیں جانتا کہ کسی اہل عرب کی لغت میں قسورۃ شیر ہو، وہ مردوں کی ایک جماعت ہے۔ سفیان بن عیینہ، عبدالرزاق اور ابن المنذر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے قسورۃ کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: وہ لوگوں کی رکز یعنی ان کی آوازیں ہیں۔ احمد، دارمی، ترمذی اور انہوں نے اسے حسن کہا، ابن ماجہ، بزار، ابو یعلیٰ، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، ابن عدی، حاکم اور انہوں نے اسے صحیح کہا اور ابن مردویہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی: هُوَ اَهْلُ التَّقْوٰى وَ اَهْلُ الْمَغْفِرَةِ تو فرمایا: تمہارے رب نے فرمایا: ہے، میں اہل ہوں کہ مجھ سے ڈرا جائے، میرے ساتھ کسی کو معبود نہ بنایا جائے، جو مجھ سے ڈرا، اس نے میرے ساتھ کوئی معبود نہ بنایا تو میں اہل ہوں کہ میں اسے بخش دوں۔

ابن مردویہ نے حضرت ابو ہریرہ، ابن عمر اور ابن عباس رضی اللہ عنہم سے اس طرح کی مرفوع روایت نقل کی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سورۃ القیامہ

اس کی انتالیس آیات ہیں، اور بلا اختلاف یہ مکی ہے، ابن ضریس، نحاس، ابن مردویہ اور بیہقی نے دلائل النبوۃ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی سندوں سے نقل کیا ہے، فرمایا: سورۃ القیامہ یا فرمایا: سورۃ لَآ اُقْسِمُ مکہ میں نازل ہوئی، ابن مردویہ نے حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے، فرمایا: سورۃ لَآ اُقْسِمُ مکہ میں نازل ہوئی۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○ لَآ اُقْسِمُ بِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۙ﴿۱﴾ وَلَآ اُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ ؕ﴿۲﴾ اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَلَّنْ نَّجْمَعَ عِظَامَهٗ ؕ﴿۳﴾ بَلٰى قٰدِرِيْنَ عَلٰٓى اَنْ نُّسَوِّيَ بَنَانَهٗ ﴿۴﴾ بَلْ يُرِيْدُ الْاِنْسَانُ لِيَفْجُرَ اَمَامَهٗ ۚ﴿۵﴾ يَسْـَٔلُ اَيَّانَ يَوْمُ الْقِيٰمَةِ ؕ﴿۶﴾ فَاِذَا بَرِقَ الْبَصَرُ ۙ﴿۷﴾ وَخَسَفَ الْقَمَرُ ۙ﴿۸﴾ وَجُمِعَ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ ۙ﴿۹﴾ يَقُوْلُ الْاِنْسَانُ يَوْمَئِذٍ اَيْنَ الْمَفَرُّ ۚ﴿۱۰﴾ كَلَّا لَا وَزَرَ ؕ﴿۱۱﴾ اِلٰى رَبِّكَ يَوْمَئِذِ ِالْمُسْتَقَرُّ ؕ﴿۱۲﴾ يُنَبَّؤُا الْاِنْسَانُ يَوْمَئِذٍ بِمَا قَدَّمَ وَاَخَّرَ ؕ﴿۱۳﴾ بَلِ الْاِنْسَانُ عَلٰى نَفْسِهٖ بَصِيْرَةٌ ۙ﴿۱۴﴾ وَّلَوْ اَلْقٰى مَعَاذِيْرَهٗ ؕ﴿۱۵﴾ لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ ؕ﴿۱۶﴾ اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ ۚ﴿۱۷﴾ فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ ۚ﴿۱۸﴾ ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ ؕ﴿۱۹﴾ كَلَّا بَلْ تُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَةَ ۙ﴿۲۰﴾ وَتَذَرُوْنَ الْاٰخِرَةَ ؕ﴿۲۱﴾ وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ ۙ﴿۲۲﴾ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ۚ﴿۲۳﴾ وَوُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ بَاسِرَةٌ ۙ﴿۲۴﴾ تَظُنُّ اَنْ يُّفْعَلَ بِهَا فَاقِرَةٌ ؕ﴿۲۵﴾

اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔ نہیں، میں قیامت کے دن کی قسم کھاتا ہوں! اور نہیں، میں بہت ملامت کرنے والے نفس کی قسم کھاتا ہوں! کیا انسان گمان کرتا ہے کہ بے شک ہم کبھی اس کی ہڈیاں اکٹھی نہیں کریں گے۔ کیوں نہیں؟ (ہم انھیں اکٹھا کریں گے) اس حال میں کہ ہم قادر ہیں کہ اس (کی انگلیوں) کے پورے درست کر (کے بنا)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دیں۔ بلکہ انسان چاہتا ہے کہ اپنے آگے (آنے والے دنوں میں بھی) نافرمانی کرتا رہے۔ وہ پوچھتا ہے اٹھ کھڑے ہونے کا دن کب ہوگا؟ پھر جب آنکھ پتھرا جائے گی۔ اور چاند گہنا جائے گا۔ اور سورج اور چاند اکٹھے کر دیے جائیں گے۔ اور انسان اس دن کہے گا کہ بھاگنے کی جگہ کہاں ہے؟ ہرگز نہیں، پناہ کی جگہ کوئی نہیں۔ اس دن تیرے رب ہی کی طرف جا ٹھہرنا ہے۔ اس دن انسان کو بتایا جائے گا جو اس نے آگے بھیجا اور جو پیچھے چھوڑا۔ بلکہ انسان اپنے آپ کو خوب دیکھنے والا ہے۔ اگرچہ وہ اپنے بہانے پیش کرے۔ تو اس کے ساتھ اپنی زبان کو حرکت نہ دے، تاکہ اسے جلدی حاصل کرلے۔ بلاشبہ اس کو جمع کرنا اور (آپ کا) اس کو پڑھنا ہمارے ذمے ہے۔ تو جب ہم اسے پڑھیں تو تو اس کے پڑھنے کی پیروی کر۔ پھر بلاشبہ اسے واضح کرنا ہمارے ذمے ہے۔ ہرگز نہیں، بلکہ تم جلدی ملنے والی کو پسند کرتے ہو۔ اور بعد میں آنے والی کو چھوڑ دیتے ہو۔ اس دن کئی چہرے تروتازہ ہوں گے۔ اپنے رب کی طرف دیکھنے والے۔ اور کئی چہرے اس دن بگڑے ہوئے ہوں گے۔ وہ یقین کریں گے کہ ان کے ساتھ کمر توڑنے والی (سختی) کی جائے گی۔''

ارشاد باری تعالیٰ ہے: لَآ أُقْسِمُ بِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ ابوعبیدہ اور مفسرین کی ایک جماعت نے فرمایا: لَا زائدہ ہے، مقدر عبارت أُقْسِمُ ہے۔ سمرقندی کہتے ہیں: مفسرین کا اجماع ہے کہ لَآ أُقْسِمُ کا معنی أُقْسِمُ ہے۔ لَا کی تفسیر میں ان کا اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں: یہ زائدہ ہے اور اس کی زیادتی کلام عرب میں جاری ہے، جیسے فرمایا: مَا مَنَعَكَ أَنْ لَا تَسْجُدُ یعنی أَنْ تَسْجُدَ اور لِّئَلَّا يَعْلَمَ أَهْلُ الْكِتٰبِ اور اسی سے شاعر کا قول ہے:

تذكرت ليلى فاعترتني صبابة

وكاد صميم القلب لا يتقطع

''میں نے لیلیٰ کو یاد کیا تو مجھ پر سوزش عشق طاری ہوگئی، اور قریب تھا کہ خالص دل ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے۔''

ایک قول ہے کہ یہ ان کی بات کا رد ہے کیونکہ انہوں نے دوبارہ اٹھائے جانے کا انکار

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کیا، گویا کہ کہا: معاملہ ایسے نہیں جیسے تم نے ذکر کیا ہے، میں روزِ قیامت کی قسم کھاتا ہوں، یہ فراء اور اکثر نحویوں کا قول ہے، جیسے کہنے والا کہے: لَا وَاللّٰہِ، تو لَا گزشتہ کلام کا رد ہوگا، اسی سے شاعر کا قول ہے:

فلا و أبيك ابنة العامری
لا يدّعی القوم أنی أفر

''تیرے باپ کی قسم اے عامری کی بیٹی! قوم دعویٰ نہیں کرسکتی کہ میں بھاگتا ہوں۔''

ایک قول ہے کہ یہ نفی کے لیے ہے، لیکن قسم کھانے کی نفی نہیں ہے بلکہ جو خبر دی جارہی ہے کہ مقسم بہ کی بڑائی اور اس کی شان کی نفی ہے، گویا کہ مطلب ہے، میں اس بات کی قسم نہیں کھاتا۔ میں اپنی قسم کے ساتھ اس کو بڑا نہیں بناتا جیسے اس کی بڑائی کا حق ہے، کیونکہ اس کا حق اس سے کہیں بڑھ کر ہے، ایک قول ہے کہ یہ قسم کی نفی ہے معاملہ کی وضاحت کے لیے، اس پر گفتگو اللہ کے فرمان: فَلَآ اُقْسِمُ بِمَوٰقِعِ النُّجُوْمِ کے تحت گزر چکی ہے۔ حسن اور ابن کثیر نے ایک روایت کے مطابق، زہری اور ابن ہرمز نے لَاُ قْسِمُ بغیر الف پڑھا ہے کہ لام لامِ ابتداء ہوگا، لیکن پہلا قول ان اقوال میں ترجیح والا ہے، رازی نے اس پر اعتراض کیا ہے، لیکن وہ اس کی قوت کو کمزور نہیں کرتا اور نہ اس کی ترجیح کی مضبوطی کو توڑتا ہے۔

اللہ پاک کا روزِ قیامت کی قسم کھانا اس کی شان وعظمت کے سبب سے ہے، اور اللہ کو اختیار ہے کہ وہ اپنی مخلوقات میں سے جس کی چاہے قسم کھائے۔

وَلَآ اُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ ۝: ایک قوم کا مذہب ہے کہ اللہ پاک نے نفس لوامہ کی قسم کھائی ہے، جس طرح روزِ قیامت کی قسم کھائی ہے، تو اس لَا پر بات وہی ہوگی جو بات پہلے ہوچکی۔ یہ جمہور کا قول ہے۔ حسن کہتے ہیں: اللہ نے روزِ قیامت کی قسم کھائی ہے لیکن نفس لوامہ کی قسم نہیں کھائی۔ ثعلبی کہتے ہیں: درست بات یہ ہے کہ اس نے ان دونوں کی قسم کھائی ہے۔ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ کا مطلب وہ نفس ہے جو انسان کو اس کی کوتاہی پر ملامت کرے، فرمایا: تمام نفس کوتاہی پر ملامت کرتے ہیں۔ حسن نے فرمایا: اللہ کی قسم وہ مومن کا نفس ہے۔ مومن تو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

خود کو ملامت کرتا رہتا ہے کہ میں نے اس سے کیا ارادہ کیا اور اس سے کیا ارادہ کیا، فاجر آدمی خود کو نہیں ڈانٹتا۔ مجاہد کہتے ہیں، وہ ایسا نفس ہے جو کچھ چھوٹ جانے پر ملامت اور شرمندگی رکھے، تو خود کو برائی کے متعلق کہے: تم نے یہ کیوں کی؟ اور خیر کے متعلق کہے کہ تم نے یہ زیادہ کیوں نہیں کی؟

فراء کہتے ہیں: کوئی بھی نفس اچھا ہو یا بُرا، وہ خود کو ملامت ضرور کرتا ہے، اگر خیر کا عمل کیا، کہتا ہے: میں نے زیادہ کیوں نہ کیا؟ اور اگر برا عمل کیا، کہتا ہے: کاش کہ میں نے یہ نہ کیا ہوتا۔ اس بنیاد پر کلام نفس کی مدح کی جگہ پر ہے، تو اس کی قسم کھانا مناسب اور درست ہوگا۔ ایک قول ہے کہ لوامہ ملومہ اور مذمومہ ہے، یہ ذم والی صفت ہے، اسی سے اس کی دلیل ہے جس نے اس کے قسم ہونے کی نفی کی ہے، کیونکہ گناہ گار نفس کی ایسی حالت نہیں ہوتی کہ اس کی قسم کھائی جائے۔ مقاتل کہتے ہیں: وہ کافر کا نفس ہے جو خود کو ملامت کرتا ہے اور آخرت کے متعلق اللہ کی جناب میں جو اس نے کوتاہی یا زیادتی کی ہے اس پر حسرت کرتا ہے، پہلا قول زیادہ مناسب ہے۔

اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَلَّنْ نَّجْمَعَ عِظَامَهٗ ۝: انسان سے مراد جنس ہے، ایک قول ہے کہ کافر انسان مراد ہے، ہمزہ انکار کے لیے ہے، أَنْ مثقلہ سے مخففہ ہے، اس کا اسم ضمیر شان محذوف ہے، مفہوم یہ ہے کہ شان یہ ہے کہ انسان سمجھتا ہے کہ ہم اس کی ہڈیاں جمع نہیں کریں گے، جب وہ چورہ چورہ ہو جائیں گی، ہم انہیں نئی تخلیق نہیں دے سکیں گے، یہ ایک باطل گمان ہے، ہم انہیں بلاشبہ جمع کریں گے، اس پر دلالت جس کلام کی ہے وہی جوابِ قسم ہے۔

زجاج کہتے ہیں: میں روزِ قیامت کی قسم کھاتا ہوں اور نفس لوامہ کی بھی کہ ہڈیاں دوبارہ اٹھانے کے لیے ضرور جمع کی جائیں گی، یہ جواب قسم ہوگا۔ نحاس کہتے ہیں: جوابِ قسم محذوف ہے کہ وہ ضرور اٹھائے گا۔ مفہوم یہ ہے کہ اللہ پاک انسان کے تمام اجزاء کو اٹھائے گا، ہڈیوں کو خاص ذکر کیا کیونکہ اس پر تخلیق کا ڈھانچہ ہے۔

بَلٰى قٰدِرِيْنَ عَلٰٓى اَنْ نُّسَوِّيَ بَنَانَهٗ ۝: یہ نفی کے بعد ایجاب ہے جس کی طرف استفہام

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جا رہا ہے، اس لفظ پر وقف کرنا اچھا ہے، پھر قٰدِرِیْنَ سے بات شروع ہوتی ہے۔ قٰدِرِیْنَ کا نصب حال کے طور پر ہے، یعنی بلکہ ہم ان کو جمع کریں گے، ہم قادر ہیں۔ حال فعل کی مقدر ضمیر سے ہے۔ ایک قول ہے معنی یہ ہے کہ بلکہ ہم انہیں جمع کریں گے، ہم قدرت رکھتے ہیں۔ فراء کہتے ہیں ہم قوت و قدرت رکھتے ہیں، اس سے زیادہ بھی۔ اس میں نصب مکرر ہونے پر بھی درست ہے، یعنی کیوں نہیں، وہ ہمیں قدرت والا سمجھے، ایک قول ہے کہ مقدر بَلٰی کُنَّا قَادِرِیْنَ ہے۔ ابن ابی عبلہ اور ابن سمیفع نے بَلٰی قَادِرُوْنَ پڑھا ہے، مبتداء کو مقدر مان کر، مطلب یہ ہے کہ بَلٰی نَحْنُ قَادِرُوْنَ۔

عَلٰٓی اَنْ نُّسَوِّیَ بَنَانَهٗ: کا مطلب یہ ہے کہ ہم بعض کو بعض کے ساتھ جمع کر لیں گے، ہم دوبارہ انہیں پہلے کی طرح کر دیں گے، باوجودیکہ وہ چھوٹی اور نرم ہیں، تو بڑے اعضاء کیسے ہیں۔ اللہ پاک نے پوروں کے ساتھ یعنی انگلیوں کے ساتھ بقیہ اعضاء پر تنبیہ فرمائی کہ انہیں دوبارہ بنانے اور اٹھانے کی قدرت بڑھ کر ہے، انگلیوں کے لوٹانے سے جو چھوٹی ہیں، جوڑوں، ناخنوں، لطیف رگوں اور باریک ہڈیوں پر مشتمل ہیں۔ اس کے خاص ذکر کی یہ وجہ ہے، یہی قول زجاج اور ابن قتیبہ کا ہے۔

جمہور مفسرین کہتے ہیں: آیت کا معنیٰ یہ ہے کہ ہم اس کے ہاتھوں اور پاؤں کی انگلیوں کو ایک چیز کی طرح کر دیں گے، جیسے اونٹ کے پاؤں اور گدھے کے کُھر، ایک ہی چوڑی چیز کی طرح ہیں، ان میں لکیریں اور الگ الگ نہیں ہیں، وہ قدرت نہیں رکھتا کہ باریک کام جیسے لکھنا اور سینا وغیرہ انجام دے سکے۔ لیکن ہم نے انسان کی انگلیوں کو جدا جدا بنایا تا کہ وہ اس سے نفع اٹھا سکے۔ ایک قول ہے مفہوم یہ ہے کہ بلکہ ہم قدرت رکھتے ہیں کہ انسان کو چوپایوں کی طرح لوٹا دیں، تو کیسے اس کی اپنی صورت ہے جو اس کی پہلی تھی، پہلا مفہوم زیادہ مناسب ہے، اسی سے عشرہ کا قول ہے:

وإن الموت طوع يدي اذا ما
وصلت بنانها بالهند وانى

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''بے شک موت میری تابع فرمان ہوگئی، جب میں نے اس کے پوروں پر ہندوستانی تلوار ماری۔''

اس میں پوروں کے ساتھ بقیہ اعضاء پر تنبیہ کی ہے۔

بَلْ يُرِيْدُ الْاِنْسَانُ لِيَفْجُرَ اَمَامَهٗ ۝: یہ اَيَحْسَبُ پر عطف ہے، یا اس لیے کہ یہ اس طرح کا استفہام ہے، اس کے ذریعے ڈانٹ کے بعد اس کے ذریعے ڈانٹ کو مثال بنایا، یا اس لیے کہ ایجاب ہے جو استفہام سے یہاں منتقل ہوا ہے، معنیٰ یہ ہے کہ بلکہ انسان چاہتا ہے کہ وہ اپنے موجودہ اوقات میں گناہ آگے رکھے اور اپنے مستقبل کے وقت میں بھی، گناہ آگے رکھے اور توبہ پیچھے رکھے، ابن الانباری کہتے ہیں: وہ چاہتا ہے جتنی اس کی عمر لمبی ہو وہ گناہ کرتا رہے، اس کی یہ نیت ہی نہیں کہ وہ ارتکاب گناہ سے واپس لوٹ آئے۔ مجاہد، حسن، عکرمہ، سدی اور سعید بن جبیر کہتے ہیں وہ کہتا ہے میں جلدی توبہ کرلوں گا، وہ توبہ نہیں کرتا حتیٰ کہ اسے موت اس کے بدترین احوال میں آتی ہے۔ ضحاک کہتے ہیں: یہ آرزو ہے، وہ کہتا ہے: میں زندہ رہوں گا اور دنیا حاصل کروں گا، وہ موت کو یاد نہیں کرتا، فجور اصل میں حق سے مائل ہونا ہے، جو بھی حق سے قول یا فعل کے ساتھ مائل ہو اس پر صادق آتا ہے، اسی سے شاعر کا قول ہے:

اقسم بالله أبو حفص عمر
ما مسها من نقب ولا دبر
فاغفر له اللهم ان كان فجر

''قسم کھائی ہے ابوحفص عمر نے، اسے کوئی زخم پہلو میں اور نہ ہی پشت پر لگا ہے، پس اللہ اسے بخش دے، اگر اس نے گناہ کیا ہے۔''

يَسْـَٔلُ اَيَّانَ يَوْمُ الْقِيٰمَةِ ۝: کا جملہ مستانفہ ہے، جو يَفْجُرُ کا معنیٰ بیان کرتا ہے، معنیٰ یہ ہے کہ وہ پوچھتا ہے: قیامت کب آئے گی، یہ سوال دور جانتے ہوئے اور مزاح کے طور پر ہے۔

فَاِذَا بَرِقَ الْبَصَرُ ۝: یعنی حیرانی اور گھبراہٹ ہوگی، یہ بَرَقَ الرَّجُلُ سے نکلا ہے، جب بندہ بجلی کی طرف دیکھے اور اس کی نظر مدہوش ہوجائے، جمہور نے بَرِقَ میں راء پر زیر

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

پڑھی ہے۔ ابوعمرو بن العلاء، زجاج وغیرہ کہتے ہیں: مفہوم ہے کہ آنکھ حیران ہو اور نہ جھپکے، اسی سے ذی الرمہ کا قول ہے:

ولو ان لقمان الحکیم تعرضت
لعینیه مَیٌّ سافرا کاد یبرق

''اگر لقمان حکیم کی آنکھوں کے سامنے مَیّ (محبوبہ) آجاتی، وہ سفر میں ہو، اس کی آنکھیں چندھیا جاتیں۔''

خلیل اور فراء کہتے ہیں: بَرِقَ زیر کے ساتھ، حیران ہوا، گھبرایا اور لاجواب ہوا، عرب کے لوگ حیران آدمی کو کہتے ہیں: قَدْ بَرِقَ فَهُوَ بَارِقٌ، فراء نے شعر کہا ہے:

فنفسك فانع ولا تنعنی
و داو الکلوم ولا تبرق

''تو اپنی موت کی اطلاع دے، میری موت کی اطلاع نہ دے۔ اور زخموں کا علاج کر اور پریشان مت رہ۔''

یعنی اپنے زخموں کی کثرت سے نہ گھبرا۔ نافع اور ابان نے عاصم سے بَرَقَ راء کی زبر کے ساتھ نقل کیا ہے، یعنی موت کی طرف اس کے شدید میلان سے اس کی آنکھ چمکی۔ مجاہد وغیرہ کہتے ہیں: یہ موت کے وقت ہے۔ ایک قول ہے کہ بَرَقَ یَبْرُقُ کا مطلب ہے اس نے آنکھیں کھولیں اور پھاڑیں۔ ابوعبیدہ کہتے ہیں: راء پر زبر اور زیر دو لغات ہیں، معنیٰ ایک ہے۔

وَخَسَفَ الْقَمَرُ ۝: جمہور نے خَسَفَ میں خاء اور سین پر زبر پڑھی ہے، فاعل کی بناء پر۔ ابن ابی اسحاق، عیسیٰ، المرج، ابن ابی عبلہ اور ابوحیوۃ نے خاء پر پیش اور سین پر زیر پڑھی ہے، مفعول کی بناء پر، خَسَفَ الْقَمَرُ کا مطلب ہے: اس کی روشنی چلی گئی ہے، اب وہ نہیں لوٹے گی جیسے دنیا میں اس کے گرہن کے بعد لوٹتی تھی، ایک قول ہے کہ خَسَفَ کہتے ہیں۔ جب اس کی پوری روشنی چلی جائے اور کَسَفَ جب اس کی کچھ روشنی چلی جائے۔

وَجُمِعَ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ ۝: یعنی ان دونوں کی روشنی اکٹھی چلی گئی، جُمِعَتْ نہیں کہا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

گیا، کیونکہ یہ مونث مجازی ہے، یہ مبرد کا قول ہے۔ ابوعبیدہ کہتے ہیں: یہ مذکر کو مونث پر غالب کرنے کے لیے ہے۔ کسائی کہتے ہیں: یہ آگوں کو جمع کرنے کے معنیٰ پر محمول ہے۔ زجاج اور فراء کہتے ہیں: جُمِعَتْ نہیں کہا گیا، کیونکہ ان دونوں کو جمع کرنے کا معنی ان کی روشنی کا جانا ہے۔ ایک قول ہے کہ ان دونوں کا مغرب سے کالے، بے نور اور اندھیرے والے ہو کر اکٹھے طلوع ہونا ہے۔ عطاء کہتے ہیں: ان دونوں کو روزِ قیامت جمع کیا جائے گا، پھر یہ دونوں سمندر میں پھینکے جائیں گے، تو یہ دونوں اللہ کی بڑی آگ بن جائیں گے۔ ایک قول ہے کہ سورج اور چاند اکٹھے ہو جائیں گے وہاں دن اور رات کا آگے پیچھے آنا نہیں ہوگا۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے وَجُمِعَ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ پڑھا ہے۔

يَقُوْلُ الْاِنْسَانُ يَوْمَىِٕذٍ اَيْنَ الْمَفَرُّ ۚ: یعنی ان امور کے وقوع پر وہ کہے گا مفرّ یعنی فرار کہاں ہے۔ مفر مصدر بمعنی فرار ہے۔ فراء کہتے ہیں اس کا معنیٰ جائے فرار بھی ہو سکتا ہے، اسی سے شاعر کا قول ہے:

مكرّ مفر مقبل مدبر معا
كجلود صخر حطه السّيل من علِ

''اچھے حملے والا، اچھے فرار والا، اکٹھے آگے اور پیچھے ہونے والا ہے۔ جیسے بڑا پتھر ہے، جسے سیلاب نے اوپر سے گرایا ہو۔''

یعنی اس کافر اور کرا چھا ہے۔

كَلَّا لَا وَزَرَ ۝: یعنی کوئی پہاڑ نہیں اور نہ کوئی قلعہ اور نہ کوئی اللہ سے پناہ گاہ ہے، ابن جبیر کہتے ہیں: نہ کوئی پناہ گاہ اور نہ کوئی روک۔ لغت میں وَزَرٌ وہ قلعہ، پہاڑ وغیرہ ہے جس کی طرف انسان پناہ پکڑتا ہے، اسی سے طرفہ کا قول ہے:

ولقد تعلم بكر أننا
فاضلوا الرأى وفى الروع وَزَرٌ

''بکر (قبیلے) کو معلوم ہے کہ ہم فاضل رائے والے ہیں اور گھبراہٹ میں پناہ گاہ ہیں۔''

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کسی اور کا قول ہے:

لعمری ما للفتی من وزرٍ
من الموت یدرکه والکبر

”مجھے زندگی کی قسم! جوان کے لیے کوئی پناہ گاہ نہیں۔ موت سے جو اسے پہنچتی ہے اور بڑھاپے سے۔“

سُدی کہتے ہیں: جب وہ لوگ دنیا میں پریشان ہوتے پہاڑوں میں پناہ پکڑتے تھے، اللہ نے ان سے فرمایا: تمہارے پاس کوئی پہاڑ نہیں جو اس دن تمہیں مجھ سے بچائے گا۔

كَلَّا: حرفِ ردع ہے، یا یہ ماقبل کی نفی ہے، یا یہ حَقًّا کے معنیٰ میں ہے۔

اِلٰى رَبِّكَ يَوْمَئِذِ ۨ الْمُسْتَقَرُّ ﴿۱۲﴾: یعنی مرجع، منتہیٰ اور پہنچنے کی جگہ جس کے علاوہ کہیں نہیں جانا۔ ایک قول ہے کہ بندوں کے درمیان فیصلہ اسی کے اختیار میں ہے کسی اور کے پاس نہیں۔ ایک قول ہے کہ مُسْتَقَرّ وہاں جگہ پکڑنا ہے جہاں اسے جگہ دے۔

يُنَبَّؤُا الْاِنْسَانُ يَوْمَئِذٍۭ بِمَا قَدَّمَ وَ اَخَّرَ ﴿۱۳﴾: یعنی اسے روزِ قیامت اس کے اچھے اور بُرے عمل کی خبر دی جائے گی۔ قتادہ کہتے ہیں: جو نیک عمل کر لیا اور جو طاعت پیچھے چھوڑی اور اس پر عمل نہیں کیا۔ زید بن اسلم کہتے ہیں: جو اموال آگے بھیجے اور جو وارثوں کے لیے پیچھے چھوڑے۔ مجاہد کہتے ہیں: اپنے پہلے اور پچھلے عمل۔ ضحاک کہتے ہیں: جو فرض آگے بھیجے اور جو فرض پیچھے چھوڑے۔ قشیری کہتے ہیں: یہ خبر دینا روزِ قیامت وزن اعمال کے وقت ہوگا، جائز ہے کہ وقت موت ہو۔ قرطبی کہتے ہیں: پہلا معنیٰ زیادہ ظاہر ہے۔

بَلِ الْاِنْسَانُ عَلٰى نَفْسِهٖ بَصِيْرَةٌ ﴿۱۴﴾: انسان کی خبر سننے کی وجہ سے بصیرۃ پر رفع ہے اور عَلٰى نَفْسِهٖ بَصِيْرَةٌ کے متعلق ہے۔ اخفش کہتے ہیں: اس کو ہی بصیرت بنا دیا جیسے تم کسی شخص کو کہتے ہو: تم خود اپنے اوپر حجت ہو۔ ایک قول ہے معنیٰ یہ ہے کہ اس کے اعضاء اس کے عمل پر شہادت دیں گے، جیسے فرمایا: يَوْمَ تَشْهَدُ عَلَيْهِمْ اَلْسِنَتُهُمْ وَ اَيْدِيْهِمْ وَ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ اور فراء کا شعر پڑھا:

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

كأنّ على ذى العقل عينا بصيرة
بمقعده أو منظر هو ناظره

''گویا کہ عقل والے پر دو آنکھیں بصیرت والی ہیں۔ اس کے بیٹھنے کی جگہ پر، یا منظر پر جسے وہ دیکھنے والا ہے۔''

مفہوم یہ ہوگا کہ انسان کے اعضاء اس کے خلاف شاہد ہیں، ابوعبیدہ اور قتیبی کہتے ہیں: یہ باء جو بصیرہ میں ہے، اسے اہل اعراب باء مبالغہ کہتے ہیں، جیسے وہ علامہ کہتے ہیں۔ ایک قول ہے کہ بصیرۃ سے مراد وہ دو کاتب ہیں جو انسان کی خیر اور شر لکھتے ہیں، اس میں تاء تانیث کی ہوگی۔ حسن کہتے ہیں: وہ اپنی ذات کے عیوب دیکھنے والا ہے۔

وَّ لَوْ اَلْقٰى مَعَاذِيْرَهٗ ۝: یعنی گو کہ وہ عذر کرے اور اپنی طرف سے جھگڑا کرے اسے فائدہ نہ ہوگا۔ معاذیر اور معذرۃ کہا جاتا ہے۔ فراء کہتے ہیں: یعنی گو وہ عذر پیش کرے پس اس پر لازم ہے جس کا عذر وہ جھٹلائے۔ زجاج کہتے ہیں: معاذیرہ پردے ہیں، واحد معذار ہے، یعنی گو وہ پردے لٹکا لے، جن میں اپنے آپ کو چھپانے کا ارادہ کرے تو بھی اس کا نفس اس کے خلاف شاہد ہوگا، ضحاک اور سدی نے بھی ایسے ہی کہا ہے۔ پردے کو یمن کی زبان میں معذار کہا جاتا ہے، یہ مبرد کا قول ہے۔ اسی سے شاعر کا قول ہے:

ولكنّها ضنت بمنزل ساعة
علينا وأطّت يومها بالمعاذر

''اور لیکن اس نے ایک گھڑی ٹھہرنے میں بخل کیا۔ ہم پر اور سارا دن اس نے پردے پھیلا دیئے۔''

پہلا معنیٰ زیادہ مناسب ہے، یہی قول مجاہد، قتادہ، سعید بن جبیر، ابن زید، ابوالعالیہ اور مقاتل کا ہے، اسی طرح اللہ کا فرمان ہے: يَوْمَ لَا يَنْفَعُ الظّٰلِمِيْنَ مَعْذِرَتُهُمْ اور یہ فرمان بھی: وَلَا يُؤْذَنُ لَهُمْ فَيَعْتَذِرُوْنَ اور شاعر کا قول ہے:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فما حسن أن يعذر المرء نفسه
وليس له من سائر الناس عاذر

''نہیں اچھا کہ آدمی خود کا عذر بنائے، اس کے لیے سب لوگوں میں کوئی عذر دینے والا نہیں ہے۔''

لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ ﴿۱۶﴾: جب رسول اللہ ﷺ پر قرآن نازل ہوتا، تو حضرت جبریل علیہ السلام کے قراءت وحی سے فارغ ہونے سے پہلے آپ ﷺ اپنے ہونٹوں اور زبان کو قرآن کے ساتھ حرکت دیتے۔ آپ ﷺ کا شوق یہ تھا کہ آپ اسے حفظ کرلیں، تو یہ آیت اتری۔

یعنی آپ ﷺ القاء وحی پر قرآن کے ساتھ اپنی زبان کو حرکت نہ دیں تاکہ آپ اسے جلدی حاصل کرلیں، اس ڈر سے کہ آپ کے ذہن سے نکل جائے۔ اسی طرح اللہ کا فرمان ہے: وَلَا تَعْجَلْ بِالْقُرْاٰنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يُّقْضٰٓى اِلَيْكَ وَحْيُهٗ..... الآیہ

اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ: آپ کے سینے میں حتیٰ کہ اس کا کوئی حصہ آپ سے نہ جائے۔

وَقُرْاٰنَهٗ: یعنی اس کی قراءت کو آپ کی زبان پر ثابت کرنا۔ فراء کہتے ہیں: قراءت اور قرآن دونوں مصدر ہیں۔ قتادہ کہتے ہیں: فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ یعنی اس کے شرائع اور احکام۔

فَاِذَا قَرَاْنٰهُ: یعنی ہم حضرت جبریل کی زبان سے، آپ پر اس کی قراءت پوری کریں۔

فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ ﴿۱۸﴾: یعنی اس کی قراءت۔

ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ ﴿۱۹﴾: یعنی جو اس میں حلال وحرام ہے، اس کی تفسیر۔ اس کے مشکل کا بیان۔ زجاج کہتے ہیں: مفہوم یہ ہے کہ آپ ﷺ پر عربی قرآن نازل کرنا جس میں لوگوں کے لیے بیان ہے، یہ ہمارے ذمے ہے۔ ایک قول ہے کہ بے شک ہمارے ذمے لازم ہے کہ ہم اسے آپ کی زبان سے بیان کریں۔

كَلَّا بَلْ تُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَةَ ﴿۲۰﴾: حرف ردع ہے، جلدی سے، اور ترغیب ہے ٹھہراؤ کی، ایک قول ہے کہ ان کافر لوگوں کے لیے ردع (باز رکھنا) ہے، جو قرآن پر ایمان نہیں رکھتے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور اس کا بیان ہونا نہیں مانتے۔ عطاء کہتے ہیں کہ ابوجہل قرآن اور اس کے بیان پر ایمان نہیں رکھتا۔

اہل مدینہ اور کوفیوں نے بَلْ تُحِبُّوْنَ اور تَذَرُوْنَ کے دونوں فعلوں میں تاء پڑھی ہے، باقیوں نے ان دونوں میں یاء پڑھی ہے۔ پہلی قراءت کی بنیاد پر ان کے لیے خطاب ڈانٹ اور تنبیہ کے طور پر ہوگا۔ دوسری قراءت کی بنیاد پر یہ خطاب انسان کی طرف لوٹے گا بمعنی الناس کے۔ مطلب یہ ہے کہ تم دنیا سے محبت رکھتے ہو اور تم آخرت کو چھوڑتے ہو لہٰذا: تم اس کے لیے عمل نہیں کرتے۔ www.kitabosunnat.com

وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ ۝ : یعنی نرم، ملائم اور خوبصورت۔ کہا جاتا ہے: رونق والا درخت اور رونق والا باغ یعنی خوبصورت اور ملائم۔ نَضَارَةُ الْعَيْشِ زندگی کا حسن اور اس کی رونق ہے۔ واحدی کہتے ہیں: مفسرین کا قول ہے: روشن ہونے والے، ہنسنے والے اور چمکنے والے۔

اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ۝ : یہ نظر سے ہے، یعنی اپنے خالق اور معاملے کے مالک کی طرف دیکھنے والے، یعنی آنکھیں اس کی طرف دیکھیں گی۔ اس طرح جمہور اہل علم کا قول ہے۔ اس سے مراد وہ ہے جس کے متعلق متواتر صحیح احادیث مروی ہیں کہ بندے اپنے رب کی طرف روز قیامت دیکھیں گے، جیسے وہ چودھویں رات کے چاند کی طرف دیکھتے ہیں۔ ابن کثیر فرماتے ہیں: الحمدللہ اس بات پر صحابہ، تابعین اور اس امت کے سلف کا اتفاق ہے، جیسا کہ اس مسئلہ پر ائمہ اسلام اور لوگوں کو ہدایت دینے والوں کا بھی اتفاق ہے۔ مجاہد کہتے ہیں: یہاں نظر اللہ کے ہاں ثواب کے انتظار کے معنی میں ہے، اسی طرح عکرمہ سے بھی مروی ہے۔ ایک قول ہے کہ یہ صحیح طور پر صرف اکیلے مجاہد سے مروی ہے، ازہری کہتے ہیں: مجاہد کا قول خطاء ہے کیونکہ فلاں چیز کی طرف نظر کی، یہ انتظار کے معنی میں نہیں کہا جاتا۔ کسی کہنے والے کا کہنا: میں نے فلاں کی طرف دیکھا، اس کا مطلب صرف آنکھ سے دیکھنا ہی ہے، جب انتظار کا معنیٰ مراد ہو تو پھر نَظَرْتُهٗ کہا جاتا ہے۔ [1] جیسے شاعر کا قول ہے:

[1] یعنی اِلٰی کے ساتھ دیکھنے کے معنی میں ہے اور بغیر اِلٰی کے ہو تو پھر انتظار کا مفہوم ہوگا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فإنكما ان تنظر انى ساعة
من الدهر تنفعنى لدى أم جندب

''اگر تم دونوں مجھے کچھ وقت انتظار کا موقع دو، ام جندب کے ہاں مجھے فائدہ دے گا۔''

جب آنکھ سے دیکھنا مُراد ہو تو نَظَرْتُ اِلَيْه کہتے ہیں، جیسے شاعر نے کہا:

نظرت اليها والنجوم كأنها
مصابيح رهبان تشبّ لقفّال

''میں نے اس (محبوبہ) کی طرف دیکھا جبکہ ستارے گویا کہ راہبوں کے چراغ ہیں جو قافلوں کے لیے اونچی جگہ روشن کیے جاتے ہیں۔''

کسی اور کا قول ہے:

انى اليك لما وعدت لناظر
نظر الفقير الى الغنى الموسر

''میں تیری طرف تیرے وعدے پر ضرور دیکھنے والا ہوں۔ جیسے فقیر کی غنی مال دار پر نظر ہوتی ہے۔''

یعنی میں تجھے احتیاج کی نظر سے دیکھتا ہوں جیسے فقیر غنی کی طرف دیکھتا ہے، اس بارے میں اہل عرب کے اشعار اور کلمات بہت زیادہ ہیں۔ وُجُوْهٌ مبتداء ہے، اس سے ابتداء جائز ہے گو کہ یہ نکرہ ہو، کیونکہ مقام مقامِ تفصیل ہے۔ نَّاضِرَةٌ وُجُوْهٌ کی صفت ہے، يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ کا ظرف ہے، اگر یہ مقام مقامِ تفصیل نہ ہو تو نکرہ کی صفت اللہ کے فرمان: نَّاضِرَةٌ کے ساتھ، اس سے ابتداء کی گنجائش والی ہوگی، لیکن مقامِ تفصیل اکیلا ہی نکرہ سے ابتداء کی گنجائش رکھنے والا ہے۔

وَ وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ بَاسِرَةٌ ﴿۲۴﴾: یعنی تیوری چڑھی، غمزدہ اور پریشان۔ صحاح میں فرمایا: بَسَرَ الرَّجُلُ وَجْهَهُ بَسْرًا یعنی آدمی نے اپنے چہرے پر تیوری چڑھائی، سُدی کہتے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہیں: بَاسِرَةٌ یعنی متغیر۔ ایک قول ہے کہ زرد۔ یہاں چہروں سے مراد کفار کے چہرے ہیں۔

تَظُنُّ اَنْ يُّفْعَلَ بِهَا فَاقِرَةٌ ﴿۲۵﴾: فَاقِرَةٌ عظیم پریشانی ہے، فقرته الفاقرة کہتے ہیں جب تم اس کی کمر کی ہڈی توڑو۔ قتادہ کہتے ہیں: فاقرہ شر ہے۔ سُدی کہتے ہیں: ہلاکت۔ ابن زید کہتے ہیں: جہنم کا داخلہ۔ اصل فَاقِرَةٌ اونٹ کی ناک پر کسی لوہے سے یا آگ سے داغ دینا ہے حتیٰ کہ وہ ہڈی تک پہنچے، اصمعی نے بھی ایسے کہا ہے۔

اسی سے لوگ کہتے ہیں: اس پر فَاقِرَةٌ نے عمل کیا۔ نابغہ نے کہا:

أبى لى قبر لا يزال مقابلى

وضربة فأس فوق رأسى فاقرة

''میرے لیے قبر نے انکار کیا کہ وہ ہمیشہ میرے مقابل ہوگی۔ اور میرے سر کے اوپر کلہاڑے کی ضرب ایک ذلت ہے۔''

ابن جریر، ابن المنذر اور حاکم نے سعید بن جبیر سے نقل کیا ہے اور اسے صحیح کہا ہے، فرمایا: میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اللہ کے فرمان: لَآ اُقْسِمُ بِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ کے متعلق سوال کیا، فرمایا: تیرا رب اپنی مخلوق میں سے جس کی چاہے قسم کھائے۔ میں نے کہا: وَلَآ اُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ فرمایا: ملامت گر نفس۔ میں نے کہا: اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَلَّنْ نَّجْمَعَ عِظَامَهٗ ﴿۳﴾ بَلٰى قٰدِرِيْنَ عَلٰٓى اَنْ نُّسَوِّيَ بَنَانَهٗ ﴿۴﴾ فرمایا: اگر وہ چاہتا تو اس کے گدھے یا اونٹ کی طرح پاؤں جوڑ کر بنا دیتا۔ ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے ان سے اللَّوَّامَةِ کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: مذمت والا۔ عبد بن حمید اور ابن المنذر نے ان سے ہی نقل کیا ہے، فرمایا: جو خیر اور شر پر ملامت کرتا ہے، کہتا ہے: کاش میں نے یہ کیا ہوتا۔ ابن المنذر نے ان سے ہی نقل کیا ہے، فرمایا: جو کچھ چھوٹ گیا اس پر ندامت کا اظہار کرتا ہے اور اس پر ملامت کرتا ہے۔ ابن جریر نے ان سے ہی بَلْ يُرِيْدُ الْاِنْسَانُ لِيَفْجُرَ اَمَامَهٗ کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: ایک قدم چلتا ہے۔ ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے ان سے اس آیت کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: وہ کافر ہے جو حساب کو جھٹلاتا ہے۔ ابن جریر نے انہی سے آیت کے متعلق نقل کیا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے، فرمایا: یعنی آرزو۔ کہتا ہے: میں عمل کروں گا، پھر توبہ کروں گا۔ ابن ابی الدنیا نے ''ذم الامل'' میں اور بیہقی نے شعب الایمان میں ان سے آیت کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: گناہ آگے کرتا ہے اور توبہ پیچھے رکھتا ہے۔ فریابی، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، حاکم اور انہوں نے اسے صحیح کہا ہے اور بیہقی نے ان سے شعب الایمان میں نقل کیا ہے، بَلْ يُرِيْدُ الْاِنْسَانُ لِيَفْجُرَ اَمَامَهٗ فرمایا: میں عنقریب توبہ کرلوں گا۔ يَسْئَلُ اَيَّانَ يَوْمُ الْقِيٰمَةِ فرمایا: کہتا ہے: قیامت کا دن کب ہے؟ فرمایا: تو اس کی وضاحت کی فَاِذَا بَرِقَ الْبَصَرُ کے ساتھ۔ ابن جریر نے ان سے نقل کیا ہے، فرمایا: فَاِذَا بَرِقَ الْبَصَرُ سے مراد موت ہے۔

عبد بن حمید، ابن ابی الدنیا، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے اللہ کے فرمان لَا وَزَرَ کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: کوئی قلعہ نہیں۔ عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے اللہ کے فرمان لَا وَزَرَ کے متعلق حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے، فرمایا: نہ کوئی قلعہ اور نہ پناہ گاہ، ایک لفظ ہیں: نہ بچاؤ ایک اور لفظ ہیں: نہ کوئی پہاڑ۔ عبدالرزاق، عبد بن حمید، ابن جریر اور ابن المنذر نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے اللہ کے فرمان: يُنَبَّؤُا الْاِنْسَانُ يَوْمَئِذٍ بِمَا قَدَّمَ وَ اَخَّرَ کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: جو اس نے عمل آگے بھیجا اور جو طریقہ اچھا یا بُرا وہ پیچھے چھوڑ گیا جس پر بعد میں عمل کیا جاتا ہو۔ ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس طرح نقل کیا ہے۔ ابن جریر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے، فرمایا: جو معصیت اس نے آگے بھیجی اور جو طاعت پیچھے چھوڑی، اسے اس کی خبر دی جائے گی۔ عبدالرزاق، ابن جریر اور ابن المنذر نے مختلف سندوں سے، انہی سے اللہ کے فرمان: بَلِ الْاِنْسَانُ عَلٰى نَفْسِهٖ بَصِيْرَةٌ کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: وہ اکیلا ہی اپنے نفس کے خلاف گواہی دے گا۔ وَّ لَوْ اَلْقٰى مَعَاذِيْرَهٗ فرمایا: اگرچہ وہ عذر پیش کرے۔ ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے ان سے بَلِ الْاِنْسَانُ عَلٰى نَفْسِهٖ بَصِيْرَةٌ کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: اپنے سمع، بصر، ہاتھوں، پاؤں اور اپنے اعضاء کے خلاف۔ وَّ لَوْ اَلْقٰى مَعَاذِيْرَهٗ کے متعلق فرمایا: گو وہ اپنے کپڑوں سے الگ ہو جائے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بخاری، مسلم وغیرہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے، فرمایا: رسول اللہ ﷺ وحی کے نزول پر شدت برداشت فرماتے، اس کے ساتھ اپنی زبان اور ہونٹوں کو حرکت دیتے، اس خوف سے کہ وہ آپ سے نکل جائے یعنی محفوظ نہ ہو سکے، تو اللہ تعالیٰ نے لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ ﴿۱۶﴾ اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ نازل فرمایا، مطلب یہ ہے کہ اس کو آپ کے سینے میں جمع کرنا ہماری ذمہ داری ہے، پھر آپ ﷺ اسے پڑھیں گے، فَاِذَا قَرَاْنٰهُ جب ہم اسے آپ پر نازل کر دیں فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ تو اسے غور سے سنیں اور خاموش رہیں۔ ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ کہ ہم اسے آپ کی زبان سے بیان کریں، ایک لفظ ہیں: ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم اسے پڑھیں۔ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ جب حضرت جبریل علیہ السلام آتے تو خاموش رہتے، ایک لفظ ہیں: غور سے سنتے۔ جب وہ چلے جاتے، آپ ﷺ اسے پڑھتے جیسے اللہ نے آپ سے وعدہ فرمایا۔ ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے ان سے فَاِذَا قَرَاْنٰهُ کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: جب ہم اسے بیان کریں۔ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ فرمایا: اس پر عمل کریں۔ عبداللہ بن احمد نے زوائد الزہد میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے اللہ کے فرمان: كَلَّا بَلْ تُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَةَ کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: ان کے لیے دنیا نے اپنا شر اور خیر جلدی دے دیئے اور آخرت کو غائب کر دیا۔ ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: نرم۔ ابن المنذر، آجری نے الشریعۃ میں، لالکائی نے السنۃ میں اور بیہقی نے الرؤیۃ میں ان سے وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: یعنی ان کا حسن۔ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: وہ اپنے رب کے چہرے کی طرف دیکھیں گی۔

ابن مردویہ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے، کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ ﴿۲۲﴾ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ﴿۲۳﴾ وہ اپنے رب کی طرف بلا کیفیت دیکھیں گے، نہ کوئی محدود حد ہوگی اور نہ ہی کوئی صفت معلوم ہوگی۔

بخاری، مسلم وغیرہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے، کہتے ہیں: لوگوں نے کہا: یا رسول اللہ! کیا ہم روز قیامت اپنے رب کو دیکھیں گے؟ فرمایا: کیا تم سورج کو دیکھنے میں شک

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

رکھتے ہو جب اس کے سامنے بادل نہ ہوں؟ انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! نہیں۔ فرمایا: کیا تم چودھویں رات کے چاند کو دیکھنے میں شک رکھتے ہو جب اس کے سامنے بادل نہ ہوں؟ انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! نہیں۔ فرمایا: بے شک تم اسے روز قیامت اسی طرح دیکھو گے۔ بخاری، مسلم وغیرہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی اس طرح کی حدیث بھی نقل کی ہے۔ ہم پیچھے بتا آئے ہیں کہ رؤیت کی احادیث متواتر ہیں، ہم ان کے ذکر سے کتاب کو طوالت نہیں دیتے۔ یہ ایک مستقل کتاب میں آئیں گی، جس نے ان کی نفی کی ہے اور اسے بعید جانا ہے اس نے کسی مضبوط دلیل کو نہیں تھاما، نہ اللہ کی کتاب سے اور نہ اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے۔

ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ترمذی، ابن جریر، ابن المنذر، طبرانی، دارقطنی، حاکم، ابن مردویہ اور بیہقی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے، کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اہل جنت میں کم تر مرتبے والا وہ ہے جو اپنی جنتوں، ازواج، نعمتوں، خادموں اور تکیوں کو ایک ہزار برس کی مسافت تک دیکھے گا اور ان میں سے اللہ کے نزدیک معزز تر وہ ہے جو اس کے چہرے کو صبح اور شام دیکھے گا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ ۝ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ۝ پڑھا۔

اسے احمد نے مسند میں انہی سے ان الفاظ میں نقل کیا ہے، ان میں افضل مرتبے والا وہ ہے، جو اللہ کے چہرے کو ہر روز دو مرتبہ دیکھے گا۔

نسائی، دارقطنی نے اسے صحیح بھی کہا اور ابونعیم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے، کہتے ہیں: ہم نے کہا: یا رسول اللہ! کیا ہم اپنے رب کو دیکھیں گے؟ فرمایا: کیا تم سورج کو اس دن دیکھتے ہو جب بادل نہ ہوں؟ اور تم چاند کو اس رات دیکھتے ہو جب بادل نہ ہوں؟ ہم نے کہا: جی ہاں۔ فرمایا: تم عنقریب اپنے رب عزوجل کو دیکھو گے، حتیٰ کہ تم میں سے کسی کے ساتھ تمہارا رب کلام فرمائے گا، کہے گا: میرے بندے! کیا تو فلاں فلاں گناہ جانتا ہے، بندہ کہے گا: کیا تو نے مجھے وہ معاف نہیں فرما دیا۔ ارشاد ہوگا: میری مغفرت کی وجہ سے تُو تو یہاں تک پہنچا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

كَلَّآ إِذَا بَلَغَتِ التَّرَاقِيَ ﴿٢٦﴾ وَقِيلَ مَنْ ۜ رَاقٍ ﴿٢٧﴾ وَظَنَّ أَنَّهُ الْفِرَاقُ ﴿٢٨﴾ وَالْتَفَّتِ السَّاقُ
بِالسَّاقِ ﴿٢٩﴾ إِلَىٰ رَبِّكَ يَوْمَئِذٍ الْمَسَاقُ ﴿٣٠﴾ فَلَا صَدَّقَ وَلَا صَلَّىٰ ﴿٣١﴾ وَلَٰكِن كَذَّبَ وَتَوَلَّىٰ ﴿٣٢﴾ ثُمَّ
ذَهَبَ إِلَىٰ أَهْلِهِ يَتَمَطَّىٰ ﴿٣٣﴾ أَوْلَىٰ لَكَ فَأَوْلَىٰ ﴿٣٤﴾ ثُمَّ أَوْلَىٰ لَكَ فَأَوْلَىٰ ﴿٣٥﴾ أَيَحْسَبُ الْإِنسَانُ أَن
يُتْرَكَ سُدًى ﴿٣٦﴾ أَلَمْ يَكُ نُطْفَةً مِّن مَّنِيٍّ يُمْنَىٰ ﴿٣٧﴾ ثُمَّ كَانَ عَلَقَةً فَخَلَقَ فَسَوَّىٰ ﴿٣٨﴾ فَجَعَلَ
مِنْهُ الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ وَالْأُنثَىٰ ﴿٣٩﴾ أَلَيْسَ ذَٰلِكَ بِقَادِرٍ عَلَىٰ أَن يُحْيِيَ الْمَوْتَىٰ ﴿٤٠﴾

ہرگز نہیں، (وہ وقت یاد کرو) جب (جان) ہنسلیوں تک پہنچ جائے گی۔ اور کہا جائے گا کون ہے دم کرنے والا؟ اور وہ یقین کر لے گا کہ یقیناً یہ جدائی ہے۔ اور پنڈلی، پنڈلی کے ساتھ لپٹ جائے گی۔ اس دن تیرے رب ہی کی طرف روانگی ہے۔ سو نہ اس نے سچ مانا اور نہ نماز ادا کی۔ اور لیکن اس نے جھٹلایا اور منہ پھیرا۔ پھر اکڑتا ہوا اپنے گھر والوں کی طرف چلا۔ یہی تیرے لائق ہے، پھر یہی لائق ہے۔ پھر تیرے لائق یہی ہے، پھر یہی لائق ہے۔ کیا انسان گمان کرتا کہ اسے بغیر پوچھے ہی چھوڑ دیا جائے گا؟ کیا وہ منی کا ایک قطرہ نہیں تھا جو گرایا جاتا ہے۔ پھر وہ جما ہوا خون بنا، پھر اس نے پیدا کیا، پس درست بنا دیا۔ پھر اس نے اس سے دو قسمیں نر اور مادہ بنائیں۔ کیا وہ اس پر قادر نہیں کہ مردوں کو زندہ کر دے؟

ارشاد ہے: كَلَّآ یہ ڈانٹ اور تنبیہ ہے، یعنی بعید ہے کہ کافر روز قیامت پر ایمان لائے، پھر نئی بات کہی، فرمایا: إِذَا بَلَغَتِ التَّرَاقِيَ یعنی نفس یا روح تراقی تک پہنچے۔ یہ تَرْقُوَة کی جمع ہے، یہ نحر اور عاتق کے درمیان ہنسلی کی ہڈی ہے، نفس کے ہنسلی کی ہڈی تک پہنچنے سے کنایہ موت کے قریب ہونا ہے، اسی طرح اللہ کا فرمان: فَلَوْلَآ إِذَا بَلَغَتِ الْحُلْقُومَ بھی ہے، ایک قول ہے کہ كَلَّا کا معنیٰ حَقًّا ہے، یعنی جب ہنسلی تک پہنچ جائے تو پھر اللہ کی طرف جانا حق ہے، نزولِ موت کے وقت کے حال کی شدت سے انہیں نصیحت کرنا مقصود ہے۔ درید بن صمہ نے کہا:

و رُبّ كريهة دافعت عنهم
وقد بلغت نفوسهم التراقي

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''کتنی ہی تکلیف دہ باتیں، میں نے ان سے دور کر دیں اور ان کی جانیں ہنسلی کی ہڈیوں تک پہنچ گئی تھیں۔''

وَقِيْلَ مَنْ ۜ رَاقٍ ۙ: یعنی موت والے کے پاس موجود کوئی شخص کہتا ہے: کون ہے جو اسے دم کرے اور یہ اس کے دم سے شفاء پائے۔ قتادہ کہتے ہیں: تم اس کے لیے اطباء ڈھونڈھو، لیکن وہ اس کے لیے اللہ کے فیصلے کے آگے کچھ بھی فائدہ نہ دے سکیں گے، یہی ابوقلابہ کا قول ہے، اور اسی سے شاعر کا قول ہے:

هل للفتى من بنات الموت من واق

ام هل له من حمام الموت من راق

''کیا جوان کو موت کی سختیوں سے کوئی بچانے والا ہے۔ یا کیا، موت کے پیغامات سے اسے کوئی دم سے شفاء دینے والا ہے۔''

ابوالجوزاء کہتے ہیں: یہ رَقِیَ یَرْقٰی سے ہے، جب چڑھتا ہے، مطلب یہ ہے کہ اس کی روح لے کر آسمان کی طرف کون چڑھتا ہے، رحمت کے فرشتے یا عذاب کے فرشتے؟ ایک قول ہے کہ یہ بات موت کا فرشتہ کہے گا، اس کی وجہ یہ ہے کہ کافر کے نفس کے قریب جانا فرشتے پسند نہیں کرتے۔

وَّ ظَنَّ اَنَّهُ الْفِرَاقُ ۙ: یعنی جس کی روح ہنسلی کی ہڈی تک پہنچ جاتی ہے، اسے یقین ہو جاتا ہے کہ اب دنیا، اہل خانہ، مال اور اولاد سے جدائی ہوگی۔

وَالْتَفَّتِ السَّاقُ بِالسَّاقِ ۙ: یعنی اس پر وقتِ موت اس کی پنڈلی پنڈلی کے ساتھ مل جائے گی۔ جمہور مفسرین کا قول ہے کہ اس پر سختیاں پے در پے آئیں گی۔ حسن کہتے ہیں: وہ اس کی دو پنڈلیاں ہیں، جب وہ دونوں کفن میں ہوں گی، وہ اسے اٹھا نہ سکیں گی، حالانکہ وہ ان دونوں پر چلتا پھرتا تھا۔ ضحاک کہتے ہیں: اس پر دو شدید معاملے اکٹھے ہوں گے، لوگ اس کا جسم تیار کر رہے ہیں، فرشتے اس کی روح تیار کر رہے ہیں، ابن زید کا بھی یہی قول ہے۔ عرب کے لوگ سَاق کا ذکر بہت بڑی مصیبتوں اور عظیم تر آزمائشوں میں ہی کرتے ہیں، عرب

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

جنگ کے متعلق کہتے ہیں: اَلْحَرْبُ عَلٰی سَاقٍ۔ ایک قول ہے کہ پہلا سَاقٌ اس کی روح جسم سے نکلتے وقت کا عذاب ہے اور دوسرا سَاقٌ قبر سے اٹھنے اور مابعد کی سختیاں ہیں۔

اِلٰى رَبِّكَ يَوْمَئِذِ الْمَسَاقُ ﴿۳۰﴾: یعنی اس دن تیرے خالق کی طرف لوٹنا ہے، یہ بندوں کا جمع کر کے اللہ کی طرف چلایا جانا ہے۔

فَلَا صَدَّقَ وَلَا صَلّٰى ﴿۳۱﴾: یعنی اس نے رسالت کی تصدیق کی اور نہ ہی قرآن کی، نہ اس نے اپنے رب کے لیے نماز پڑھی، ضمیر اس انسان کی طرف لوٹ رہی ہے جو شروع سورت میں مذکور ہے۔ قتادہ کہتے ہیں: نہ اس نے اللہ کی کتاب کی تصدیق کی اور نہ اللہ کے لیے نماز پڑھی۔ ایک قول ہے کہ نہ وہ دل سے ایمان لایا اور نہ اپنے جسم کے ساتھ عمل کیا۔ کسائی کہتے ہیں: لَا لَمْ کے معنی میں ہے۔ اسی طرح اخفش نے کہا ہے۔ عرب کہتے ہیں: لَا ذَهَبَ مطلب ہے لَمْ يَذْهَبْ یہ کلام عرب میں مشہور بات ہے، اسی سے ہے:

ان تغفر اللهم تغفر جمًّا
وأيّ عبد لك لا ألمّا

"اے اللہ! اگر تو بخشے تو بڑے بڑے (گناہ) بخش دے۔ اور تیرا کون سا بندہ ہے جس نے چھوٹا گناہ نہیں کیا۔"

وَلٰكِنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى ﴿۳۲﴾: یعنی رسول کو اور اس کے لائے ہوئے پیغام کو جھٹلایا اور طاعت وایمان سے پھر گیا۔

ثُمَّ ذَهَبَ اِلٰى اَهْلِهٖ يَتَمَطّٰى ﴿۳۳﴾: یعنی اپنی چال میں اکڑ اور اس پر فخر کرتے ہوئے۔ ایک قول ہے کہ یہ مَطِيّ سے ماخوذ ہے، وہ سواری ہے، مفہوم یہ ہوگا کہ وہ مڑتے ہوئے چلتا ہے۔ ایک قول ہے کہ اس کی اصل عطّط ہے جس کا مطلب پھیلنا اور بوجھل ہونا ہے، یعنی وہ حق کی طرف بلانے والے سے بوجھل ہوتا ہے اور سستی کا اظہار کرتا ہے۔

اَوْلٰى لَكَ فَاَوْلٰى ﴿۳۴﴾ ثُمَّ اَوْلٰى لَكَ فَاَوْلٰى ﴿۳۵﴾: یعنی تجھ پر افسوس ہوا۔ اس کی اصل ہے کہ اللہ تجھے وہ دے جو تجھے ناپسند ہو۔ اس میں لازم زیادہ ہے جیسے رَدِفَ لَكُمْ میں ہے۔ یہ سخت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ڈانٹ ہے، لفظ کو تاکید کے لیے دہرایا گیا ہے، یعنی یہ تجھ پر دہرا کے ایک مرتبہ کے بعد دوسری مرتبہ آئے۔ واحدی کہتے ہیں: مفسرین نے کہا ہے: رسول اللہ ﷺ نے ابوجہل کا ہاتھ پکڑا، پھر فرمایا: اَوْلٰی لَكَ فَاَوْلٰی ابوجہل نے کہا: آپ مجھے کس چیز سے ڈراتے ہیں، آپ اور آپ کا رب دونوں میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے، کیونکہ اس وادی میں میں سب سے معزز تر ہوں، تو یہ آیت اتری، ایک قول ہے اس کا مطلب ہے "تیرے لیے بربادی ہو۔" اسی سے خنساء کا قول ہے:

هممتُ بنفسي كل الهموم
فأولى لنفسي أولى لها

"میں نے اپنے نفس کے لیے بہت سوچیں سوچ لیں، میرے نفس کے لیے جو بہتر ہے اس (محبوبہ) کے لیے بھی بہتر ہے۔"

اگر اس کو وَیْلٌ سے لیں تو یہ الٹ معنیٰ سے ہوگا، گویا کہ کہا جائے: کیا تیرے لیے بربادی ہے، پھر حرف معتل کو موخر کر دیا، ایک قول ہے کہ اس لفظ کو چار مرتبہ ذکر کرنے کا مقصد یہ ہے کہ تیرے لیے زندگی میں بربادی ہے، تیرے لیے مرنے پر بربادی ہے، تیرے لیے اٹھائے جانے کے دن بربادی ہے اور تیرے لیے اس دن بربادی ہے جب تو جہنم میں داخل ہوگا۔ ایک قول ہے کہ مذمت تیرے لیے زیادہ مناسب ہے اس کے ترک سے۔

ایک قول ہے، معنیٰ یہ ہے کہ تو اس عذاب کے زیادہ قریب اور حق دار ہے، یہ ثعلب کا قول ہے۔ اصمعی کہتے ہیں: اَوْلٰی کا مطلب کلامِ عرب میں ہلاکت کے قریب ہونا ہے۔ مبرد کہتے ہیں: گویا کہ فرماتا ہے: تو ہلاکت کا ذمہ دار ہوا، اور تو اس کے قریب ہوگیا، اس کی اصل وَلِیَ سے ہے جس کا مطلب قرب ہے، فراء نے شعر پڑھا:

فأولى أن يكون لك الولاء

"بہتر ہے کہ تیرے لیے دوستی یا حق ولاء ہو۔"

یعنی تیرے لیے قریب ہے، اور یہ بھی پڑھا:

أولى لمن هاجت له أن يكمدا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''قریب ہے جس پر وہ حملہ کرے کہ وہ سکڑ جائے۔''

اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَنْ يُّتْرَكَ سُدًى ﴿٣٦﴾: یعنی بے کار، اسے نہ حکم دیا جائے اور نہ روکا جائے، نہ اس کا حساب ہو اور نہ سزا ہو۔ سدی کہتے ہیں: اس کا مطلب بے کار ہے۔ اسی سے اِبل سُدًی ہیں، وہ اونٹ جو بلا چرواہے کے چرتے ہوں۔ ایک قول ہے کہ کیا وہ قبر میں ایسے چھوڑ دیا جائے گا اور اٹھایا نہیں جائے گا۔ اَلَمْ يَكُ نُطْفَةً مِّنْ مَّنِيٍّ يُّمْنٰى کا جملہ مستانفہ ہے، یعنی کیا یہ انسان منی کا ایک قطرہ نہ تھا جو رحم میں ڈالا جاتا ہے، منی کو منی گرانے کی وجہ سے کہا جاتا ہے۔ نُطْفَةٌ تھوڑا پانی ہے، نَطَفَ الْمَاءُ کہتے ہیں: جب پانی کا قطرہ نکلے۔ جمہور نے اَلَمْ يَكُ میں یاء پڑھی ہے کہ ضمیر انسان کی طرف لوٹے گی۔ حسن نے تاء پڑھی ہے کہ اس کی طرف التفات اسے ڈانٹنے کے لیے ہے۔ جمہور نے تُمْنٰى میں تاء پڑھی ہے کہ ضمیر نُطْفَةٌ کے لیے ہے۔ حفص، ابن محیصن، مجاہد اور یعقوب نے یاء پڑھی ہے کہ ضمیر مَنِيٍّ کے لیے ہوگی، یہ قراءت ابو عمرو سے بھی مروی ہے اور ابو حاتم نے بھی اسے اختیار کیا ہے۔

ثُمَّ كَانَ عَلَقَةً: یعنی نطفہ کے بعد علقہ تھا، یعنی خون۔ فَخَلَقَ یعنی اس کا نصیب بنایا کہ اسے پیدائش والا لوتھڑا کر دیا۔ فَسَوّٰى یعنی اسے برابر کیا اور اس کی پیدائش کو کامل کیا، نیز اس میں روح پھونکی۔ فَجَعَلَ مِنْهُ یعنی انسان سے حاصل ہوا، ایک قول ہے کہ منی سے۔ الزَّوْجَيْنِ یعنی انسان کی دو قسمیں۔ پھر اس کی وضاحت فرمائی اور ارشاد ہوا۔ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰى یعنی مرد اور عورت۔ اَلَيْسَ ذٰلِكَ یعنی کیا وہ ذات نہیں ہے جس نے اس کو نئے سرے سے بنایا اور اسے برابر کیا، یا اس پر قدرت پائی۔

بِقٰدِرٍ عَلٰٓى اَنْ يُّحْيِۦَ الْمَوْتٰى ﴿٤٠﴾: یعنی جسموں کو دوبارہ اس طرح بنائے جس طرح وہ دنیا میں تھے، دوبارہ بنانا پہلے بنانے سے آسان اور کم مشقت والا ہوتا ہے۔

جمہور نے بِقٰدِرٍ اور زید بن علی نے يَقْدِرُ فعل مضارع پڑھا ہے، جمہور نے يُّحْيِۦَ کو اَنْ کی وجہ سے نصب دے کر پڑھا ہے۔ طلحہ بن سلیمان اور فیاض بن غزوان نے اس پر تخفیف میں سکون پڑھا ہے، یا وصل کو وقف کے قائم مقام بنا کر جیسا کہ کئی جگہ گزر چکا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ابن ابی الدنیا، ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اللہ کے فرمان: وَقِيْلَ مَنْ رَاقٍ کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: اس کی جان نکالی جائے گی حتیٰ کہ جب ہنسلی کی ہڈی میں پہنچے گی، کہا جائے گا: اس کی روح کون لے کر اوپر جائے گا، رحمت کے فرشتے یا عذاب کے فرشتے؟ وَالْتَفَّتِ السَّاقُ بِالسَّاقِ یعنی اس پر دنیا اور آخرت مل جائے گی اور عذاب کے فرشتے کہ کون اسے لے جائے؟ عبد بن حمید نے ان سے اللہ کے فرمان: وَقِيْلَ مَنْ رَاقٍ کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: کوئی دم کرنے والا ہے جو دم کرے۔ ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے ان سے ہی وَالْتَفَّتِ السَّاقُ بِالسَّاقِ کے متعلق نقل کیا ہے، فرماتے ہیں: دنیا کے دنوں میں سے آخری دن اور آخرت کے دنوں میں سے پہلا دن، تو شدت کے ساتھ شدت مل جائے گی، سوائے اس کے جس پر اللہ رحم کر دے۔ ابن ابی حاتم نے ان سے ہی يَتَمَطّٰى کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: وہ اتراتا ہے۔

سعید بن منصور، عبد بن حمید، نسائی، ابن جریر، ابن المنذر، طبرانی، حاکم اور انہوں نے اسے صحیح کہا اور ابن مردویہ نے سعید بن جبیر سے نقل کیا ہے، فرمایا: میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سوال کیا کہ اَوْلٰى لَكَ فَاَوْلٰى، کیا ایسی بات ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوجہل سے اپنی طرف سے کہہ دی تھی یا اللہ نے آپ کو اس کا حکم فرمایا تھا؟ فرمایا: آپ نے اپنی طرف سے کہا تھا، پھر اللہ نے بھی یہ نازل فرما دیا۔ ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اَنْ يُّتْرَكَ سُدًى کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: بے کار۔

عبد بن حمید اور ابن الانباری نے بواسطہ صالح ابوالخلیل سے نقل کیا ہے، فرمایا: جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم اَلَيْسَ ذٰلِكَ بِقٰدِرٍ عَلٰٓى اَنْ يُّحْيِۦَ الْمَوْتٰى پڑھتے تو فرماتے: سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ وَبَلٰى۔

ابن مردویہ نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے، فرمایا: جب یہ آیت اَلَيْسَ ذٰلِكَ بِقٰدِرٍ عَلٰٓى اَنْ يُّحْيِۦَ الْمَوْتٰى نازل ہوئی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ وَبَلٰى۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ابن نجار نے اپنی تاریخ میں حضرت ابو امامہ سے نقل کیا ہے، انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا، جب اس آیت کو پڑھتے تو فرماتے: بَلٰى وَأَنَا عَلٰى ذٰلِكَ مِنَ الشَّاهِدِيْنَ۔

احمد، ابوداود، ترمذی، ابن المنذر، حاکم اور انہوں نے اسے صحیح کہا ہے، ابن مردویہ اور بیہقی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے، کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو تم میں سے وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ پڑھے اور آخر میں اَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَحْكَمِ الْحٰكِمِيْنَ پڑھے، اسے بَلٰى وَأَنَا عَلٰى ذٰلِكَ مِنَ الشَّاهِدِيْنَ کہنا چاہیے۔ اور جو لَآ اُقْسِمُ بِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ پڑھے اور آخر میں اَلَيْسَ ذٰلِكَ بِقٰدِرٍ عَلٰٓى اَنْ يُّحْيِۦَ الْمَوْتٰى پڑھے، تو اسے بَلٰى کہنا چاہیے۔ اور جو وَالْمُرْسَلٰتِ عُرْفًا پڑھے، وہ فَبِاَيِّ حَدِيْثٍۢ بَعْدَهٗ يُؤْمِنُوْنَ تک پہنچے، وہ کہے: اٰمَنَّا بِاللّٰهِ اس کی سند میں ایک راوی مجہول ہے۔

ابن المنذر اور ابن مردویہ نے حضرت جابر بن عبداللہ سے نقل کیا ہے، کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم لَآ اُقْسِمُ بِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ پڑھو اور تم اَلَيْسَ ذٰلِكَ بِقٰدِرٍ عَلٰٓى اَنْ يُّحْيِۦَ الْمَوْتٰى پر پہنچو تو بَلٰى کہو۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سورۃ الانسان (الدھر)

اس کی اکتیس آیات ہیں، جمہور کہتے ہیں: یہ مدنی ہے۔ مقاتل اور کلبی کہتے ہیں: یہ مکی ہے، نحاس نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ یہ مکہ میں نازل ہوئی ہے، ابن مردویہ نے حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما سے اس طرح نقل کیا ہے، اس بارے میں ایک قول ہے کہ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ تَنْزِيْلًا سے آخر سورت تک یہ مکی ہے اور اس سے قبل مدنی ہے۔

طبرانی، ابن مردویہ اور ابن عساکر نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے، فرماتے ہیں: حبشہ سے ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا، رسول اللہ ﷺ نے اس سے فرمایا: پوچھ اور سمجھنے کی کوشش کر۔ اس نے کہا: یا رسول اللہ! آپ کو ہم پر رنگوں میں، شکلوں میں اور نبوت میں فضیلت دی گئی ہے، آپ کا کیا خیال ہے کہ اگر میں آپ پر ایمان لے آؤں اور میں عمل بھی کروں جیسے آپ ایمان لائے اور عمل کرتے ہیں، کیا میں جنت میں آپ کے ساتھ ہوں گا؟ فرمایا: ہاں۔ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، جنت میں کالے آدمی کی سفیدی ایک ہزار برس کی مسافت سے دیکھی جائے گی۔ پھر فرمایا: جس نے لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه کہا، اس کا اللہ کے ہاں ایک عہد ہے۔ جس نے سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ کہا، اس کے لیے ایک لاکھ چوبیس ہزار نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔ اس پر یہ سورت هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ حِيْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ ..... وَّمُلْكًا كَبِيْرًا تک نازل ہوئی۔ حبشی نے کہا: میری آنکھیں جنت میں وہ کچھ دیکھیں گی جو آپ ﷺ کی آنکھیں دیکھیں گی؟ فرمایا: ہاں۔ وہ ناگہاں بیمار ہوا اور اس کی روح نکل گئی، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ اُسے اپنے ہاتھوں سے قبر میں اتار رہے تھے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

امام احمد نے الزہد میں محمد بن مطرف سے نقل کیا ہے، کہتے ہیں مجھے ایک ثقہ آدمی نے خبر دی ہے کہ ایک کالا آدمی رسول اللہ ﷺ سے سُبْحَانَ اللّٰہ اور لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کے متعلق سوال کیا کرتا تھا، حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا: تم رسول اللہ سے بہت سوال کرتے ہو، آپ ﷺ نے فرمایا: عمر! رکو۔ اور نبی ﷺ پر هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ حِيْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ نازل ہوئی، حتیٰ کہ جب جنت کا ذکر آیا، اس کالے آدمی نے ایک آہ بھری جس سے اس کی روح نکل گئی، نبی ﷺ نے فرمایا: یہ جنت کے شوق میں وفات پا گیا ہے، اس طرح کی روایت ابن وہب نے ابن زید سے مرفوع اور مرسل بیان کی ہے۔

احمد، ترمذی نے اسے حسن بھی کہا، ابن ماجہ، ابن منیع، ابو الشیخ نے العظمۃ میں، حاکم نے اسے صحیح بھی کہا اور ضیاء نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے، کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ سورت پڑھی، حتیٰ کہ اسے ختم کر دیا، پھر فرمایا: بے شک میں دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے، میں سنتا ہوں جو تم نہیں سنتے، آسمان نے آواز دی اور حق ہے کہ وہ آواز دے، اس میں کہیں چار انگلیوں کی جگہ بھی خالی نہیں ہے، مگر وہاں ایک فرشتہ اپنی پیشانی رکھے اللہ کو سجدہ کرنے والا ہے، اللہ کی قسم اگر تم جان لو جو میں جانتا ہوں تو تم ضرور کم ہنسو گے اور تم ضرور زیادہ روؤ گے، تم بستروں پر عورتوں سے لذت نہ اٹھاؤ گے اور تم اللہ کے آگے عاجزی کرتے ہوئے اونچی جگہوں کی طرف ضرور نکل جاؤ گے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○ هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ حِيْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُنْ شَيْـًٔا مَّذْكُوْرًا ① اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ ۖ نَّبْتَلِيْهِ فَجَعَلْنٰهُ سَمِيْعًا بَصِيْرًا ② اِنَّا هَدَيْنٰهُ السَّبِيْلَ اِمَّا شَاكِرًا وَّ اِمَّا كَفُوْرًا ③ اِنَّا اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ سَلٰسِلَا۠ وَ اَغْلٰلًا وَّ سَعِيْرًا ④ اِنَّ الْاَبْرَارَ يَشْرَبُوْنَ مِنْ كَاْسٍ كَانَ مِزَاجُهَا كَافُوْرًا ⑤ عَيْنًا يَّشْرَبُ بِهَا عِبَادُ اللّٰهِ يُفَجِّرُوْنَهَا تَفْجِيْرًا ⑥ يُوْفُوْنَ بِالنَّذْرِ وَيَخَافُوْنَ يَوْمًا كَانَ شَرُّهٗ مُسْتَطِيْرًا ⑦ وَ يُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّ يَتِيْمًا وَّ اَسِيْرًا ⑧ اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ لَا نُرِيْدُ مِنْكُمْ جَزَآءً وَّ لَا شُكُوْرًا ⑨ اِنَّا نَخَافُ مِنْ رَّبِّنَا يَوْمًا عَبُوْسًا قَمْطَرِيْرًا ⑩ فَوَقٰىهُمُ اللّٰهُ شَرَّ ذٰلِكَ الْيَوْمِ وَ لَقّٰىهُمْ نَضْرَةً

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وَّسُرُوْرًا ﴿۱۱﴾ وَجَزٰىهُمْ بِمَا صَبَرُوْا جَنَّةً وَّحَرِيْرًا ﴿۱۲﴾

اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔ کیا انسان پر زمانے میں سے کوئی ایسا وقت گزرا ہے کہ وہ کوئی ایسی چیز نہیں تھا جس کا (کہیں) ذکر ہوا ہو؟ بلاشبہ ہم نے انسان کو ایک ملے جلے قطرے سے پیدا کیا، ہم اسے آزماتے ہیں، سو ہم نے اسے خوب سننے والا، خوب دیکھنے والا بنا دیا۔ بلاشبہ ہم نے اسے راستہ دکھا دیا، خواہ وہ شکر کرنے والا بنے اور خواہ ناشکرا۔ یقیناً ہم نے کافروں کے لیے زنجیریں اور طوق اور بھڑکتی ہوئی آگ تیار کی ہے۔ بلاشبہ نیک لوگ ایسے جام سے پئیں گے جس میں کافور ملا ہوا ہوگا۔ وہ ایک چشمہ ہے جس سے اللہ کے بندے پئیں گے، وہ اسے بہا کر لے جائیں گے، خوب بہا کر لے جانا۔ جو اپنی نذر پوری کرتے ہیں اور اس دن سے ڈرتے ہیں جس کی مصیبت بہت زیادہ پھیلی ہوئی ہوگی۔ اور وہ کھانا کھلاتے ہیں اس کی محبت پر مسکین اور یتیم اور قیدی کو۔ (اور کہتے ہیں) ہم تو صرف اللہ کے چہرے کی خاطر تمھیں کھلاتے ہیں، نہ تم سے کوئی بدلہ چاہتے ہیں اور نہ شکریہ۔ یقیناً ہم اپنے رب سے اس دن سے ڈرتے ہیں جو بہت منہ بنانے والا، سخت تیوری چڑھانے والا ہو گا۔ پس اللہ نے انھیں اس دن کی مصیبت سے بچا لیا اور انھیں انوکھی تازگی اور خوشی عطا فرمائی۔ اور انھیں ان کے صبر کرنے کے عوض جنت اور ریشم کا بدلہ عطا فرمایا۔

واحدی نے مفسرین اور علم المعانی والوں سے نقل کیا ہے کہ هَلْ یہاں پر قَدْ کے معنیٰ میں ہے، استفہام والا نہیں ہے، یہی قول سیبویہ، کسائی، فراء اور ابوعبیدۃ کا ہے۔ فراء کہتے ہیں: هَلْ کبھی انکار والا ہوتا ہے اور کبھی خبر والا ہوتا ہے، یہ خبر والا ہے، کیونکہ هَلْ اَعْطَيْتُكَ کا مطلب ہے کہ آپ اسے پکا بتا رہے ہیں کہ آپ نے اسے دیا ہے۔ جَحَدْ یہ ہوتا ہے کہ آپ کہیں: اس طرح کا کام کوئی نہیں کر سکتا، ایک قول ہے کہ یہ اگرچہ قَدْ کے معنیٰ میں ہے لیکن اس میں استفہام ہے، اصل عبارت ہے: هَلْ اَتٰى مطلب ہے۔ اَقَدْ اَتٰى۔ استفہام ثابت اور قریب کرنے کے لیے ہے۔ یہاں انسان سے مُراد حضرت آدم علیہ السلام ہیں، یہ قتادہ، ثوری، عکرمہ، سُدی وغیرہم کا قول ہے۔

www.kitabosunnat.com

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حِيْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ: ایک قول چالیس سال ہے، اس میں روح پھونکنے سے پہلے۔ ایک قول ہے کہ وہ چالیس برس مٹی رہا، پھر چالیس برس حَمَاءٌ مَسْنُوْنٌ رہا، پھر چالیس برس صلصال رہا، تو اس کی تخلیق ایک سو بیس برس بعد پوری ہوئی۔ ایک قول ہے کہ یہاں مذکور حِيْنٌ کی مقدار معروف نہیں۔ ایک قول ہے کہ الْإِنْسَانِ سے مراد بنو آدم ہیں اور حِيْنٌ سے مراد مدت حمل ہے، جملہ لَمْ يَكُنْ شَيْئًا مَّذْكُوْرًا، الْإِنْسَانِ سے حال کے طور پر محل نصب میں ہے، یا حِيْنٌ کی صفت بن کر محل رفع میں ہے۔ فراء، قطرب اور ثعلب کہتے ہیں کہ وہ مصور جسم تھا، تراب اور طین سا بنا ہوا، لیکن مذکور، معروف اور معلوم نہ تھا کہ اس کا نام کیا ہے اور نہ اس کا مقصود معلوم تھا۔ پھر اس میں روح پھونکی گئی تو وہ مذکور ہو گیا۔ یحییٰ بن سلام کہتے ہیں: وہ مخلوق میں مذکور چیز نہیں تھا گو وہ اللہ کے ہاں ایک مذکور چیز تھا، ایک قول ہے کہ یہاں ذکر سے مراد خبر دینا نہیں ہے، کیونکہ رب کا کائنات کی خبر دینا قدیم ہے، بلکہ وہ ذکر بمعنی اعزاز و شرف کے ہے، جیسے فرمایا: وَإِنَّهُ لَذِكْرٌ لَّكَ وَلِقَوْمِكَ قتیبی کہتے ہیں، مخلوق کے لیے مذکور نہیں تھا گو کہ اللہ پاک کے لیے مذکور تھا۔ فراء کہتے ہیں: وہ چیز تھا لیکن مذکور نہیں تھا۔ تو نفی کی توجہ قید کی طرف ہے۔ ایک قول ہے کہ زمانے گزرے اور آدم کوئی چیز نہ تھا، نہ مخلوق تھا اور نہ کسی مخلوق کے ہاں مذکور تھا۔ مقاتل کہتے ہیں: کلام میں تقدیم و تاخیر ہے، مقدر عبارت یہ ہے: کیا اس پر ایک زمانہ آیا ہے کہ وہ مذکور چیز نہیں تھا کیونکہ اس کی پیدائش تمام مخلوقات کی پیدائش کے بعد ہوئی ہے، اس کے بعد کوئی حیوان پیدا نہیں کیا گیا۔

إِنَّا خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ: یہاں انسان سے مراد ابن آدم ہے، قرطبی کہتے ہیں: اس بات میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ نطفہ: قطرے والا پانی ہے، جو کہ منی ہے، جو بھی تھوڑا پانی کسی برتن میں ہو وہ نطفہ ہے، اس کی جمع نطف ہے۔

أَمْشَاجٍ: نطفہ کی صفت ہے، یہ مشج یا مشیج کی جمع ہے، یہ اخلاط کو کہتے ہیں، اصل مقصود مرد کا نطفہ، عورت کا نطفہ اور ان دونوں کا ملنا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اس کا اس کے ساتھ مشج ہوا تو یہ ممشوج ہو گیا، یعنی یہ اور وہ ملے اور مخلوط ہو گئے، مبرد کہتے ہیں: مشج یمشج کا مقصود اختلاط ہے،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یہاں نطفہ کا خون کے ساتھ ملنا مقصود ہے، روبۃ بن العجاج نے کہا:

یطرحن کل معجل نشاج

لم یکس جلدا من دم امشاج

''وہ پھینکتی ہیں ہر جلدی والے، رونے والے کو، جسے خون کے امشاج کی جلد نہیں پہنائی گئی۔''

فراء کہتے ہیں: مرد اور عورت کے پانی، خون اور علقہ کا ملنا امشاج ہے، مشج ہذا کہتے ہیں جب مل جائے۔ ایک قول ہے کہ سفیدی میں سرخی اور سرخی میں سفیدی امشاج ہے، قرطبی کہتے ہیں: اس قول کو اکثر اہل لغت اختیار کرتے ہیں، ہذلی نے کہا:

کأن الریش والفوقین منه

خلاف النصل سیط به مشیج

''گویا پر اور اس کے دونوں کنارے، تیر کے خلاف، اس کے ساتھ مشیج ملایا گیا ہے۔''

اس کی وجہ یہ ہے کہ مرد کا پانی سفید گاڑھا ہوتا ہے، عورت کا پانی پتلا زرد ہوتا ہے، ان دونوں سے بچہ پیدا ہوتا ہے۔ ابن سکیت کہتے ہیں: امشاج اخلاط ہیں، کیونکہ مختلف انواع سے مل کر بنتی ہیں، اسی سے مختلف طبیعتوں والے انسان پیدا ہوتے ہیں۔ ایک قول ہے کہ امشاج مفرد لفظ ہے جیسے بُرْمَة اَعْشَارْ ہے، اس کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ یہ نُطْفَةٍ کی صفت واقع ہو رہا ہے۔

نَّبْتَلِيهِ کا جملہ محل نصب میں ہے، خَلَقْنَا کے فاعل سے حال ہو کر۔ یعنی اس کی آزمائش کا ارادہ کرنے والے، جائز ہے کہ الْإِنسَانَ سے حال ہو، مطلب ہے کہ ہم خیر، شر اور تکلیف کے ساتھ اسے آزمائیں گے۔ فراء کہتے ہیں: اس کا معنیٰ ہے: فَجَعَلْنَاهُ سَمِيعًا بَصِيرًا ہم اس کو آزماتے ہیں۔ واللہ اعلم

یہ پہلے ہے لیکن اس کا معنی بعد میں ہے، کیونکہ آزمائش تخلیق مکمل ہونے کے بعد ہی ہو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سکتی ہے۔ اس بنیاد پر یہ حال مقدر ہوگا، ایک قول ہے کہ ساتھ ملنے والا ہے، ایک قول ہے کہ ابتلاء کا مطلب استعارۃ کے طور پر ایک حال سے اس کا دوسرے حال منتقل ہونا ہے، پہلا معنیٰ زیادہ مناسب ہے۔

پھر اللہ پاک نے وہ چیز ذکر کی جو عطاء فرما کر ہی اس کی ابتلاء درست ہو سکتی ہے، لہٰذا فرمایا: اِنَّا هَدَيْنٰهُ السَّبِيْلَ اِمَّا شَاكِرًا وَّ اِمَّا كَفُوْرًا یعنی ہم نے اس پر واضح کر دیا، اسے ہدایت و گمراہی اور خیر و شر کا راستہ کھول کر بتا دیا، جیسے فرمایا: وَهَدَيْنٰهُ النَّجْدَيْنِ۔ مجاہد کہتے ہیں: یعنی ہم نے سعادت و شقاوت کی راہ اسے دکھا دی ہے۔ ضحاک، سُدی اور ابوصالح کہتے ہیں: یہاں راہ سے مُراد رحم سے انسان کا نکلنا ہے، ایک قول ہے کہ اس کے منافع اور اس کے نقصانات جن کی طرف وہ اپنی فطرت اور عقل کے ساتھ راہ پاتا ہے، شَاكِرًا اور كَفُوْرًا پر نصب هَدَيْنٰهُ کے مفعول سے حال کے طور پر ہے یعنی ہم نے اس کے لیے دونوں حالتوں میں راہ پر چلنا ممکن کر دیا۔ ایک قول ہے کہ سَبِيْلَ سے حال کے طور پر مجازاً منصوب ہے، یعنی ہم نے اسے راہ کی پہچان کرائی، یا شاکر والے کی راہ یا ناشکرے کی راہ۔ کسی نے کوفیوں سے نقل کیا ہے کہ فَاِمَّا میں اِنْ شرطیہ ہے جس کے بعد مَا بڑھا دیا گیا ہے، یعنی ہم نے ان کے لیے راستہ واضح کر دیا ہے، انسان شکر کرے یا کفر کرے۔ اس میں مقدر عبارت یوں ہوگی کہ ہم نے اگر اسے شاکر پیدا کیا ہے تو شکر گزار ہے اور اگر اسے کافر پیدا کیا ہے تو وہ ناشکرا ہے، یہ جمہور کی قراءت کے مطابق اِمَّا شَاكِرًا وَّ اِمَّا كَفُوْرًا میں اِنْ کے ہمزہ پر زیر پڑھنے سے ہے۔ ابوالسماک اور ابوالعجاج نے اس پر زبر پڑھی ہے، زبر میں یا تو یہ عاطفہ ہے بعض عرب کی لغت کے مطابق، یا یہ تفصیلیہ ہے اور اس کا جواب مقدر ہے۔ ایک قول ہے کہ شَاكِرًا اور كَفُوْرًا کو نصب کان مضمر سمجھ کر دیا گیا ہے، عبارت مقدر یوں ہوگی: برابر ہے وہ شاکر ہو یا ناشکرا ہو۔

پھر اللہ پاک نے جو کچھ کافروں کے لیے تیار کیا ہے، اس کے ذکر میں فرمایا: اِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ سَلٰسِلَا۠ وَ اَغْلٰلًا وَّ سَعِيْرًا نافع، کسائی اور ابوبکر نے عاصم سے اور ہشام نے ابن عامر سے سَلٰسِلَا۠ کی قراءت تنوین کے ساتھ رکھی ہے۔ قنبل نے ابن کثیر سے وقف بیان کیا ہے،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حمزہ نے بغیر الف پڑھا ہے، باقیوں نے الف کو وقف کے ساتھ پڑھا ہے، جس نے تنوین کے ساتھ سلاسل کو پڑھا ہے حالانکہ یہ منتہی الجموع کا صیغہ ہے تو وہ توجیہ بیان کرتے ہیں کہ ان کا اس سے مقصود تناسب ہے کیونکہ اس سے پہلے اِمَّا شَاكِرًا وَّ اِمَّا كَفُوْرًا ہے اور اس کے بعد وَاَغْلٰلًا وَّ سَعِيْرًا تنوین والے ہیں، یا ان لوگوں کی لغت کے مطابق جو ہر غیر منصرف کو منصرف پڑھ لیتے ہیں۔ جیسا کہ کسائی وغیرہ نے بعض عرب کوفیوں سے یہ ذکر کیا ہے۔ اخفش کہتے ہیں: ہم نے عرب سے سنا ہے کہ وہ ہر غیر منصرف کو منصرف پڑھ لیتے ہیں۔ کیونکہ اسماء میں اصل منصرف ہونا ہے، اور غیر منصرف تو ان میں کسی عارضہ کی وجہ سے ہوتا ہے۔ فراء کہتے ہیں: یہ ان لوگوں کی لغت کے مطابق ہے جو تمام اسماء پر جر دے دیتے ہیں، سوائے ھو اظرف منك کے اس کو وہ جر نہیں دیتے، ابن الانباری نے اس بارے میں عمرو بن کلثوم کا شعر پڑھا:

كأن سيوفنا فينا وفيهم
مخاريق بأيدى لاعبينا

''گویا ہماری تلواریں، ہم میں اور ان میں، کھیلنے والے کپڑے ہیں جو کھلاڑیوں کے ہاتھوں میں ہیں۔''

اسی سے شاعر کا قول ہے:

و اذا الرجال رأوا يزيد رأيتهم
خضع الرقاب نواكس الابصار

''اور لوگ جب یزید کو دیکھتے ہیں، تو انہیں دیکھے گا، گردنیں جھکی ہوئیں اور نگاہیں نیچے کی ہوئیں۔''

اس میں نواکس کی سین پر زیر پڑھنی ہے، لبید کا قول ہے:

وجزور أيسار دعوت لحتفها
بمغاليق متشابه أجسامها

''اور قصابوں کے اونٹ کہ میں نے اُن کی موت کے لیے بلایا، بڑے تالوں کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ساتھ، اُن کے اجسام ایک دوسرے کے مشابہ ہیں۔"

اور اسی کا قول ہے:

فضلا وذو كرم يعين على الندى

سمح كسوب رغائب غنامها

"فضل ہے اور کرم والا، سخاوت پر مدد دیتا ہے۔ سخی، بہت اچھائیاں کمانے والا، بہت غنیمتوں والا ہے۔"

ایک قول ہے کہ تنوین مکی، مدنی اور کوفی مصاحف (قرآنوں) کے رسم الخط کی موافقت میں ہے، ان میں الف ہوتا ہے، ایک قول ہے کہ یہ تنوین مطلق حرف سے بدل ہے۔ اور وصل وقف کے قائم مقام ہے۔ اَلسَّلَاسِلُ کے متعلق اختلاف اور اس کی تفسیر گزر چکی ہے کہ آیا یہ بیڑیاں ہیں یا جو گلے میں (طوق) ڈالے جاتے ہیں، جیسے شاعر کے قول میں ہے:

ولكن احاطت بالرقاب السلاسل

"اور لیکن گردنوں کو سلاسل نے گھیرا ہوا ہے۔"

اَغْلَالُ جمع ہے، اس کا واحد غلّ ہے، وہ چیز جس کے ساتھ ہاتھ گردنوں کی طرف باندھے جائیں۔ سَعِیْرًا بہت جلنے کو کہتے ہیں۔ سَعِیْر کی تفسر گزر چکی ہے۔ پھر اللہ پاک نے وہ ذکر فرمایا جو شاکرین کے لیے تیار کیا ہے، لہٰذا فرمایا: اِنَّ الْاَبْرَارَ یَشْرَبُوْنَ مِنْ کَاْسٍ. الابرار اطاعت، اخلاص اور سچ والے، یہ بَرّ یا بَارّ کی جمع ہے۔ صحاح میں ہے کہ برّ کی جمع ابرار ہے اور بَارّ کی جمع بَرَرَۃٌ ہے، فُلَانٌ یَبَرُّ وَ یَبْرُرُہٗ کا مطلب ہے کہ فلاں اپنے خالق کی فرمانبرداری کرتا ہے، حسن فرماتے ہیں: اَلْبَرّ وہ ہے جو چیونٹی کو بھی تکلیف نہ دے۔ قتادہ کہتے ہیں: ابرار وہ ہیں جو اللہ کا حق ادا کرتے ہیں اور نذر کو پورا کرتے ہیں۔ کَاْس لغت میں ایسا برتن ہے جس میں پینے کی چیز ہو۔ اگر اس میں پینے کی چیز نہ ہو تو اس کا نام کَاْس نہیں ہوگا۔ اس کو شیشے کے ساتھ خاص کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے، یہ شیشے، سونے، چاندی، چینی وغیرہ کا ہو سکتا ہے، عرب کے پیالے مختلف اجناس کے ہوتے تھے، کبھی کَاْس کا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اطلاق شراب پر بھی ہوتا ہے، جیسے شاعر کے قول میں ہے:

وكأس شربت على لذة
وأخرى تداويت منها بها

''اور شراب جسے میں نے لذت پر پیا تھا، اور دوسری جس کے ساتھ میں نے اس کا علاج کیا تھا۔''

كَانَ مِزَاجُهَا كَافُوْرًا: یعنی اس کے ساتھ ملے گا اور گھل مل جائے گا، مزجه یمزجه مزجا کا مطلب خلطه یخلطه خلطا ہوتا ہے، اسی سے شاعر کا قول ہے:

كأن سبيئة من بيت رأس
كان مزاجها عسل وماء

''بیت راس سے بھیجی گئی رات کی شراب گویا کہ شہد اور پانی سے اس کا ملاپ ہے۔''

اور عمرو بن کلثوم کا قول ہے:

مددت الكأس عنا أم عمرو
وكان الكاس مجراها اليمينا
معتقة كأن الحصّ فيها
اذا ما الماء خالطها سخينا

''ام عمرو نے ہم سے شراب روک دی، شراب کا چلنا تو دائیں ہاتھ تھا۔ پرانی عمدہ شراب میں گویا زعفران ہے، جب اس میں پانی نہ ملے وہ گرم ہے۔''

اسی سے بدن کا مزاج ہے، یعنی جو خلطیں اس کے ساتھ ملتی ہیں۔ کافُوْر کے متعلق ایک قول ہے کہ یہ جنت میں ایک چشمہ ہے جسے کافور کہا جاتا ہے، جنت کی شراب اس چشمے کے پانی کے ساتھ ملائی جاتی ہے۔ قتادہ اور مجاہد کہتے ہیں: اسے ان کے لیے کافور کے ساتھ ملایا جائے گا اور ان کے لیے اس پر کستوری کی مہر لگائی جائے گی۔ عکرمہ کہتے ہیں: اس کا مزاج اس کا ذائقہ ہے۔ ایک قول ہے کہ کافور اس کی خوشبو میں ہوگا، اس کے ذائقے میں نہیں ہوگا۔ ایک

www.kitabosunnat.com
'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

قول ہے کہ کافور سے مراد اس کی سفیدی اس کی خوشبو کی عمدگی اور اس کی ٹھنڈک ہے، کیونکہ کافور پیا نہیں جاتا۔ جیسے اللہ کا فرمان ہے: حَتّٰٓى اِذَا جَعَلَهٗ نَارًا یعنی آگ کی طرح کر دیا۔ ابن کیسان کہتے ہیں: اس کی خوشبو، مشک، کافور اور زنجبیل ہوگی۔ مقاتل کہتے ہیں: یہ دنیا والا کافور نہیں ہے، اللہ نے اپنے ہاں کی چیزوں کے نام تمہارے ہاں کی چیزوں کے ساتھ رکھے ہیں تاکہ دل اسے سمجھ سکیں۔ جملہ كَأْسٍ کی صفت محل جر میں ہے۔[1] ایک قول ہے کہ كَانَ یہاں زیادہ ہے، عبارت اس طرح ہوگی: مِنْ كَأْسٍ كَانَ مِزَاجُهَا كَافُوْرًا۔

عَيْنًا يَّشْرَبُ بِهَا عِبَادُ اللّٰهِ: عَيْنًا پر نصب اس لیے ہے کہ یہ كَافُوْرًا سے بدل ہے، کیونکہ اس کا پانی کافور کی سفیدی میں ہے۔ مکی کہتے ہیں: یہ مِنْ كَأْسٍ کے محل سے بدل ہے، مضاف کو محذوف کر کے، گویا کہ کہا گیا: يَشْرَبُوْنَ خَمْرًا خَمْرَ عَيْنٍ۔ ایک قول ہے کہ یہ منصوب ہے اس لیے کہ یہ يَشْرَبُوْنَ کا مفعول ہے یعنی عَيْنًا مِنْ كَأْسٍ۔ ایک قول ہے کہ یہ اختصاص کی وجہ سے منصوب ہے، یہ اخفش کا قول ہے۔ ایک قول ہے کہ یہ ایک فعل کو پوشیدہ مان کر منصوب ہے، جس کی تفسیر اس کے بعد والا جملہ کرتا ہے، یعنی يَشْرَبُوْنَ عَيْنًا يَشْرَبُ بِهَا عِبَادُ اللّٰهِ، پہلا زیادہ مناسب ہے۔ جملہ يَشْرَبُ بِهَا عِبَادُ اللّٰهِ، عَيْنًا کی صفت ہوگا۔ ایک قول ہے کہ يَشْرَبُ بِهَا کی باء زائدہ ہے۔ ایک قول ہے کہ یہ مِنْ کے معنی میں ہے، یہ زجاج کا قول ہے۔ اس کی تائید ابن ابی عبلہ کی قراءت يَشْرَبُهَا عِبَادُ اللّٰهِ بھی کرتی ہے۔ ایک قول ہے کہ یشرب کا مطلب وہ لذت پکڑتا ہے، ایک قول ہے کہ هِيَ يَشْرَبُ کے متعلق ہے اور ضمیر كَأْسٍ کی طرف لوٹ رہی ہے۔ فراء کہتے ہیں: یشربها اور یشرب بها کا معنی برابر ہے، یشرب بها کا مطلب ہے وہ اس سے سیراب ہوتا ہے اور اس سے نفع اٹھاتا ہے، اور اس نے ہذلی کا شعر پڑھا:

شربن بماء البحر ثم ترفعت

''انہوں نے سمندر سے پانی پیا پھر وہ آسودہ حال ہوگئیں۔''

[1] جملے سے مراد كَانَ مِزَاجُهَا كَافُوْرًا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس طرح کی مثال تَكَلَّمَ بِكَلَامٍ حَسَنٍ اور تَكَلَّمَ كَلَامًا حَسَنًا ہے۔

يُفَجِّرُونَهَا تَفْجِيرًا ⑥: یعنی جس طرف وہ چاہتے ہیں اسے چلاتے ہیں، اس سے فائدہ اٹھاتے ہیں جیسے وہ چاہتے ہیں، اس کا پانی ہر اس جگہ ان کے پیچھے جاتا ہے جہاں وہ اسے لے جانا چاہتے ہیں۔ وہ اسے پھاڑتے ہیں پھاڑنا، جیسے نہر کھودی جاتی ہے اور اسے ادھر ادھر پھاڑا جاتا ہے۔ مجاہد کہتے ہیں: وہ اس کی قیادت کریں گے جس طرف چاہیں گے، وہ ان کی پیروی کریں گی، مائل ہوں گی جس طرف وہ مائل ہوں گے۔ یہ جملہ عَيْنًا کی ایک اور صفت ہے۔

اور يُوفُونَ بِالنَّذْرِ کا جملہ مستانفہ ہے، جو اس چیز کے بیان کے لیے لایا گیا ہے جس وجہ سے مذکورہ رزق انہیں دیا گیا ہے، اور اس طرح جو اس کا معطوف علیہ ہے۔

لغت میں نذر کا معنی واجب کرنا ہے، مطلب یہ ہے کہ جو طاعات اللہ نے ان پر فرض کی ہیں انہیں پورا کرتے ہیں۔ قتادہ اور مجاہد کہتے ہیں: وہ اللہ کی طاعت نماز، حج وغیرہ پوری کرتے ہیں۔ عکرمہ کہتے ہیں: جب وہ اللہ پاک کے حق میں نذر مانتے ہیں اسے پورا کرتے ہیں۔ شرع میں نذر وہ ہے جو مکلف خود پر واجب کرتا ہے، مطلب یہ ہوگا کہ وہ پورا کرتے ہیں جو انہوں نے خود پر واجب کیا ہے۔ فراء کہتے ہیں: کلام میں عبارت پوشیدہ ہے، یعنی وہ دنیا میں نذر کو پورا کرتے تھے، کلبی کہتے ہیں: وہ وعدہ وفا کرتے ہیں، یعنی عہد کو پورا کرتے ہیں، بہتر یہ ہے کہ یہاں نذر کو اس چیز پر محمول کیا جائے جو بندے نے خود پر واجب کی ہے بغیر تخصیص کے۔

وَيَخَافُونَ يَوْمًا كَانَ شَرُّهُ مُسْتَطِيرًا ⑦: اس سے مراد روزِ قیامت ہے، اس کے شر کے اِسْتِطَارَةْ کا مطلب پھیلنا اور عام ہونا ہے، کہا جاتا ہے: استطار يستطير استطارة فهو مستطير۔ یہ طیران سے استفعل کے وزن پر ہے، اسی سے اعشی کا قول ہے:

فبانت وقد اسارت فی الفواد
صدعا علی نأیها مستطیرا

"وہ جدا ہوئی اور اس نے دل میں قید کر لیا میلان کو، اس کی دوری پر وہ منتشر ہوتا ہے۔"

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فراء کہتے ہیں: مستطیر کا مطلب مستطیل ہے۔

عرب کہتے ہیں: شیشی میں اور بوتل پر گندگی پھیل گئی۔ قتادہ کہتے ہیں: اس دن کا شر پھیل گیا حتیٰ کہ آسمانوں اور زمین کو بھر دیا، اِسْتَطَارَ الْحَرِیْقُ کہا جاتا ہے، جب آگ پھیل جائے۔

مقاتل کہتے ہیں: اس کا شر آسمانوں میں پھیلا ہوا ہے، جس سے وہ ٹوٹ گیا اور ستارے گر گئے اور فرشتے گھبرا گئے، زمین میں پہاڑ چلائے گئے اور پانی خشک ہو گئے۔

وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّيَتِيْمًا وَّاَسِيْرًا ۝: یعنی ان تین قسم کے لوگوں کو کھلاتے ہیں، ان کے ہاں کھانے کی چاہت ہے اور ان کے پاس اس کی قلت بھی ہے۔ مجاہد کہتے ہیں: اس کی قلت اور ان کے ہاں اس کی محبت اور خواہش پر۔ عَلٰى حُبِّهٖ محل نصب میں ہے، حال کے طور پر۔ یعنی كَائِنِيْنَ عَلٰى حُبِّهٖ، اس کی مثل اللہ کا فرمان: لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ہے۔ ایک قول ہے کہ کھلانے کی محبت پر کیونکہ وہ خیر میں رغبت رکھتے ہیں۔ فضیل بن عیاض کہتے ہیں: کھانا کھلانے کی محبت پر۔ ایک قول ہے کہ حُبِّهٖ میں ضمیر اللہ کی طرف لوٹ رہی ہے، یعنی وہ اللہ کی محبت میں کھانا کھلاتے ہیں، یعنی ان کا کھانا کھلانا اللہ کی محبت پر ہے، اس کی تائید اللہ کا فرمان: اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ بھی کر رہا ہے۔

مسکین مسکنت والا ہے، وہ فقیر ہے، یا فقیر سے بڑھ کر محتاج ہے۔ یتیم سے مراد مسلمانوں کے یتیم ہیں۔ اسیر قیدی ہے جسے بند کیا جائے۔ قتادہ اور مجاہد کہتے ہیں: اسیر محبوس ہے۔ عکرمہ کہتے ہیں: اسیر غلام ہے۔ ابوحمزۃ الثمالی کہتے ہیں: اسیر عورت ہے۔ سعید بن جبیر کہتے ہیں: اس آیت نے آیت صدقات اور کافر قیدی کے متعلق آیت سیف کو منسوخ کر دیا ہے، دیگر نے کہا: بلکہ یہ محکم ہے، مسکین اور یتیم کو کھانا کھلانا خوشی سے نفل ہے، قیدی کو کھلانا اس کی جان بچانے کے لیے ہے حتیٰ کہ اس کے بارے میں امام کوئی رائے اختیار کرے۔

اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ کا جملہ قول کو مقدر مان کر حال کے طور پر محل نصب میں ہے، یعنی وہ کہتے ہیں کہ ہم تمہیں کھانا کھلاتے ہیں، یا کہنے والے ہیں کہ ہم تمہیں کھانا کھلاتے ہیں،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یعنی وہ نہ بدلے کی توقع رکھتے ہیں اور نہ اس پر لوگوں کی تعریف چاہتے ہیں۔ واحدی کہتے ہیں: مفسرین کا قول ہے کہ انہوں نے یہ بات نہیں کہی، لیکن اللہ نے ان کے دلوں سے معلوم کر کے ان کی تعریف کی ہے، اس نے ان کی تعریف جان لی ہے کہ انہوں نے یہ عمل اللہ کے خوف سے اور اس کے ثواب کی امید سے کیا ہے۔

لَا نُرِيْدُ مِنْكُمْ جَزَآءً وَّلَا شُكُوْرًا ۝: یعنی اس کھلانے پر ہم تم سے بدلہ طلب نہیں کرتے، ہم تم سے اپنے لیے شکر نہیں چاہتے، بلکہ یہ اللہ کے لیے خالص ہے، یہ جملہ پچھلے حصے کا بیان ہے، کیونکہ جو اللہ کے لیے کھلاتا ہے وہ بدلہ نہیں چاہتا اور نہ جس کو کھلایا ہے اس سے وہ شکر کا مطالبہ کرتا ہے۔

اِنَّا نَخَافُ مِنْ رَّبِّنَا يَوْمًا عَبُوْسًا قَمْطَرِيْرًا ۝: یعنی ہم اس دن کے عذاب سے ڈرتے ہیں جس کی یہ دو صفتیں ہیں۔ عَبُوْسًا کا مطلب ہے جس دن کی ہولناکی اور شدت سے چہروں پر تیوری چڑھی ہوگی۔ تو مطلب یہ ہوگا کہ وہ عبوس والا ہے۔

فراء، ابوعبیدہ اور مبرد کہتے ہیں: دن قمطریر اور قماطر ہوتا ہے جب وہ بہت ہی سخت ہو، فراء نے یہ شعر پڑھا:

بنی عمنا عل تذکرون بلاءنا
علیکم اذا ما کان یوم قماطر

''ہمارے چچا کے بیٹو! کیا تمہیں ہماری آزمائش یاد ہے تمہارے خلاف، جب دن بہت ہی سخت تھا۔''

اخفش کہتے ہیں: قمطریر جو دنوں میں بہت سخت ہو اور آزمائش میں بہت لمبا ہو، اسی سے شاعر کا قول ہے:

ففروا اذا ما الحرب ثار غبارها
ولج بها الیوم العبوس القماطر

''تو تم بھاگو جب جنگ کا غبار پھیل جائے۔ اور وہاں پر اترے دن بہت سخت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تیوری والا۔''

کسائی کہتے ہیں: اقمطر الیوم اور ازمھر کہتے ہیں، جب دن بہت سخت ہو، اسی سے شاعر کا قول ہے:

بنو الحرب ارضعنا لهم مقمطرة

ومن يلق منا ذلك اليوم يهرب

''جنگ والے ہیں، ہمیں دودھ پلایا گیا ہے سخت، اس دن جو ہم سے مڈبھیڑ کرے گا وہ بھاگے گا۔''

مجاہد کہتے ہیں: عبوس ہونٹوں پر ہے، قمطریر پیشانی اور ابرو پر ہے، انہیں ان صفات میں شامل کر دیا جو اس دن کی سختیاں دیکھ کر تبدیل کرنے والی ہیں، اور ابن الاعرابی نے شعر پڑھا:

يغدو على الصيد بعود منكسر

ويقمطر ساعة و يكفهر

''وہ شکار پر صبح جاتا ہے ٹوٹی ہوئی لکڑی کے ساتھ، ایک گھڑی وہ شدید ہوتا ہے اور ایک گھڑی تیوری چڑھاتا ہے۔''

ابوعبیدہ کہتے ہیں: قمطریر کہا جاتا ہے، آنکھوں اور ابروؤں کے مابین کو منقبض کرنا۔ زجاج کہتے ہیں: اقمطرت الناقة کہتے ہیں: جب اونٹنی اپنی دم اٹھائے اپنی قطران کو ناپسند کرتے ہوئے، یہ اصل میں قطر سے ہے، اس میں میم زیادہ ہے۔

فَوَقٰىهُمُ اللّٰهُ شَرَّ ذٰلِكَ الْيَوْمِ: یعنی ان سے اس کا شر دور کر دیا، ان کے اس سے خوف کی وجہ سے اور اس کی رضا کے لیے کھلانے کی وجہ سے۔

وَ لَقّٰىهُمْ نَضْرَةً وَّ سُرُوْرًا ۚ: یعنی کفار کے چہروں کے تیوری کے بدلے ان کے چہروں کو رونق اور دلوں کو مسرت عطا فرمائی۔ ضحاک کہتے ہیں: نَضْرَةً چہروں کے سفیدی اور صفائی ہے۔ سعید بن جبیر کہتے ہیں: حسن اور رونق۔ ایک قول ہے کہ نَضْرَةً نعمت کے آثار ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وَجَزٰىهُمْ بِمَا صَبَرُوْا: یعنی تکالیف پر ان کے صبر کے سبب۔ ایک قول ہے فقر پر، ایک قول ہے بھوک پر، ایک قول ہے روزے پر، بہتر ہے کہ آیت کو ہر چیز کے صبر پر محمول کیا جائے جس صبر میں اللہ پاک کی فرمانبرداری ہو۔ مَا مصدریہ ہے اور تقدیری عبارت بِصَبْرِهِمْ ہے۔

جَنَّةً وَّ حَرِيْرًا ﴿۱۲﴾: یعنی انہیں جنت میں داخل کرے گا اور ریشم کا لباس پہنائے گا، یہ اہل جنت کا لباس ان کے دنیا میں ترک کرنے کا معاوضہ ہے کہ شرع میں آمدہ حرمت کے سبب انہوں نے چھوڑ دیا تھا۔ ان آیات کا ظاہر ہر اس شخص کے بارے میں ہے جو روزِ قیامت سے ڈرتا ہے، اللہ کی رضا کے لیے کھلاتا ہے اور اس کے عذاب سے ڈرتا ہے، سبب گو کہ خاص ہو (جیسا کہ آگے آتا ہے) لیکن اعتبار عام لفظ کا ہوگا، خاص سبب کا نہیں ہوگا، سبب نزول اس کے عموم میں سب سے پہلے شامل ہوتا ہے۔

ابن المنذر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اللہ کے فرمان: هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: ہر انسان مراد ہے۔ عبد بن حمید اور ابن المنذر نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے اللہ کے فرمان: اَمْشَاجٍ کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: اَمْشَاجٍ اس کی رگیں ہیں۔ عبد بن حمید اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: مرد کا پانی اور عورت کا پانی جب دونوں ملتے ہیں۔ ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے انہی سے نقل کیا ہے، فرمایا: اَمْشَاجٍ رنگ ہیں، مرد کا پانی سفید اور سرخ ہوتا ہے، جبکہ عورت کا نطفہ سبز اور سرخ ہوتا ہے۔

ابن ابی حاتم نے انہی سے نقل کیا ہے، فرمایا: اَمْشَاجٍ وہ ہے جو پیشاب کے بعد قطرے طاق بہ طاق نکلتے ہیں، اسی سے بچہ ہوتا ہے۔ ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے انہی سے نقل کیا ہے، فرمایا: كَانَ شَرُّهٗ مُسْتَطِيْرًا پھیلنے والا۔ عبدالرزاق اور ابن المنذر نے انہی سے اللہ کے فرمان: وَّ اَسِيْرًا کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: وہ مشرک ہے۔ ابن مردویہ اور ابونعیم نے حضرت ابوسعید خدری سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کے فرمان: مِسْكِيْنًا کے متعلق فرمایا:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فقیر۔ اور یَتِیْمًا جس کا باپ نہ ہو۔ اور اَسِیْرًا غلام اور قیدی۔

ابن مردویہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اللہ کے فرمان: وَ یُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ ..... الآیہ کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: یہ آیت حضرت علی بن ابی طالب اور حضرت فاطمہ بنت رسول اللہ رضی اللہ عنہما کے متعلق نازل ہوئی۔ ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے ان سے ہی اللہ کے فرمان: یَوْمًا عَبُوْسًا کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: تنگ۔ قَمْطَرِیْرًا، فرمایا: لمبا۔

ابن مردویہ نے حضرت انس بن مالک سے، نبی ﷺ سے اللہ کے فرمان: یَوْمًا عَبُوْسًا قَمْطَرِیْرًا کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: وہ آنکھوں کے درمیانی حصے کو قبض کرتا ہے۔ عبد بن حمید، ابن جریر اور ابن المنذر نے مختلف سندوں سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے، فرمایا: قمطریر وہ شخص ہے جو آنکھوں اور چہرے کے درمیان کو منقبض (بند کر کے) رکھتا ہے۔ ابن المنذر نے ان سے وَ لَقّٰىهُمْ نَضْرَةً وَّ سُرُوْرًا کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: ان کے چہروں پر رونق اور ان کے سینوں میں مسرت ہے۔

مُّتَّكِـِٕيْنَ فِيْهَا عَلَى الْاَرَآئِكِ ۚ لَا يَرَوْنَ فِيْهَا شَمْسًا وَّ لَا زَمْهَرِيْرًا ﴿۱۳﴾ وَ دَانِيَةً عَلَيْهِمْ ظِلٰلُهَا وَ ذُلِّلَتْ قُطُوْفُهَا تَذْلِيْلًا ﴿۱۴﴾ وَ يُطَافُ عَلَيْهِمْ بِاٰنِيَةٍ مِّنْ فِضَّةٍ وَّ اَكْوَابٍ كَانَتْ قَوَارِيْرَا ﴿۱۵﴾ قَوَارِيْرَا مِنْ فِضَّةٍ قَدَّرُوْهَا تَقْدِيْرًا ﴿۱۶﴾ وَ يُسْقَوْنَ فِيْهَا كَاْسًا كَانَ مِزَاجُهَا زَنْجَبِيْلًا ﴿۱۷﴾ عَيْنًا فِيْهَا تُسَمّٰى سَلْسَبِيْلًا ﴿۱۸﴾ وَ يَطُوْفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُوْنَ ۚ اِذَا رَاَيْتَهُمْ حَسِبْتَهُمْ لُؤْلُؤًا مَّنْثُوْرًا ﴿۱۹﴾ وَ اِذَا رَاَيْتَ ثَمَّ رَاَيْتَ نَعِيْمًا وَّ مُلْكًا كَبِيْرًا ﴿۲۰﴾ عٰلِيَهُمْ ثِيَابُ سُنْدُسٍ خُضْرٌ وَّ اِسْتَبْرَقٌ ۫ وَّ حُلُّوْۤا اَسَاوِرَ مِنْ فِضَّةٍ ۚ وَ سَقٰىهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُوْرًا ﴿۲۱﴾ اِنَّ هٰذَا كَانَ لَكُمْ جَزَآءً وَّ كَانَ سَعْيُكُمْ مَّشْكُوْرًا ﴿۲۲﴾

وہ اس میں تختوں پر تکیہ لگائے ہوئے ہوں گے، نہ اس میں سخت دھوپ دیکھیں گے اور نہ سخت سردی۔ اور اس کے سائے ان پر جھکے ہوئے ہوں گے اور اس کے خوشے تابع کر دیے جائیں گے، خوب تابع کیا جانا۔ اور ان پر چاندی کے برتن اور آبخورے پھرائے جائیں گے، جو شیشے کے ہوں گے۔ ایسا شیشہ جو چاندی سے بنا ہوگا، انھوں نے ان کا اندازہ رکھا ہے، خوب اندازہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

رکھنا۔ اور اس میں انھیں ایسا جام پلایا جائے گا جس میں سونٹھ ملی ہوگی۔ وہ اس میں ایک چشمہ ہے جس کا نام سلسبیل رکھا جاتا ہے۔ اور ان کے اردگرد لڑکے گھوم رہے ہوں گے، جو ہمیشہ لڑکے ہی رہیں گے، جب تو انھیں دیکھے گا تو انھیں بکھرے ہوئے موتی گمان کرے گا۔ اور جب تو وہاں دیکھے گا تو نعمت ہی نعمت اور بہت بڑی بادشاہی دیکھے گا۔ ان کے اوپر باریک ریشم کے سبز کپڑے اور گاڑھا ریشم ہوگا اور انھیں چاندی کے کنگن پہنائے جائیں گے اور ان کا رب انھیں نہایت پاک شراب پلائے گا۔ بلاشبہ یہ تمھارے لیے ہمیشہ کا بدلہ ہے اور تمھاری کوشش ہمیشہ قدر کی ہوئی ہے۔

اللہ کا فرمان: مُّتَّكِـِٕيْنَ فِيْهَا عَلَى الْاَرَآئِكِ یہ جَزٰهُمْ کے حال سے مفعول ہے، اس میں عامل جَزٰی ہے، اس میں صَبَرُوْا کا عمل نہیں ہے، کیونکہ صبر تو دنیا میں ہوتا ہے، ابوالبقاء نے جائز کہا کہ یہ جنت کی صفت ہو، فراء کہتے ہیں: اگر تم چاہو تو مُّتَّكِـِٕيْنَ کو تابع بنا دو، گویا فرمایا: انہیں بدلے میں جنت دی، جس میں وہ تکیے لگا کر بیٹھیں گے۔ اخفش کہتے ہیں: جائز ہے کہ یہ مدح کے طور پر منصوب ہو، فِيْهَا میں ضمیر جَنَّةً کی طرف لوٹ رہی ہے۔ الْاَرَآئِكِ حُجلہ ہائے عروسی کے تحت ہیں، ان کی تفسیر سورۃ کہف میں گزر چکی ہے۔

لَا يَرَوْنَ فِيْهَا شَمْسًا وَّلَا زَمْهَرِيْرًا ۝: جملہ جَزٰهُمْ کے مفعول سے حال کے طور پر محل نصب میں ہے، یہ مترادفات کے حال میں سے ہوگا، یا مُّتَّكِـِٕيْنَ کی ضمیر سے، پھر یہ متداخلات سے حال ہوگا، یا یہ جنت کی ایک اور صفت ہے۔

زَمْهَرِيْرًا بہت سخت سردی ہے، مطلب یہ ہے کہ وہ جنت میں سورج کی گرمی اور زمہریر سردی نہیں پائیں گے، اسی سے اعشیٰ کا قول ہے:

منعمة طفلة كالمهاة

لم ترشمسا ولا زمهريرا

''وہ نعمت میں پلی ہوئی، ناز بردار، نیل گائے کی طرح بلور ہے، اس نے نہ کبھی سخت گرمی دیکھی ہے اور نہ سخت سردی۔''

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ثعلب کہتے ہیں: بنوطئ کی لغت میں زمہریر چاند کو کہتے ہیں، پھر ان کے شاعر کا شعر پڑھا:

ولیلة ظلامها قد اعتکر

قطعتها والزمهریر مازهر

''رات کی قسم جس کا اندھیرا بہت شدید ہے، میں نے اسے کاٹا ہے جبکہ چاند ظاہر نہ ہوا تھا۔''

مَا زَهَرَ کی جگہ مَا ظَهَرَ بھی آیا ہے، یعنی چاند طلوع نہ ہوا، اس کی تفسیر سورۃ مریم میں گزر چکی ہے۔

وَدَانِيَةً عَلَيْهِمْ ظِلٰلُهَا: جمہور نے دَانِيَةً نصب کے ساتھ پڑھا ہے، اس کا عطف لَا يَرَوْنَ کے محل پر ہے، یا مُتَّكِـِٕيْنَ پر، یا یہ محذوف کی صفت ہے، یعنی وَجَنَّةً دَانِيَةً گویا کہ فرمایا: وَجَزٰهُمْ جَنَّةً دَانِيَةً۔ زجاج کہتے ہیں: یہ جَنَّةً کی صفت ہے جس کا ذکر پیچھے گزرا ہے، فراء کہتے ہیں: یہ مدح کے طور پر منصوب ہے، ابوحیوۃ کہتے ہیں: وَدَانِيَةٌ مرفوع ہے کیونکہ یہ خبر مقدم ہے، اور ظِلٰلُهَا مبتداء موخر ہے۔ جملہ حال کے طور پر نصب کی جگہ پر ہے، مطلب یہ ہے کہ درختوں کے سائے ان کے قریب ہوں گے، ان پر مزید نعمت کے طور پر سایہ بھی کریں گے، گویا کہ وہاں دھوپ نہیں ہوگی، مقاتل کہتے ہیں: مطلب ہے کہ اس کے درخت ان کے قریب ہوں گے۔ ابن مسعود نے وَدَانِيًا عَلَيْهِمْ پڑھا ہے۔

وَذُلِّلَتْ قُطُوْفُهَا تَذْلِيْلًا ﴿١٤﴾: یہ دَانِيَةً پر معطوف ہے، گویا کہ فرمایا: اور سایہ دینے والے ہیں، یہ بھی جائز ہے کہ جملہ عَلَيْهِمْ کی ضمیر سے حال کے طور پر محل نصب میں ہو، یہ بھی جائز ہے کہ مستانفہ ہو۔ قُطُوْفٌ پھل ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ پکڑنے والوں کے لیے اس کے پھل بہت مسخر ہو گئے ہیں، اس طرح کہ کھڑا، بیٹھا اور لیٹا شخص بھی انہیں پکڑ سکتا ہے، نہ ان کے ہاتھ دور سے خالی لوٹتے ہیں اور نہ کانٹا چبھتا ہے۔

نحاس کہتے ہیں: مذلل کا مطلب قریب حاصل کرنا ہے، اسی سے عرب کا قول ہے۔ حَائِطٌ ذَلِيْلٌ یعنی دیوار چھوٹی ہے۔ ابن قتیبہ کہتے ہیں: ذُلِّلَتْ یعنی قریب کیے گئے، جیسے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حَائِطٌ کہتے ہیں، جس باغیچہ کی چھت نیچے ہو۔ ایک قول ہے کہ ذُلِّلَتْ یعنی انہیں مطیع کیا گیا ہے، توڑنے والے جیسے چاہیں پھل توڑیں رکاوٹ نہیں ہوتی۔

وَيُطَافُ عَلَيْهِمْ بِاٰنِيَةٍ مِّنْ فِضَّةٍ وَّ اَكْوَابٍ: یعنی جب وہ پینے کا ارادہ کریں گے ان پر خادم چاندی کے برتنوں کے ساتھ چکر لگائیں گے۔ اَكْوَابٍ كُوْبٌ کی جمع ہے، بڑے کوزے کو کہتے ہیں جس کی نہ دستی ہو اور نہ کنڈا ہو، اسی سے عدی کا قول ہے:

متكئا تقرع أبوابه

يسعى عليه العبد بالكوب

''وہ ٹیک لگائے ہوئے، اس کے دروازے کھٹکھٹائے جاتے ہیں، اس پر غلام پیالے کے ساتھ چکر لگاتا ہے۔''

اس کی تفسیر سورۃ الزخرف میں گزر چکی ہے۔

كَانَتْ قَوَارِيْرَا۠: قَوَارِيْرَ مِنْ فِضَّةٍ یعنی شیشے کی صفائی میں اور چاندی کی سفیدی میں۔ پس اس کی صفائی شیشے کی طرح ہے اور اس کی سفیدی چاندی کی طرح ہے۔ نافع، کسائی اور ابوبکر نے قَوَارِيْرَا○ قَوَارِيْرَا دونوں میں تنوین کے ساتھ وصل اور ان دونوں پر الف کے وقف کے ساتھ پڑھا ہے، اس قراءت کی وجہ سَلٰسِلَا کے تحت اسی سورت میں کی تفسیر میں گزر چکی ہے۔ وہاں ہم واضح کر چکے ہیں کہ جو صیغہ منتہی الجموع کے وزن پر ہو وہ کیسے منصرف ہے، پس اس مقام کی طرف رجوع فرمایئے۔ حمزہ نے ان دونوں میں بغیر تنوین اور الف کے ساتھ وقف کے بغیر پڑھا ہے، اس قراءت کی وجہ ظاہر ہے کیونکہ یہ دونوں منتہی الجموع کی وجہ سے غیر منصرف ہیں۔ ہشام نے ان دونوں کو بغیر تنوین کے پڑھا ہے لیکن ان میں الف کے ساتھ وقف ہوگا۔ ابن کثیر نے پہلے پر تنوین پڑھی ہے، دوسرے پر نہیں۔ پہلے پر الف کے ساتھ وقف بھی، دوسرے پر نہیں۔ ابوعمرو، حفص اور ابن ذکوان نے ان دونوں میں تنوین نہیں پڑھی، پہلے میں الف کے ساتھ وقف پڑھا ہے، دوسرے میں نہیں۔ جملہ اَكْوَابٍ کی صفت ہونے کے سبب محل جر میں ہے۔ ابوالبقاء کہتے ہیں: اصل کے بیان کے متصل ہونے کے ساتھ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یہاں اچھا تکرار ہے، واحدی کہتے ہیں: مفسرین کا قول ہے: اللہ نے اہل جنت کے قواریر چاندی سے بنائے ہیں، ان میں چاندی کی سفیدی اور قواریر کی صفائی جمع ہوگئی ہے۔

زجاج کہتے ہیں: دنیا کے قواریر رمل/ ریت سے بنتے ہیں، اللہ نے ان قواریر کی فضیلت بتائی کہ ان کی اصل چاندی سے ہے، اس کے باہر سے ہی ان کا اندرون دیکھا جاتا ہے۔

قَدَّرُوْهَا تَقْدِيْرًا ﴿١٦﴾: کا جملہ قواریر کی صفت ہے، جمہور نے قَدَّرُوْهَا کو قاف کی زبر کے ساتھ فاعل کی بنیاد پر پڑھا ہے، یعنی ان پر چکر لگانے والے خادموں نے جو پلاتے ہیں، ان کا اندازہ لگایا ہے کہ اہل جنت پینے والے کس قدر احتیاج رکھتے ہیں، اس میں کمی وبیشی کے بغیر۔ مجاہد وغیرہ کہتے ہیں: وہ انہیں ان کی تازگی کے بقدر بغیر کمی اور بیشی کے لے آئے۔ کلبی کہتے ہیں: یہ زیادہ لذیذ اور پسندیدہ ہے۔ ایک قول ہے کہ اس کا اندازہ فرشتوں نے لگایا ہے، ایک قول ہے کہ اس کا اندازہ پینے والے اہل جنت نے اپنی حاجت اور خواہش کے بقدر لگایا ہے، وہ اس شکل میں آئے جیسے وہ چاہتے تھے نہ کم اور نہ زیادہ۔ حضرت علی، ابن عباس رضی اللہ عنہما سُلمی، شعبی، زید بن علی، عبید بن عمیر اور ابوعمرو رحمہم اللہ سے اس بارے میں ایک روایت ہے۔

قُدِّرُوْهَا قاف پر پیش اور دال پر زیر، یہ مفعول (مجہول) کی بنا پر ہے، یعنی ان کے لیے ان کے ارادے کے بقدر بنا دیئے گئے ہیں۔ ابوعلی الفارسی کہتے ہیں: یہ بات قلب سے ہے، فرماتے ہیں: کیونکہ معنی کی حقیقت یہ ہے کہ کہا جائے: ان پر اندازہ لگایا گیا، انہوں نے اندازہ نہیں لگایا، کیونکہ یہ اس پر انہوں نے اندازہ لگایا کے مفہوم میں ہے۔ ابوحاتم کہتے ہیں: پوشیدہ عبارت یوں ہے کہ برتنوں کا اندازہ ان کی سیرابی پر لگایا گیا ہے، مفعول مالم یسم فاعلہ محذوف ہے۔ ابوحیان کہتے ہیں: اس شاذ قراءت کی تخریج میں قریب ترین بات یہ ہے کہ کہا جائے: ان کی سیرابی کا اندازہ رکھا اندازہ رکھنا۔ مہروی کہتے ہیں: آخری قراءت کا معنی پہلی قراءت کی طرف لوٹتا ہے، گویا کہ اصل قَدَّرُوْا عَلَيْهَا ہے، حرف جر محذوف کر دیا گیا، جیسے سیبویہ کا شعر پڑھا:

آليت حب العراق الدهر آكله
والحب يأكله في القرية السوس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''میں نے عراق کے دانے پر قسم کھائی ہے، زمانہ بھر میں اسے کھاؤں گا۔ اور دانے کو بستی میں سردار کھاتے ہیں۔''

یعنی میں نے عراق کے دانے پر قسم کھائی ہے۔

وَيُسْقَوْنَ فِيهَا كَأْسًا كَانَ مِزَاجُهَا زَنْجَبِيلًا ﴿١٧﴾: پیچھے گزر چکا ہے کہ كَأْس وہ برتن ہے جس میں شراب ہو، اگر وہ شراب سے خالی ہو تو اسے کاس نہیں کہا جاتا۔ مطلب یہ ہے کہ اہل جنت کو جنت میں شراب کا پیالہ پلایا جائے گا جو زنجبیل کے ساتھ ملایا جائے گا۔ عرب کے لوگ عمدہ خوشبو کے سبب زنجبیل کے ساتھ ملا کر شراب پینے میں لذت محسوس کرتے تھے، مجاہد اور قتادہ کہتے ہیں: زنجبیل اس چشمے کا نام ہے جس سے مقربون پئیں گے۔ مقاتل کہتے ہیں: وہ زنجبیل دنیا کے زنجبیل سے مشابہ نہیں ہے۔

عَيْنًا فِيهَا تُسَمَّىٰ سَلْسَبِيلًا ﴿١٨﴾: پر نصب اس لیے ہے کہ وہ كَأْسًا سے بدل ہے۔ جائز ہے کہ یہ ایک فعل مقدر کے سبب سے منصوب ہو یعنی، یسقون عینا یہ بھی جائز ہے کہ جر ہٹا کر نصب دیا گیا ہو یعنی مِنْ عَيْنٍ سلسبیل لذیذ شراب ہے، یہ سلاسة سے ماخوذ ہے۔ عرب کہتے ہیں: یہ شراب سلس، سلسال اور سلسبیل ہے یعنی عمدہ اور لذیذ ہے۔ زجاج کہتے ہیں: سلسبیل لغت میں پانی کے ایک چشمے کا نام ہے جو بہت عمدہ ہے اور تیز چلتا ہے، لوگوں کے حلق میں آسانی سے گزرے گا، اسی سے حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کا قول ہے:

يسقون من ورد البريص عليهم
كأسا يصفق بالرحيق السلسل

''جو ان پر آتا ہے بریص پر اسے وہ پلاتے ہیں، ایسی شراب جو انڈیلی جاتی ہے رحیق اور سلسل سے۔''

وَيَطُوفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُونَ: جب اللہ پاک ان کی شراب کی صفات اور ان کے برتنوں کی صفات مکمل فرما چکے تو اب ان پینے والوں کی صفات بیان کیں جو اس شراب کو پئیں گے۔ مُّخَلَّدُونَ کا معنی ہے کہ وہ اپنی جوانی، تازگی اور رونق پر باقی رہیں گے، نہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بوڑھے ہوں گے اور نہ بدلیں گے۔ ایک قول ہے کہ مُّخَلَّدُوْنَ کا مطلب ہے کہ وہ نہیں مریں گے۔ ایک قول ہے کہ تخلید تحلیہ کے معنی میں ہے یعنی وہ آراستہ ہوں گے۔

اِذَا رَاَیْتَهُمْ حَسِبْتَهُمْ لُؤْلُؤًا مَّنْثُوْرًا ﴿۱۹﴾: جب تو انہیں دیکھے گا، ان کے حسن کے اضافے، ان کے رنگوں کی صفائی اور ان کے چہروں کی رونق سے تو انہیں بکھرے ہوئے موتی گمان کرے گا۔ عطاء کہتے ہیں: مراد رنگ کی سفیدی اور اس کا حسن ہے، جب موتی بچھونے پر دھاگے سے نکل کر بکھر جاتے ہیں تو پروئے ہوئے سے حسین لگتے ہیں۔ اہل معانی کہتے ہیں: انہیں پھیلے ہوئے کے ساتھ تشبیہ اس لیے دی ہے کہ وہ خدمت کے لیے پھیلے ہوں گے۔ اگر وہ ایک صف ہوں تو انہیں پروئے ہوئے کے ساتھ تشبیہ دی جاتی۔ ایک قول ہے کہ انہیں بکھرے ہوئے سے تشبیہ اس لیے دی ہے کہ وہ خدمت میں جلدی کریں گے، برخلاف حورِ عین کے انہیں تہ بہ تہ موتیوں کے ساتھ تشبیہ دی کیونکہ وہ خدمت میں مشغول نہیں رہتیں۔

وَاِذَا رَاَیْتَ ثَمَّ رَاَیْتَ نَعِیْمًا وَّ مُلْكًا كَبِیْرًا ﴿۲۰﴾: یعنی تم جب وہاں جب بھی اپنی نگاہ ڈالو گے تم ایسی نعمتیں دیکھو گے جن کی صفت بیان نہیں کی جاسکتی اور بڑا ملک دیکھو گے جس جیسی کوئی قدرت نہیں رکھ سکتا۔ ثَمَّ ظرف مکان ہے، اس میں عامل رَاَیْتَ ہے، فراء کہتے ہیں: کلام میں مَا پوشیدہ ہے، مطلب ہے: اِذَا رَاَیْتَ مَا ثَمَّ جیسے فرمان ہے: لَقَدْ تَقَطَّعَ بَیْنَكُمْ یعنی مَا بَیْنَكُمْ۔ زجاج فراء پر اعتراض کرتے ہوئے کہتے ہیں: موصول کو ساقط کرنا اور صلہ چھوڑنا جائز نہیں ہے، لیکن رَاَیْتَ معنی میں ثَمَّ کی طرف متعدی ہوا ہے، مطلب ہے جب تم اپنی آنکھ سے وہاں دیکھو گے، وہاں سے مراد جنت ہے۔ سُدی کہتے ہیں: نعیم وہ ہے جس سے نعمت پائی جائے، اور ملک کبیر سے مراد فرشتوں کا ان پر اجازت طلب کرنا ہے، اسی طرح مقاتل اور کلبی نے بھی کہا ہے۔ ایک قول ہے کہ رَاَیْتَ کا مفعول لفظوں میں نہیں ہے، نہ پوشیدہ ہے اور نہ نیت میں ہے، بلکہ اس کا معنی ہے کہ تمہاری نگاہ جنت میں جہاں بھی واقع ہوگی تم نعمت اور ملک کبیر دیکھو گے۔

عٰلِیَهُمْ ثِیَابُ سُنْدُسٍ: نافع، حمزہ اور ابن محیصن نے عَالِیَهِمْ میں یاء کو ساکن اور ھاء

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پر زیر پڑھی ہے کہ یہ خبر مقدم ہے اور ثِيَابُ مبتداء موخر ہے، یا عَالِيْهِم مبتداء ہے اور ثِيَابُ فاعلیت کی بناء پر مرفوع ہے، گو کہ صفت کا اعتماد نہیں ہے جیسا کہ اخفش کا مذہب ہے۔ فراء کہتے ہیں: یہ ابتداء کی بنیاد پر مرفوع ہے اور اس کی خبر ثِيَابُ سُنْدُسٍ ہے اور اسم فاعل سے مراد جمع ہے۔ (1) باقیوں نے یاء پر زبر اور ھاء پر پیش پڑھی ہے کہ یہ ظرف محل رفع میں ہے کیونکہ یہ خبر مقدم ہے اور ثِيَابُ مبتدا موخر ہے، گویا کہ کہا گیا: فَوْقَهُمْ ثِيَابٌ فراء کہتے ہیں: عالیھم فوقھم کے معنی میں ہے، ابن عطیہ نے بھی ایسے ہی کہا ہے۔

ابوحیان کہتے ہیں: عال اور عالیۃ اسم فاعل ہے، کلام عرب سے منقول ہونے میں یہ محتاج ہیں کہ یہ ظرف ہوں۔ اس طرف اس کو زجاج نے مقدم کیا ہے، وہ کہتے ہیں: اس کو ہم ظروف میں نہیں پہچانتے، اگر یہ ظرف ہوتا تو یاء کو ساکن کرنا جائز نہ ہوتا، لیکن اس کا نصب حال پر دو چیزوں سے ہے۔ ایک يَطُوْفُ عَلَيْهِمْ میں ھاء اور میم ہے، یعنی اَبْرَارْ پر۔ وِلْدَانٌ عَالِيًا الْاَبْرَارِ ہے، ثِيَابُ سُنْدُسٍ یعنی اس حال میں وہ ان پر چکر لگائیں گے۔ دوسرا یہ کہ وِلْدَانٌ سے حال ہو، یعنی جب تو انہیں دیکھے گا، انہیں بکھرے ہوئے موتی گمان کرے گا، اس حال میں کہ ان کے بدنوں پر کپڑا چڑھا ہوگا۔ ابوعلی الفارسی کہتے ہیں: حال میں عامل یا لَقَّاهُمْ نَضْرَةً وَّ سُرُوْرًا ہے، یا جَزَاهُمْ بِمَا صَبَرُوْا ہے۔ کہتے ہیں: جائز ہے کہ یہ ظرف ہو۔ ابن سیرین، مجاہد، ابوحیوۃ اور ابن عبلہ نے عَلَيْهِمْ پڑھا ہے، یہ قراءت معنی میں واضح اور دلالت میں ظاہر ہے، ابوعبید نے پہلی قراءت کو اختیار کیا ہے کیونکہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی قراءت عَالِيَتَهُمْ ہے، جمہور نے ثِيَابٌ پر تنوین پڑھی ہے، اسے اضافت سے الگ کر دیا ہے اور سُنْدُسٌ پر رفع پڑھا ہے۔ خُضْرٌ اور اِسْتَبْرَقٌ کو بھی کہ سندس ثیاب کی صفت ہے، کیونکہ سندس کپڑے کی ایک قسم ہے اور اس لیے بھی کہ خضر سندس کی صفت ہے، کیونکہ کپڑا کبھی سبز ہوتا ہے اور کبھی سبز نہیں ہوتا۔ اور اس طرح بھی کہ استبرق سندس پر معطوف ہے، مطلب ہوگا: وَثِيَاب اِسْتَبْرَقْ جمہور قراء کا خُضْرِ اور

---

(1) مراد عالی ہے، یہ اسم فاعل ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اِسْتَبْرَقٍ میں اختلاف ہے، حالانکہ ان کا سندس کی جر پر اتفاق ہے کہ ثِیَابٌ کی اس کی طرف اضافت ہے، ابن کثیر، ابوبکر نے عاصم سے اور ابن محیصن نے خُضْرٍ پر جر پڑھی ہے، سُنْدُسٍ کی صفت بنا کر۔ استبرق پر رفع ہے ثیاب پر عطف کی وجہ سے یعنی عَلَيْهِمْ ثِيَابُ سُنْدُسٍ خُضْرٌ وَّ اِسْتَبْرَقٌ۔ ابوعمرو اور ابن عامر نے خضر پر رفع پڑھا ہے کہ یہ ثِيَابٌ کی صفت ہے اور اِسْتَبرق پر جر کہ یہ سندس کی صفت ہے۔ اس قراءت کو ابوحاتم اور ابوعبید نے اختیار کیا ہے، کیونکہ خُضْرٌ میں سب سے اچھا یہ ہے کہ وہ ثِيَابٌ کی صفت ہو جو کہ مرفوع ہے۔ اِسْتبرق سندس کی جنس سے ہے، نافع اور حفص نے خُضْرٌ اور اِسْتَبْرَقٌ پر رفع پڑھا ہے، کیونکہ خضر ثیاب کی صفت ہے اور استبرق ثیاب پر عطف ہے۔ اعمش، حمزہ اور کسائی نے خضر اور استبرق پر جر پڑھی ہے کہ خضر سندس کی صفت ہے اور استبرق کا سندس پر عطف ہے۔ ان سب نے استبرق کو منصرف پڑھا ہے سوائے ابن محیصن کے، وہ اس کو غیر منصرف بتاتے ہیں، کہتے ہیں: کیونکہ یہ عجمی ہے، اس کی کوئی وجہ نہ ہے کیونکہ یہ ایک نکرہ ہے، الا یہ کہ کہا جائے کہ یہ کپڑوں کی اس جنس کا نام ہے۔ سندس کچے ریشم کو کہتے ہیں، استبرق پکے ریشم کو کہتے ہیں، ان دونوں کی تفسیر سورۃ الکہف میں گزر چکی ہے۔

وَ حُلُّوْٓا اَسَاوِرَ مِنْ فِضَّةٍ: یہ يَطُوْفُ عَلَيْهِمْ پر عطف ہے، اللہ پاک نے یہاں ذکر فرمایا ہے کہ انہیں چاندی کے کنگن پہنائے جائیں گے۔ سورۃ فاطر میں يُحَلَّوْنَ فِيْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ ہے۔ سورۃ الحج میں يُحَلَّوْنَ فِيْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَّ لُؤْلُؤًا ہے۔ ان آیات میں کوئی تعارض نہیں، کیونکہ جمع ممکن ہے کہ انہیں سونے، چاندے اور موتیوں کے کنگن پہنائے جائیں۔ یا مراد یہ ہے کہ وہ کبھی سونے کے کنگن پہنیں گے۔ کبھی چاندی کے پہنیں گے اور کبھی موتیوں کے پہنیں گے، یا ان میں سے ہر ایک وہ پہنے گا جس کی طرف اس کا دل مائل ہوگا۔ جائز ہے کہ یہ جملہ محل نصب میں ہو حال کے طور پر عَالِيَهُمْ کی ضمیر سے قَدْ کو پوشیدہ مان کر۔

وَسَقٰىهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُوْرًا ﴿۲۱﴾: یہ ایک دیگر قسم کی شراب ہے جس کے ذریعے اللہ ان پر احسان فرمائے گا۔ فراء کہتے ہیں: فرمایا وہ پاک ہے نجس نہیں، جیسے دنیا کی شراب نجاست

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سے موصوف تھی۔ مطلب ہے کہ یہ شراب پاک ہے، دنیا کی شراب جیسی نہیں ہے۔ مقاتل کہتے ہیں: یہ ایک چشمے کا پانی ہے جو جنت کے دروازے پر ہے، جو اس سے پی لے گا اور اس کے دل سے دھوکہ، نفرت اور حسد نکال دے گا۔ ابو قلابہ اور ابراہیم نخعی کہتے ہیں: ان کے پاس کھانا لایا جائے گا، جب اس کا اختتام ہوگا تو ان کے پاس پاکیزہ شراب لائی جائے گی، وہ پی لیں گے جس سے ان کے پیٹ دبلے ہو جائیں گے ان کے جسموں سے کستوری کی خوشبو کی طرح پسینہ نکلے گا۔

اِنَّ هٰذَا كَانَ لَكُمْ جَزَآءً: یعنی ان سے کہا جائے گا یہ جو نعمتوں کی انواع مذکور ہیں یہ تمہارے لیے تمہارے اعمال کی جزا ہے، یعنی ان کے لیے ثواب ہے۔

وَّ كَانَ سَعْيُكُمْ مَّشْكُوْرًا ﴿۲۲﴾: یعنی تمہارا دنیا میں اللہ کی طاعت والا عمل پسندیدہ اور مقبول ہے، اللہ پاک کا اپنے بندے کے عمل پر شکر، اپنی طاعت کے سبب اس کی قبولیت ہے۔

عبد بن حمید اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے، فرمایا: زمہریر شدید سردی ہے۔

بخاری، مسلم وغیرہ نے حضرت ابو ہریرہ سے نقل کیا ہے، کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جہنم نے اپنے رب کو شکایت کی، کہا: میرے رب! میرے بعض نے بعض کو کھایا ہے، تو اسے دو سانسوں کی اجازت دے دی، ایک سانس سردی میں اور ایک سانس گرمی میں۔ تو جو تم سردی کی شدت اور زمہریر پاتے ہو اور جو تم گرمی کی شدت اور لُو پاتے ہو، اسی سے ہے۔ فریابی، سعید بن منصور، ابن ابی شیبہ، ہناد بن سری، عبد بن حمید، عبداللہ بن احمد نے زوائد زہد میں، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، حاکم اور انہوں نے اسے صحیح بھی کہا، ابن مردویہ، بیہقی، نے البعث [1] میں حضرت براء بن عازب سے اللہ کے فرمان: وَدَانِيَةً عَلَيْهِمْ ظِلٰلُهَا کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: قریب۔ وَذُلِّلَتْ قُطُوْفُهَا تَذْلِيْلًا فرمایا: اہل جنت جنت کے درختوں سے پھل کھائیں گے، جیسے چاہیں کھڑے، بیٹھے اور لیٹے ہوئے اور جس حال پر وہ

[1] کتاب کا نام کتاب البعث والنشور ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

چاہیں گے، دیگر لفظ ہیں، فرمایا: وہ آسان ہو گئے جیسے چاہیں گے، ان سے پھل اتاریں گے۔ ابن جریر، ابن المنذر اور بیہقی نے البعث میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے، فرمایا: بِاٰنِيَةٍ مِّنْ فِضَّةٍ ان کی صفائی شیشے کی طرح ہوگی، قَدَّرُوْهَا تَقْدِيْرًا ہاتھوں کا اندازہ لگایا جائے گا۔ عبدالرزاق، سعید بن منصور اور بیہقی نے ان سے بیان کیا ہے، فرمایا: اگر تو دنیا کی چاندی سے چاندی پکڑے، تو اسے کوٹے حتیٰ کہ تو اسے مکھی کے پر کی طرح کر دے، اس کے پیچھے سے پانی نظر نہیں آئے گا، لیکن جنت کے شیشے کی سفیدی اور چاندی کی سفیدی شیشے کی طرح صاف ہے۔ ابن حاتم نے ان سے ہی نقل کیا ہے، فرمایا: جنت میں کوئی چیز ایسی نہیں ہے جس کی مشابہت دنیا میں نہ دی گئی ہو، سوائے چاندی کے اور شیشوں کے۔ فریابی نے ان سے اللہ کے فرمان: قَدَّرُوْهَا تَقْدِيْرًا کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: وہ ان کے پیٹ بھرنے کے بقدر لائیں گے، نہ وہ کچھ زیادہ کریں گے اور نہ وہ اس کے بعد زیادہ چاہیں گے۔

عبد بن حمید اور ابن المنذر نے ان سے قَدَّرُوْهَا تَقْدِيْرًا کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: پلانے والوں نے ان کا اندازہ لگایا ہے۔ ابن المبارک، ہناد، عبد بن حمید اور بیہقی نے البعث میں حضرت ابن عمرو سے نقل کیا ہے، فرمایا: اہل جنت میں کم تر مرتبے والا وہ شخص ہے کہ جس کے ایک ہزار خادم دوڑتے پھریں گے، ہر خادم کا جو کام ہے، دوسرا اس پر نہیں ہے، پھر یہ آیت تلاوت کی اِذَا رَاَيْتَهُمْ حَسِبْتَهُمْ لُؤْلُؤًا مَّنْثُوْرًا۔

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ تَنْزِيْلًا ﴿۲۳﴾ فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلَا تُطِعْ مِنْهُمْ اٰثِمًا اَوْ كَفُوْرًا ﴿۲۴﴾ وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ﴿۲۵﴾ وَمِنَ الَّيْلِ فَاسْجُدْ لَهٗ وَسَبِّحْهُ لَيْلًا طَوِيْلًا ﴿۲۶﴾ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ يُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَةَ وَيَذَرُوْنَ وَرَآءَهُمْ يَوْمًا ثَقِيْلًا ﴿۲۷﴾ نَحْنُ خَلَقْنٰهُمْ وَشَدَدْنَآ اَسْرَهُمْ ۚ وَاِذَا شِئْنَا بَدَّلْنَآ اَمْثَالَهُمْ تَبْدِيْلًا ﴿۲۸﴾ اِنَّ هٰذِهٖ تَذْكِرَةٌ ۚ فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا ﴿۲۹﴾ وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿۳۰﴾ يُّدْخِلُ مَنْ يَّشَآءُ فِيْ رَحْمَتِهٖ ۭ وَالظّٰلِمِيْنَ اَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿۳۱﴾

یقیناً ہم نے ہی تجھ پر یہ قرآن اتارا، تھوڑا تھوڑا کر کے اتارنا۔ پس اپنے رب کے فیصلے تک صبر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کر اور ان میں سے کسی گناہ گار یا بہت ناشکرے کا کہنا مت مان۔ اور اپنے رب کا نام صبح اور پچھلے پہر یاد کیا کر۔ اور رات کے کچھ حصہ میں پھر اس کے لیے سجدہ کر اور لمبی رات تک اس کی تسبیح کیا کر۔ یقیناً یہ لوگ جلد ملنے والی چیز سے محبت کرتے ہیں اور ایک بھاری دن کو اپنے پیچھے چھوڑ رہے ہیں۔ ہم نے ہی انھیں پیدا کیا اور ہم نے ان (کے اعضا) کا بندھن مضبوط باندھا اور ہم جب چاہیں گے بدل کر ان جیسے اور لوگ لے آئیں گے، بدل کر لانا۔ یقیناً یہ ایک نصیحت ہے، تو جو چاہے اپنے رب کی طرف (جانے والا) راستہ اختیار کر لے۔ اور تم نہیں چاہتے مگر یہ کہ اللہ چاہے، یقیناً اللہ ہمیشہ سے سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے۔ وہ اپنی رحمت میں داخل کرتا ہے جسے چاہتا ہے اور ظالم لوگ، اس نے ان کے لیے دردناک عذاب تیار کیا ہے۔

اللہ کا فرمان ہے: اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ تَنْزِيْلًا یعنی ہم نے اسے جدا جدا کر کے اتارا اور ہم نے اسے اکٹھے ایک مرتبہ نہیں اتارا۔ ایک مطلب ہے کہ ہم نے اسے تجھ پر اتارا ہے، آپ نے خود یہ نہیں بنایا جیسے مشرک دعویٰ کرتے ہیں۔

فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ: یعنی اس کے فیصلے پر۔ اس کے حکم اور فیصلے میں سے تیری مدد کی تاخیر بھی ہے جب تک اس کی حکمت کا تقاضا ہو۔ ایک قول ہے کہ یہ آیت سیف کی وجہ سے منسوخ ہے۔

وَلَا تُطِعْ مِنْهُمْ اٰثِمًا اَوْ كَفُوْرًا: یعنی جو گناہ کا مرتکب ہے اور کفر میں غلو کرتا ہے ان دونوں کی آپ پیروی نہ کریں، اللہ پاک نے آپ ﷺ کو اس سے منع فرما دیا۔ زجاج کہتے ہیں: یہاں اکیلے الف کی تاکید واؤ[1] سے زیادہ ہے، کیونکہ اگر تم کہو: نہ تم بات مانو زید کی اور عمرو کی۔ اس نے ان میں سے ایک کی بات مان لی تو وہ نافرمان نہ ہوا، کیونکہ اس نے کہا تھا: دو کی بات نہ مانو۔ اور اگر کہے: گناہ گار کی یا بڑے کافر کی بات نہ مانو تو یہ اس بات کی دلیل ہوئی کہ دونوں میں سے کسی کی بات نہ مانی جائے گی، جیسے تم کہو: حسن یا ابن سیرین کی مخالفت نہ کرو، تو تمہارے کہنے کا مطلب یہ ہوا کہ وہ دونوں پیروی کے لائق ہیں لہٰذا: ہر ایک کی پیروی کرو۔

[1] أَوْ کی واؤ سے جب الف کو الگ کیا، تو اکیلا الف رہ گیا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فراء کہتے ہیں: یہاں پر أَوْ لَا کے معنی میں ہے، گویا کہ وَلَا كَفُوْرًا فرمایا ہے۔ ایک قول ہے کہ آثِمًا سے مراد عتبہ بن ربیعہ ہے اور كَفُوْرًا سے مراد ولید بن مغیرہ ہے۔ کیونکہ ان دونوں نے نبی ﷺ سے کہا تھا: اس معاملے سے رک جاؤ، ہم تمہیں مال اور شادی کے ساتھ راضی کر دیں گے۔

وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ بُكْرَةً وَّ اَصِيْلًا ۝ : یعنی تمام اوقات میں اس کے ذکر پر ہمیشگی کرو۔ ایک قول ہے: معنی یہ ہے کہ اپنے رب کے لیے دن کے شروع اور آخر میں نماز پڑھو، دن کے شروع میں نمازِ فجر اور آخر میں نمازِ عصر ہے۔

وَمِنَ الَّيْلِ فَاسْجُدْ لَهٗ: یعنی مغرب اور عشاء کی نماز پڑھ، ایک قول ہے کہ اس کے بعض حصے میں نماز پڑھ، کوئی متعین وقت نہیں۔ ہر صورت میں مِنْ تبعیضیہ ہے۔

وَسَبِّحْهُ لَيْلًا طَوِيْلًا ۝ : یعنی جو اس کے لائق نہیں اس سے اس کو پاک بتاؤ، اس سے مراد تسبیح کے ساتھ ذکر ہے، وہ نماز میں ہو یا نماز کے علاوہ۔ ایک قول ہے کہ مُراد رات کی نفل نماز ہے، ابن زید وغیرہ کہتے ہیں: یہ آیت پانچ نمازوں کے ساتھ منسوخ ہوگئی ہے۔ ایک قول ہے کہ یہ امر استحباب کے لیے ہے، ایک قول ہے کہ یہ نبی ﷺ کے ساتھ خاص ہے۔

اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ يُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَةَ: یعنی کفار مکہ اور جو ان کے موافق ہیں، مطلب یہ ہے کہ وہ جلدی کے گھر سے محبت رکھتے ہیں جو کہ دنیا کا گھر ہے۔

وَيَذَرُوْنَ وَرَآءَهُمْ يَوْمًا ثَقِيْلًا ۝ : یعنی وہ اپنے پیچھے چھوڑتے اور ترک کرتے ہیں، یعنی اپنے پیچھے یا اپنے آگے، اور ان کے آگے بہت ہی سخت دن ہے جو کہ روزِ قیامت ہے، اس کا نام بوجھل رکھا گیا ہے کیونکہ اس میں سختیاں اور ہولناکیاں ہیں۔ وہ اسے اپنے پیچھے چھوڑتے ہیں کا مطلب ہے کہ وہ اس کے لیے تیاری نہیں کرتے، اس کی پروا نہیں کرتے، وہ ایسے ہیں جیسے کوئی شخص ایک چیز کو معمولی سمجھتے ہوئے، اس کی حیثیت کم جانتے ہوئے اپنے پیچھے پھینکے، اگرچہ وہ درحقیقت اس کی طرف متوجہ ہوں اور وہ ان کے سامنے ہو۔

نَحْنُ خَلَقْنٰهُمْ : یعنی ہم نے ان کی تخلیق کا آغاز مٹی سے کیا، پھر نطفہ، پھر علقہ، پھر مضغہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حتیٰ کہ ان کی تخلیق کامل ہوگئی، ہمارے سوا اس بارے میں کسی کا نہ کوئی عمل ہے، نہ کوشش، نہ حرکت اور نہ مستقل تعلق۔

وَشَدَدْنَآ اَسْرَهُمْ: اَسْرٌ مضبوط تخلیق ہے، کہا جاتا ہے: اللہ فلاں کا اَسْرٌ شدید کرے یعنی اس کی تخلیق مضبوط کرے۔ مجاہد، قتادۃ، مقاتل وغیرہ کہتے ہیں: ہم نے ان کی تخلیق مضبوط کی۔ حسن کہتے ہیں: ہم نے ان کے جوڑ ایک دوسرے کے ساتھ ملا کر رگوں اور پٹھوں کے ساتھ مضبوط کیے۔ ابوعبید کہتے ہیں: فرس شدید الاسر کا مطلب مضبوط گھوڑا ہے، لبید نے کہا:

ساهم الوجه شديدا اسره
مشرف الحارك محبوك الكتد

''چہرے پر تیوری چڑھی ہوئی اور اس کی تخلیق مضبوط ہے، دونوں کندھوں کے مابین کا حصہ نمایاں ہے، اور اس کے کندھے مضبوط ہیں۔''

اخطل نے کہا:

من كل مجتنب شديد اسره
سلس القياد تخاله مختالا

''ہر اجتناب کرنے والے سے، جس کی تخلیق مضبوط ہے عمدہ قیادت والا ہے، تو اسے اترانے والا خیال کرے گا۔''

ابن زید کہتے ہیں: اَسر قوت ہے، یہ اسار سے مشتق ہے، وہ ڈوری ہے جس کے ساتھ پالانیں کسی جاتی ہیں، اسی سے ابن احمر کا قول ہے جو ایک گھوڑے کی صفت بیان کرتا ہے:

يمشي بأوظفة شداد اسرها
صم النسابك لا تقي بالجدجد

''وہ ایسی پنڈلیوں پر چلتا ہے جن کی تخلیق مضبوط ہے، اس کے گھروں کے کنارے سخت ہیں، وہ کانٹوں سے نہیں بچتا۔''

وَاِذَا شِئْنَا بَدَّلْنَآ اَمْثَالَهُمْ تَبْدِيْلًا ﴿٢٨﴾: یعنی اگر ہم چاہیں تو انہیں ضرور ہلاک کر دیں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور ان سے زیادہ اللہ کے فرمانبردار لے آئیں۔ ایک قول ہے کہ ہم انہیں بدترین صورت اور قبیح ترین خلقت میں مسخ کر دیں۔

اِنَّ هٰذِهٖ تَذْكِرَةٌ: یعنی یہ سورت نصیحت اور یاددہانی ہے۔

فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا ﴿۲۹﴾: یعنی ایسی راہ جس کے ذریعے وہ اس تک پہنچیں گے یہ ایمان اور طاعت کے ساتھ ہے، مراد اس کے ثواب کی طرف یا اس کی جنت کی طرف ہے۔

وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ: یعنی تم اللہ کی طرف راہ پکڑنے کی طاقت نہیں رکھتے الا یہ کہ اللہ تعالیٰ چاہے، معاملے کا اختیار اللہ کے ہاتھ میں ہے ان کے ہاتھ میں نہیں ہے۔ خیر و شر اسی کے اختیار میں ہے۔ جسے وہ دینا چاہے کوئی روکنے والا نہیں اور جسے وہ روکنا چاہے کوئی دینے والا نہیں ہے۔ صرف بندے کی مرضی نہ کسی خیر کو لاتی ہے اور نہ کسی شر کو دور کرتی ہے، گو کہ اسے نیک مرضی پر ثواب ملتا ہے اور خیر کے قصد پر اجر دیا جاتا ہے، جس طرح کہ حدیث میں ہے:

انما الاعمال بالنیات وانما لکل امری.

زجاج کہتے ہیں: تم نہیں چاہتے لیکن اللہ تعالیٰ کی مشیت کے ساتھ۔

اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿۳۰﴾: اپنے امر میں اور اپنی نہی میں، یعنی وہ بلیغ علم اور حکمت والا ہے۔

يُّدْخِلُ مَنْ يَّشَآءُ فِيْ رَحْمَتِهٖ: یعنی وہ اپنی رحمت میں داخل کرتا ہے جسے وہ اس میں داخل کرنے کا ارادہ کرتا ہے، یا وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے اپنی جنت میں داخل فرماتا ہے۔ عطاء کہتے ہیں: جس کی نیت سچی ہے وہ اسے اپنی جنت میں داخل فرمائے گا۔

وَالظّٰلِمِيْنَ اَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿۳۱﴾: ظالمین پر نصب ایک پوشیدہ فعل کی وجہ سے ہے، جس پر اس کا ماقبل دلالت کر رہا ہے، یعنی يُعَذِّبُ الظّٰلِمِيْنَ۔ اس نے ظالمین کو نصب دیا ہے۔ کیونکہ اس کا ماقبل بھی منصوب ہے، یعنی وہ جسے چاہے اپنی رحمت میں داخل کرے گا اور ظالموں کو عذاب دے گا، یعنی مشرکوں کو۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اَعْتَدْنَا لَهُمْ : اس مضمر کی تفسیر ہوگا۔ یہاں نصب پسندیدہ ہے، گو کہ رفع بھی جائز ہے۔ جمہور نے نصب کے ساتھ پڑھا ہے۔ ابان بن عثمان نے اسے ابتداء کے طور پر رفع کے ساتھ پڑھا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کے بعد کوئی فعل نہیں ہے جو اس پر واقع ہو۔

ابن جریر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے: وَشَدَدْنَآ اَسْرَهُمْ کے متعلق فرمایا: اُن کی تخلیق۔

ابن جریر نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے وَشَدَدْنَآ اَسْرَهُمْ کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: یہ جوڑ ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سورۃ المرسلات

یہ پچاس آیات کی سورت ہے۔ حسن، عکرمہ، عطاء اور جابر کے قول کے مطابق یہ ایک مکی سورت ہے، قتادہ کہتے ہیں: یہ آیت وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ ارْكَعُوْا لَا يَرْكَعُوْنَ چھوڑ کر، کیونکہ یہ مدنی ہے۔ یہی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔ نحاس، ابن مردویہ اور بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے، فرماتے ہیں: سورت المرسلات مکہ میں نازل ہوئی۔

بخاری مسلم وغیرہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے، فرمایا: ہم منیٰ کے ایک غار میں نبی ﷺ کے ہمراہ تھے، وہاں سورت ''وَالْمُرْسَلٰتِ عُرْفًا'' نازل ہوئی۔ آپ ﷺ اس کی تلاوت فرما رہے تھے، میں آپ کے منہ سے ہی یہ سیکھ رہا تھا، آپ ﷺ کا منہ اس کے ساتھ تر تھا، اچانک ہم پر ایک سانپ لپکا، نبی ﷺ نے فرمایا: اس کو قتل کرو، ہم نے اس کی طرف جلدی کی، وہ چلا گیا، تو نبی ﷺ نے فرمایا: وہ تمہارے شر سے بچ گیا، جیسے تم اس کے شر سے بچ گئے۔

بخاری مسلم وغیرہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے کہ حضرت ام الفضل [1] نے انہیں سنا، وہ پڑھ رہے تھے: وَالْمُرْسَلٰتِ عُرْفًا فرمانے لگیں: اے میرے بیٹے! تم نے یہ سورت پڑھ کے مجھے یاد کرا دیا ہے کہ یہ آخری سورت ہے جسے میں نے نبی ﷺ کو نمازِ مغرب میں پڑھتے ہوئے سنا تھا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○ وَالْمُرْسَلٰتِ عُرْفًا ۝۱ فَالْعٰصِفٰتِ عَصْفًا ۝۲ وَّالنّٰشِرٰتِ نَشْرًا ۝۳ فَالْفٰرِقٰتِ فَرْقًا ۝۴ فَالْمُلْقِيٰتِ ذِكْرًا ۝۵ عُذْرًا اَوْ نُذْرًا ۝۶ اِنَّمَا تُوْعَدُوْنَ

[1] یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی والدہ محترمہ ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لَوَاقِعٌ ﴿٧﴾ فَإِذَا النُّجُومُ طُمِسَتْ ﴿٨﴾ وَإِذَا السَّمَاءُ فُرِجَتْ ﴿٩﴾ وَإِذَا الْجِبَالُ نُسِفَتْ ﴿١٠﴾ وَإِذَا
الرُّسُلُ أُقِّتَتْ ﴿١١﴾ لِأَيِّ يَوْمٍ أُجِّلَتْ ﴿١٢﴾ لِيَوْمِ الْفَصْلِ ﴿١٣﴾ وَمَا أَدْرَاكَ مَا يَوْمُ الْفَصْلِ ﴿١٤﴾ وَيْلٌ
يَوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِينَ ﴿١٥﴾ أَلَمْ نُهْلِكِ الْأَوَّلِينَ ﴿١٦﴾ ثُمَّ نُتْبِعُهُمُ الْآخِرِينَ ﴿١٧﴾ كَذَٰلِكَ نَفْعَلُ
بِالْمُجْرِمِينَ ﴿١٨﴾ وَيْلٌ يَوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِينَ ﴿١٩﴾ أَلَمْ نَخْلُقكُّم مِّن مَّاءٍ مَّهِينٍ ﴿٢٠﴾ فَجَعَلْنَاهُ فِي
قَرَارٍ مَّكِينٍ ﴿٢١﴾ إِلَىٰ قَدَرٍ مَّعْلُومٍ ﴿٢٢﴾ فَقَدَرْنَا فَنِعْمَ الْقَادِرُونَ ﴿٢٣﴾ وَيْلٌ يَوْمَئِذٍ
لِّلْمُكَذِّبِينَ ﴿٢٤﴾ أَلَمْ نَجْعَلِ الْأَرْضَ كِفَاتًا ﴿٢٥﴾ أَحْيَاءً وَأَمْوَاتًا ﴿٢٦﴾ وَجَعَلْنَا فِيهَا رَوَاسِيَ
شَامِخَاتٍ وَأَسْقَيْنَاكُم مَّاءً فُرَاتًا ﴿٢٧﴾ وَيْلٌ يَوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِينَ ﴿٢٨﴾

اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔ قسم ہے ان (ہواؤں) کی جو جانے پہچانے معمول کے مطابق چھوڑی جاتی ہیں! پھر جو تند ہو کر تیز چلنے والی ہیں! اور جو (بادلوں کو اٹھا کر) پھیلا دینے والی ہیں! خوب پھیلانا۔ پھر جو (انھیں) پھاڑ کر جدا جدا کر دینے والی ہیں! پھر جو (دلوں میں) یاد (الٰہی) ڈالنے والی ہیں! عذر کے لیے، یا ڈرانے کے لیے۔ بے شک تم سے جس چیز کا وعدہ کیا جاتا ہے یقیناً ہو کر رہنے والی ہے۔ پس جب ستارے مٹا دیے جائیں گے۔ اور جب آسمان کھولا جائے گا۔ اور جب پہاڑ اڑا دیے جائیں گے۔ اور جب (وہ وقت آجائے گا) جو رسولوں کے ساتھ مقرر کیا گیا۔ (یہ سب چیزیں) کس دن کے لیے مؤخر کی گئی ہیں؟ فیصلے کے دن کے لیے۔ اور تجھے کس چیز نے معلوم کروایا کہ فیصلے کا دن کیا ہے؟ اس دن جھٹلانے والوں کے لیے بڑی ہلاکت ہے۔ کیا ہم نے پہلوں کو ہلاک نہیں کیا؟ پھر ہم ان کے پیچھے دوسروں کو بھیجتے رہتے ہیں۔ ہم مجرموں کے ساتھ اسی طرح کرتے ہیں۔ اس دن جھٹلانے والوں کے لیے بڑی ہلاکت ہے۔ کیا ہم نے تمھیں ایک حقیر پانی سے پیدا نہیں کیا؟ پھر ہم نے اسے ایک مضبوط ٹھکانے میں رکھا۔ ایک معلوم اندازے تک۔ پس ہم نے اندازہ کیا تو ہم اچھے اندازہ کرنے والے ہیں۔ اس دن جھٹلانے والوں کے لیے بڑی ہلاکت ہے۔ کیا ہم نے زمین کو سمیٹنے والی نہیں بنایا؟ زندوں کو اور مردوں کو۔ اور ہم نے اس میں بلند پہاڑ بنائے اور ہم نے تمھیں نہایت میٹھا پانی پلانے کے لیے دیا۔ اس دن جھٹلانے والوں کے لیے بڑی ہلاکت ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اللہ کا فرمان ہے: وَالْمُرْسَلٰتِ عُرْفًا جمہور مفسرین فرماتے ہیں: یہ ہوائیں ہیں، ایک قول ہے کہ یہ فرشتے ہیں، یہ قول مقاتل، ابوصالح اور کلبی کا ہے۔ ایک قول ہے کہ یہ انبیا علیہم السلام ہیں، پہلے قول کے مطابق اللہ پاک نے ہواؤں کی قسم کھائی ہے جنہیں حکم دے کر بھیجا جاتا ہے، جیسے فرمایا: وَاَرْسَلْنَا الرِّيٰحَ لَوَاقِحَ اور فرمایا: وَمَنْ يُّرْسِلُ الرِّيٰحَ وغیرہ آیات۔

دوسرے قول کی بنیاد پر اللہ پاک نے فرشتوں کی قسم کھائی ہے، جنہیں اس کی وحی، امر اور نہی کے ساتھ بھیجا جاتا ہے۔ تیسرے قول کی بنیاد پر اللہ پاک نے اپنے پیغمبروں کی قسم کھائی ہے، جو اس کے بندوں کی طرف اس کی شریعتوں کی تبلیغ کے لیے بھیجے گئے۔ عُرْفًا پر نصب اس وجہ سے ہے کہ یہ مفعول لہ ہے، یعنی عرف کے لیے چھوڑی گئی ہوائیں۔ عرف برائی کی ضد ہے، اسی سے شاعر کا قول ہے:

من يفعل الخير لا يعدم جوازيه
لا يذهب العرف بين الله والناس

''جو نیکی کرتا ہے وہ اس کے انعامات سے محروم نہیں رہتا، نیکی اللہ اور لوگوں کے مابین ختم نہیں ہوتی۔''

یا اس لیے کہ یہ حال ہے بمعنی پے در پے کے، یعنی ایک دوسرے کے پیچھے جیسے گھوڑے کی ایال [1] ہوتی ہے، عرب کہتے ہیں: لوگ فلاں کی طرف اکٹھے ایک مرتبہ گئے، جب وہ اس کی طرف متوجہ ہوئے اور وہ فلاں پر بجوؤں کے عرف کی طرح ہیں، جب وہ اس پر اکٹھے ہو کر آتے ہیں، یا اس لیے کہ یہ مصدر ہے، گویا کہ فرمایا: وَالْمُرْسَلَاتِ اِرْسَالًا یعنی پے در پے۔ یا اس لیے کہ یہ منصوب بنزع الخافض ہے یعنی وَالْمُرْسَلَاتِ بِالْعُرْفِ۔ جمہور نے عُرْفًا میں راء پر سکون پڑھا ہے۔ عیسیٰ بن عمر نے اس پر پیش پڑھی ہے۔ ایک قول ہے کہ مرسلات سے مراد بادل ہیں، کیونکہ ان میں انعام اور انتقام ہے۔

فَالْعٰصِفٰتِ عَصْفًا ۙ: وہ ایسی ہوائیں ہیں جو تیز چلتی ہیں۔ قرطبی کہتے ہیں: اس بات

[1] ترکی گھوڑے کی گردن پر لمبے بالوں کو ایال کہتے ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ عَصَفَ بِالشَّیْءِ کہا جاتا ہے جب کسی چیز کو بندہ جدا کرے اور اسے ہلاک کرے۔ نَاقَةٌ عَصُوْفٌ وہ اونٹنی جو اپنے سوار کے ساتھ تیز چلے، وہ ایسی تیزی سے چلے گویا وہ آندھی ہے۔ عَصَفَتِ الْحَرْبُ بِالْقَوْمِ کہا جاتا ہے جب لڑائی قوم کو لے جائے۔ ایک قول ہے کہ اس سے مراد وہ فرشتے ہیں جو ہواؤں پر مقرر ہیں، وہ انہیں تیز چلاتے ہیں۔ ایک قول ہے کہ وہ کافر کی روح کو جلد نکال کر لے جاتے ہیں۔ ایک قول ہے کہ اس سے مراد ہلاک کرنے والی نشانیاں ہیں جیسے زلزلے وغیرہ۔

وَّالنّٰشِرٰتِ نَشْرًا ۙ: یعنی ہوائیں جو بارش لاتی ہیں، وہ بادلوں کو پھیلاتی ہیں پھیلانا، یا فرشتے جو بادلوں پر مقرر ہیں وہ انہیں پھیلاتے ہیں، یا اپنے پر نزولِ وحی کے وقت فضا میں پھیلاتے ہیں یا بارشیں مراد ہیں جو بوٹیوں کو پھیلاتی ہیں۔ ضحاک کہتے ہیں: اس سے مراد بنو آدم کے اعمال اور نامہائے اعمال کو پھیلانا ہے۔ اور ربیع نے فرمایا: اس سے مراد قیامت کو ارواح کا پھیلانا اور اٹھانا ہے۔ یہاں واؤ لائے ہیں کیونکہ دوسری قسم کا نیا بیان ہے۔

فَالْفٰرِقٰتِ فَرْقًا ۙ: یعنی ملائکہ اس چیز کے ساتھ آتے ہیں جو حق اور باطل نیز حلال اور حرام کے مابین فرق کرتی ہے۔ مجاہد کہتے ہیں: وہ ہوا ہے جو بادلوں کے مابین جدائی ڈالتی ہے اور انہیں الگ الگ کرتی ہے، ان سے ہی مروی ہے کہ وہ قرآنی آیات ہیں جو حق اور باطل کے مابین فرق کرتی ہیں۔ ایک قول ہے کہ اس سے مراد پیغمبر ہیں جو اللہ کے امر اور نہی کو الگ الگ بتاتے ہیں، یہی قول حسن کا ہے۔

فَالْمُلْقِیٰتِ ذِكْرًا ۙ: یہ فرشتے ہیں، قرطبی نے کہا: اس پر اجماع ہے، یعنی وہ انبیا علیہم السلام کی طرف وحی بھیجتے ہیں۔ ایک قول ہے کہ اس سے مراد حضرت جبریل ہیں اور ان کا نام جمع کے صیغے میں تعظیم کے طور پر ہے، ایک قول ہے کہ اس سے مراد پیغمبر ہیں جو اپنی امتوں کی طرف وہ بات پہنچاتے ہیں جو اللہ نے ان پر نازل فرمائی ہے، یہ قطرب کا قول ہے۔

جمہور نے فَالْمُلْقِیٰتِ میں لام پر سکون اور تخفیف پڑھی ہے اسم فاعل کے طور پر۔ حضرت ابن عباس نے لام پر فتح اور قاف پر شد پڑھی ہے کہ یہ تلقیہ سے نکلا ہے، جس کا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مطلب مخاطب تک بات پہنچانا ہے، راجح بات یہ ہے کہ پہلی تین ہواؤں کے لیے ہیں، چوتھی اور پانچویں فرشتوں کے لیے ہیں، ❶ یہی بات زجاج، قاضی وغیرہ نے اختیار کی ہے۔

عُذْرًا اَوْ نُذْرًا ۝: ان دونوں کا منصوب ہونا ذِكْرًا سے بدل کے طور پر ہے، یا مفعولیت کے طور پر ہے اور ان دونوں میں عامل مصدر منون ہے یعنی نون والا، جیسے اللہ کے فرمان: اَوْ اِطْعٰمٌ فِيْ يَوْمٍ ذِيْ مَسْغَبَةٍ ۝ يَّتِيْمًا میں ہے، یا مفعول لہ کے طور پر ہے یعنی لِلْاِعْذَارِ وَالْاِنْذَارِ یا معروف تاویل کے ساتھ حال کے طور پر ہے یعنی مُعْذِرِيْنَ اور مُنْذِرِيْنَ۔ جمہور نے ان دونوں میں ذال کو ساکن پڑھا ہے۔ حضرت زید بن ثابت، ان کے بیٹے خارجہ بن زید اور طلحہ نے ان دونوں پر پیش پڑھی ہے۔ حرمیان، ابن عامر اور ابوبکر نے عُذْرًا میں ساکن اور نُذُرًا میں پیش پڑھی ہے۔ جمہور نے عُذْرًا أَوْ نُذْرًا میں أَوْ کے ساتھ عطف پڑھا ہے۔ ابراہیم تیمی اور قتادہ نے واؤ کے ساتھ عطف پڑھا ہے بغیر الف کے۔ معنی یہ ہوگا کہ ملائکہ اللہ کی طرف سے اس کی مخلوق کی طرف وحی بھیجتے ہیں عذر کے طور پر اور اس کے عذاب سے ڈراتے ہوئے، اسی طرح فراء نے کہا ہے۔ ایک قول ہے کہ حق والوں کے لیے عذر اور باطل والوں کے لیے نذر۔ ابوعلی الفارسی کہتے ہیں: جائز ہے کہ عذر اور نذر رشد کے ساتھ عاذر اور ناذر کی جمع ہوں، جیسے فرمان ہے: هٰذَا نَذِيْرٌ مِّنَ النُّذُرِ الْاُوْلٰى اس طرح نصب القاء سے حال کے طور پر ہوگا یعنی يُلْقُوْنَ الذِّكْرَ فِيْ حَالِ الْعُذْرِ وَالْاِنْذَارِ یا یہ دونوں ذِكْرًا کے مفعول ہیں یعنی تذکر عذرا او نذرا۔ مبرد کہتے ہیں: شد کے ساتھ یہ دونوں جمع ہیں اور ان کے واحد عذیر اور نذیر ہیں۔

پھر اللہ پاک نے جواب قسم ذکر فرمایا، لہٰذا فرمایا: اِنَّمَا تُوْعَدُوْنَ لَوَاقِعٌ یعنی جس چیز کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے، قیامت کا آنا اور اٹھایا جانا یہ لامحالہ ہونے والا ہے۔ پھر اللہ پاک نے وضاحت فرمائی کہ یہ کب ہے، لہٰذا فرمایا: فَاِذَا النُّجُوْمُ طُمِسَتْ یعنی ان کا نور مٹایا جائے گا اور ان کی روشنی چلی جائے گی۔ طَمَسَ الشَّيْءُ کہتے ہیں، جب چیز چلی جائے اور اس کا نشان مٹ جائے۔

❶ یعنی سورت کے شروع میں جو پانچ قسمیں مذکور ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وَ اِذَا السَّمَآءُ فُرِجَتْ ﴿۹﴾: یعنی کھلے گا، ٹوٹے گا، اسی کی مثل اللہ کا فرمان ہے: وَّ فُتِحَتِ السَّمَآءُ فَكَانَتْ اَبْوَابًا۔

وَ اِذَا الْجِبَالُ نُسِفَتْ ﴿۱۰﴾: یعنی اپنی جگہ سے تیزی کے ساتھ اکھیڑے جائیں گے، نَسَفْتَ الشَّیْءَ وَاَنْسَفْتَهٗ کہتے ہیں جب آپ اسے جلدی سے پکڑتے ہیں۔ کلبی کہتے ہیں: زمین کے ساتھ برابر ہو جائیں گے، عرب کہتے ہیں: نَسَفَتِ النَّاقَةُ الْكَلَاَ جب اونٹنی سبزہ چرتی ہے۔ ایک قول ہے کہ وہ اس دانے کی طرح ہو جائے گا جو کوٹنے والے آلے کے ساتھ کوٹا جاتا ہے۔ اسی سے اللہ کا فرمان: وَّ بُسَّتِ الْجِبَالُ بَسًّا بھی ہے، پہلا مفہوم زیادہ بہتر ہے۔ مبرد کہتے ہیں: نُسِفَتْ کا مطلب ہے کہ اپنی جگہ سے اکھاڑے جائیں گے۔

وَ اِذَا الرُّسُلُ اُقِّتَتْ ﴿۱۱﴾: یہاں اُقِّتَتْ کا ہمزہ واؤ مضموم سے بدلا ہوا ہے، ہر واؤ جو مضموم ہو اور اس کا ضمہ (پیش) لازمی ہو اسے ہمزہ کے ساتھ بدلنا جائز ہے۔ واؤ کے ساتھ ابوعمرو، شیبہ اور اعرج نے پڑھا ہے، جبکہ باقیوں نے ہمزہ کے ساتھ پڑھا ہے، وقت وہ مقررہ مدت ہے جس کے پاس وہ چیز ہو جو اس تک موخر کی گئی ہے، مطلب یہ ہے کہ اس کے لیے وقت رکھا جائے گا، فیصلے کے لیے، ان کے اور امتوں کے مابین قضا کے لیے، جیسے اللہ پاک کے فرمان: يَوْمَ يَجْمَعُ اللّٰهُ الرُّسُلَ میں ہے۔ ایک قول ہے کہ یہ دنیا میں ہے، یعنی رسل اپنے وقتوں کے لیے جمع کیے گئے جو ان کے لیے مقرر کیے گئے تھے کہ جو انہیں جھٹلائے گا، ان پر عذاب آئے گا، پہلی بات زیادہ درست ہے۔ ابوعلی الفارسی کہتے ہیں: یعنی بدلے اور فیصلے کے دن کے لیے ایک وقت رکھا گیا ہے، ایک قول ہے کہ اُقِّتَتْ کا مطلب اوقات معلومہ کے لیے بھیجے گئے جن کا علم اللہ کو ہے۔

لِاَیِّ یَوْمٍ اُجِّلَتْ ﴿۱۲﴾: یہ استفہام تعظیم اور تعجب کے لیے ہے، یعنی کس عظیم دن کے لیے، بندے اس سے تعجب کرتے ہیں، اس کی شدت کی وجہ سے اور اس کی زیادہ ہولناکی کی وجہ سے، ان کے لیے وقت مقرر کیا گیا ہے، ان کو جمع کرنے کے لیے۔ جملہ قول مقدر کا مقولہ ہے جو کہ اِذَا کا جواب ہے، یا اُقِّتَتْ کی ضمیر سے حال کے طور پر محل نصب میں ہے، زجاج

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کہتے ہیں: اس توقیت سے مراد اس وقت کی وضاحت ہے جس میں وہ اپنی امتوں پر گواہی دینے کے لیے حاضر ہوں گے۔ پھر اس دن کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا:

لِيَوْمِ الْفَصْلِ: قتادہ کہتے ہیں: اس میں لوگوں کے درمیان ان کے اعمال کے سبب سے جنت اور جہنم کا فیصلہ ہوگا، پھر اس دن کی عظمت بیان کرتے ہوئے فرمایا:

وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا يَوْمُ الْفَصْلِ ﴿١٤﴾: یعنی آپ کو کس نے بتایا لِيَوْمِ الْفَصْلِ کا، مطلب یہ ہے کہ یہ معاملہ بہت اہم اور ہولناک ہے جس کا صحیح اندازہ نہیں کیا جا سکتا۔ مَا مبتداء اور اَدْرٰىكَ اس کی خبر ہے، یا اس کے برعکس ہے جیسا کہ سیبویہ نے اختیار کیا ہے۔ پھر ان لوگوں کا حال ذکر کیا جنہوں نے اس دن کو جھٹلایا، لہٰذا فرمایا:

وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿١٥﴾: یعنی اس ہولناک دن میں ان کے لیے ہلاکت ہے۔ وَيْلٌ اصل میں مصدر ہے جو اپنے فعل کی جگہ پر آتا ہے، اس کو رفع میں بدلا گیا تاکہ ثبات پر دلالت ہو۔ وَيْلٌ ہلاکت ہے، یا جہنم میں ایک وادی ہے۔ اس آیت کو اس سورت میں بار بار ذکر کیا گیا ہے کیونکہ اس نے ان پر وَيْلٌ کو، ان کی تکذیب کے بقدر تقسیم کیا ہے، ہر شخص جو کسی چیز کو جھٹلانے والا ہے اس کے لیے ایک عذاب ہے، دوسری چیز کی تکذیب کے علاوہ۔ کئی دفعہ جس چیز کو آدمی جھٹلاتا ہے اس کا جرم دوسری بات کی تکذیب سے بڑھ کر ہوتا ہے، تو اس کے لیے وَيْلٌ کو اس تکذیب کے بقدر تقسیم کیا جاتا ہے۔ پھر اللہ پاک نے ذکر فرمایا کہ گزشتہ امتوں کے کفار کے ساتھ کیا گیا، لہٰذا فرمایا: اَلَمْ نُهْلِكِ الْاَوَّلِيْنَ اللہ پاک نے ماضی کی امتوں کے کفار کی ہلاکت کی خبر دی ہے، حضرت آدم علیہ السلام سے حضرت محمد ﷺ تک۔

مقاتل کہتے ہیں: مراد دنیا کا عذاب ہے جب انہوں نے اپنے پیغمبروں کو جھٹلایا۔

ثُمَّ نُتْبِعُهُمُ الْاٰخِرِيْنَ ﴿١٦﴾: مراد مکہ کے کافر ہیں اور جو ان کے موافق لوگ ہیں جنہوں نے حضرت محمد ﷺ کو جھٹلایا۔ جمہور نے نُتْبِعُهُمُ میں استئناف کے طور پر رفع پڑھا ہے، یعنی ثُمَّ نَحْنُ نُتْبِعُهُمْ۔ ابوالبقاء کہتے ہیں: معطوف نہیں ہے، کیونکہ عطف کا تقاضا یہ ہے کہ معنی یہ ہو کہ ہم نے پہلوں کو ہلاک کیا، پھر ہلاکت میں دوسروں کو ان کے پیچھے لگایا، اس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

طرح نہیں ہے۔ کیونکہ دوسروں کی ہلاکت ان کے بعد واقع نہیں ہوئی۔ رفع پر حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی قراءت ثُمَّ نُتْبِعُهُمُ الْاٰخِرِيْنَ دلالت کرتی ہے۔ اعرج نے اور عباس نے ابوعمرو سے وَنُتْبِعْهُمْ کو جزم کے ساتھ نُهْلِكِ پر عطف کے ساتھ پڑھا ہے۔ شہاب الدین کہتے ہیں: فعل کو معطوف بنائیں گے۔ اَلَمْ نُهْلِكِ والے جملہ کے مجموعہ پر سے۔

كَذٰلِكَ نَفْعَلُ بِالْمُجْرِمِيْنَ ﴿۱۸﴾: یعنی اس طرح کے بُرے فعل کی مثل ہم ان کے ساتھ کریں گے، مراد وہ ہیں جو بعد میں ہلاک ہوں گے۔ کاف نصب کی جگہ پر ہے، مصدر محذوف کی صفت کے طور پر، مطلب ہے کہ اس ہلاک کرنے کی طرح ہم ہر مشرک کے ساتھ کریں گے یا دنیا میں اور یا آخرت میں۔

وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۱۹﴾: یعنی اس دن ہلاکت ہے اللہ کی کتب اور اس کے پیغمبروں کو جھٹلانے والوں کے لیے، ایک قول ہے کہ پہلا وَيْلٌ آخرت کے عذاب کے لیے ہے اور یہ عذاب دنیا کے لیے ہے۔

اَلَمْ نَخْلُقْكُّمْ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ ﴿۲۰﴾: یعنی ضعیف اور حقیر جو کہ نطفہ ہے۔

فَجَعَلْنٰهُ فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ ﴿۲۱﴾: یعنی محفوظ جگہ پر جو کہ رحم ہے۔

اِلٰى قَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ ﴿۲۲﴾: یعنی معلوم مقدار تک جو کہ حمل کی مدت ہے، ایک قول ہے کہ جب تک شکل بن جائے۔

فَقَدَرْنَا: جمہور نے فَقَدَرْنَا کو تخفیف کے ساتھ پڑھا ہے۔ نافع اور کسائی نے شد کے ساتھ پڑھا ہے جو کہ تقدیر سے ہے۔ کسائی اور فراء کہتے ہیں: یہ دو لغات ایک معنی میں ہیں، تم قَدَّرْتُ بِكَذَا اور قَدَرْتُهُ کہہ سکتے ہو۔

فَنِعْمَ الْقٰدِرُوْنَ ﴿۲۳﴾: یعنی ہم بہتر اندازہ لگانے والے ہیں۔ ایک قول ہے کہ اس کا مطلب ہم نے اس کا اندازہ لگایا چھوٹا یا بڑا ہے۔ ایک قول میں قدرنا کا معنی ''ہم مالک بنے'' ہے۔

وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۲۴﴾: ہماری اس قدرت پر۔ پھر اللہ پاک نے اپنی بے مثال کاریگری اور عظیم قدرت، ان کی نصیحت کے لیے بیان کرتے ہوئے فرمایا:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ كِفَاتًا ۙ: لغت میں كَفَتَ کا مطلب جوڑنا اور جمع کرنا ہے، كَفَتَ الشَّيْءُ اس وقت کہتے ہیں جب کوئی جوڑے اور جمع کرے، اسی سے تھیلی اور ہنڈیا کو کفت کہا جاتا ہے، مطلب یہ ہے کہ کیا ہم نے زمین کو اس کی پشت پر زندوں کو جمع کرنے والی اور مردوں کو اپنے اندر رکھنے اور جمع کرنے والی نہیں بنایا۔ فراء کہتے ہیں: مُراد ہے کہ وہ اُن کے زندوں کو اپنی پشت پر جمع کرے گی ان کے گھروں اور مکانات میں، اور ان کے مردوں کو اپنے پیٹ میں جمع کرے گی یعنی وہ انہیں جگہ دے گی، یہی مطلب اللہ کے فرمان اَحْيَآءً وَّ اَمْوَاتًا کا ہے، اور سیبویہ نے شعر پڑھا:

كرام حين تنكفت الأفاعي
الى اجحارهن من الصقيع

''وہ عزت والے ہیں جب اژدھے جمع ہوتے ہیں، اپنی بلوں کی طرف، بھڑ سے۔''

ابوعبیدہ کہتے ہیں: كِفَاتًا برتن ہیں، اسی سے شاعر کا قول ہے:

فأنت اليوم فوق الارض حيا
وانت غدا تضمك فى كفات

''تو آج کے دن زمین کے اوپر زندہ ہے، اور کل وہ تجھے جمع کرے گی ایک برتن میں۔''

یعنی قبر میں۔ ایک قول ہے کہ اس کو کفات بنانے کا مطلب یہ ہے کہ انسان سے جو کچھ فضلات نکلتے ہیں وہ اس میں جمع ہوتے ہیں۔ اخفش اور ابوعبیدہ کہتے ہیں: زندے اور مُردے یہ دونوں زمین کی صفات ہیں۔ یہ زمین کی تقسیم ہے کہ جو اگاتی ہے وہ زندہ ہے اور جو نہیں اگاتی وہ مُردہ ہے۔ فراء کہتے ہیں: اَحْيَآءً وَّ اَمْوَاتًا پر نصب اس لیے ہے کہ كَفَاتًا اس پر واقع ہے، یعنی اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ كِفَاتًا ۙ اَحْيَآءً وَّ اَمْوَاتًا ۙ جب اس پر تنوین آتی ہے تو اپنے مابعد کو نصب دیتا ہے، ایک قول ہے کہ الارض سے حال کے طور پر نصب آیا ہے یعنی مِنْهَا كَذَا وَمِنْهَا كَذَا۔

ایک قول ہے کہ یہ مصدر موصوف ہے مبالغہ کے لیے۔ اخفش کہتے ہیں: كفاتا كافتة

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کی جمع ہے، زمین سے مراد بھی جمع ہے، لہٰذا اس کی صفت جمع آئی ہے۔ خلیل کہتے ہیں: تکفّت کا مطلب کسی چیز کو پشت سے پیٹ کے بل یا پیٹ سے پشت کے بل الٹانا ہے۔ اِنْكَفَتِ الْقَوْمُ اِلٰى مَنَازِلِهِمْ کا مطلب ہے لوگ چلے گئے۔

وَّ جَعَلْنَا فِيْهَا رَوَاسِيَ شٰمِخٰتٍ: یعنی اونچے پہاڑ، رواسی ٹھہرے ہوؤں کو کہتے ہیں، شامخات لمبے ہیں، ہر اونچی چیز شامخ ہوتی ہے۔

وَّ اَسْقَيْنٰكُمْ مَّآءً فُرَاتًا ﴿۲۷﴾: یعنی میٹھا، الفرات میٹھا پانی ہے جو پیا اور پلایا جائے، مقاتل کہتے ہیں: یہ سب کچھ بعثت سے عجب تر ہے۔ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ جو ہم نے ان پر اپنی نعمتوں میں سے انعامات فرمائے، یہ ان میں سے ہے۔

ابن ابی حاتم اور حاکم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا اور اسے صحیح بھی کہا ہے کہ وَالْمُرْسَلٰتِ عُرْفًا کے متعلق فرمایا: وہ فرشتے ہیں جو عرف کے ساتھ بھیجے گئے۔ ابن جریر نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے اس طرح نقل کیا ہے۔ عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے، وَالْمُرْسَلٰتِ عُرْفًا کے متعلق فرمایا: ہوا۔ فَالْعٰصِفٰتِ عَصْفًا فرمایا: ہوا، فَالْفٰرِقٰتِ فَرْقًا فرمایا: فرشتے، فَالْمُلْقِيٰتِ ذِكْرًا فرمایا: فرشتے۔ ابن المنذر نے ان سے نقل کیا ہے، وَالْمُرْسَلٰتِ عُرْفًا فرمایا: فرشتے، فَالْفٰرِقٰتِ فَرْقًا فرمایا: فرشتے، جو حق و باطل کے مابین فرق کرتے ہیں۔ فَالْمُلْقِيٰتِ ذِكْرًا فرمایا: تنزیل (قرآن)۔ سعید بن منصور اور ابن المنذر نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے، فرمایا: وَيْلٌ جہنم میں ایک وادی ہے جس میں اہل جہنم کی پیپ بہتی ہے، جو جھٹلانے والوں کے لیے بنائی گئی ہے۔ ابن جریر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے، انہوں نے مِّنْ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ کے متعلق فرمایا: کمزور۔ ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے ان سے كِفَاتًا کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: چھپنے کی جگہ۔ ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے ان سے ہی نقل کیا، رَوَاسِيَ شٰمِخٰتٍ فرمایا: اونچے پہاڑ اور اللہ کے فرمان فُرَاتًا کے متعلق فرمایا: میٹھا۔

اِنْطَلِقُوْٓا اِلٰى مَا كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ﴿۲۹﴾ اِنْطَلِقُوْٓا اِلٰى ظِلٍّ ذِيْ ثَلٰثِ شُعَبٍ ﴿۳۰﴾ لَّا ظَلِيْلٍ وَّ لَا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

يُغْنِيْ مِنَ اللَّهَبِ ﴿٣٠﴾ اِنَّهَا تَرْمِيْ بِشَرَرٍ كَالْقَصْرِ ﴿٣٢﴾ كَاَنَّهٗ جِمٰلَتٌ صُفْرٌ ﴿٣٣﴾ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ
لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿٣٤﴾ هٰذَا يَوْمُ لَا يَنْطِقُوْنَ ﴿٣٥﴾ وَلَا يُؤْذَنُ لَهُمْ فَيَعْتَذِرُوْنَ ﴿٣٦﴾ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ
لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿٣٧﴾ هٰذَا يَوْمُ الْفَصْلِ ۚ جَمَعْنٰكُمْ وَالْاَوَّلِيْنَ ﴿٣٨﴾ فَاِنْ كَانَ لَكُمْ كَيْدٌ فَكِيْدُوْنِ ﴿٣٩﴾
وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿٤٠﴾ اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ ظِلٰلٍ وَّعُيُوْنٍ ﴿٤١﴾ وَّفَوَاكِهَ مِمَّا يَشْتَهُوْنَ ﴿٤٢﴾ كُلُوْا
وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓـًٔا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿٤٣﴾ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ﴿٤٤﴾ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ
لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿٤٥﴾ كُلُوْا وَتَمَتَّعُوْا قَلِيْلًا اِنَّكُمْ مُّجْرِمُوْنَ ﴿٤٦﴾ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿٤٧﴾ وَاِذَا
قِيْلَ لَهُمُ ارْكَعُوْا لَا يَرْكَعُوْنَ ﴿٤٨﴾ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿٤٩﴾ فَبِاَيِّ حَدِيْثٍ بَعْدَهٗ
يُؤْمِنُوْنَ ﴿٥٠﴾

اس چیز کی طرف چلو جسے تم جھٹلاتے تھے۔ ایک سائے کی طرف چلو جو تین شاخوں والا ہے۔ نہ سایہ کرنے والا ہے اور نہ وہ شعلے سے کسی کام آتا ہے۔ بلاشبہ وہ (آگ) محل جیسے شرارے پھینکے گی۔ جیسے وہ زرد اونٹ ہوں۔ اس دن جھٹلانے والوں کے لیے بڑی ہلاکت ہے۔ یہ دن ہے کہ وہ نہیں بولیں گے۔ اور نہ انھیں اجازت دی جائے گی کہ وہ عذر کریں۔ اس دن جھٹلانے والوں کے لیے بڑی ہلاکت ہے۔ یہ فیصلے کا دن ہے، ہم نے تمھیں اور پہلوں کو اکٹھا کر دیا ہے۔ تو اگر تمھارے پاس کوئی خفیہ تدبیر ہے تو میرے ساتھ کرلو۔ اس دن جھٹلانے والوں کے لیے بڑی ہلاکت ہے۔ یقیناً پرہیز گار لوگ اس دن سایوں اور چشموں میں ہوں گے۔ اور پھلوں میں، جس قسم میں سے وہ چاہیں گے۔ مزے سے کھاؤ اور پیو، اس کے عوض جو تم کیا کرتے تھے۔ یقیناً ہم نیکی کرنے والوں کو اسی طرح بدلہ دیتے ہیں۔ اس دن جھٹلانے والوں کے لیے بڑی ہلاکت ہے۔ (اے جھٹلانے والو!) تھوڑا سا کھالو اور فائدہ اٹھالو، یقیناً تم مجرم ہو۔ اس دن جھٹلانے والوں کے لیے بڑی ہلاکت ہے۔ اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ جھک جاؤ تو وہ نہیں جھکتے۔ اس دن جھٹلانے والوں کے لیے بڑی ہلاکت ہے۔ پھر اس کے بعد وہ کس بات پر ایمان لائیں گے؟

اِنْطَلِقُوْٓا اِلٰى مَا كُنْتُمْ: یہ قول کو مقدر مان کر ہے، یعنی انہیں ڈانٹ و ڈپٹ کے طور پر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کہا جائے گا: اِنْطَلِقُوْٓا اِلٰی مَا كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ جو تم دنیا میں جھٹلاتے تھے، یہ انہیں جہنم کے داروغے کہیں گے، یعنی چلو اس کی طرف جس عذاب کو تم جھٹلایا کرتے تھے، وہ جہنم کا عذاب ہے۔

اِنْطَلِقُوْٓا اِلٰی ظِلٍّ ذِیْ ثَلٰثِ شُعَبٍ ۝: یعنی جہنم کے اٹھتے ہوئے دھوئیں کے پھیلے ہوئے سائے کی طرف، جو تین حصوں میں پھیلا ہے، تم اس میں رہو حتیٰ کہ حساب پورا ہو جائے۔ یہ بڑے دھویں کی شان ہوتی ہے جب بلند ہوتا ہے شاخوں میں بٹتا ہے۔ جمہور نے دونوں مقامات پر اِنْطَلِقُوْٓا کو امر کے صیغے کے ساتھ پڑھا ہے، تاکید کے طور پر۔ رویس نے یعقوب سے دوسرے مقام پر صیغہ ماضی سے پڑھا ہے، یعنی جب انہیں چلنے کا حکم دیا گیا، انہوں نے اس پر عمل کیا اور وہ چلے۔ ایک قول ہے کہ یہاں سائے سے مراد سُرَادِقُ ہے وہ جہنم کی ایک زبان ہے جو ان کو گھیرے گی، پھر تین شاخوں میں ہو جائے گی، ان پر سایہ کرے گی حتیٰ کہ وہ اپنے حساب سے فارغ ہوں، پھر وہ جہنم کی طرف جائیں گے، ایک قول ہے کہ یہ یَحْمُوْم کا سایہ ہے، جیسے فرمایا: فِیْ سَمُوْمٍ وَّ حَمِیْمٍ ۝ وَّ ظِلٍّ مِّنْ یَّحْمُوْمٍ جیسا کہ گزر چکا ہے۔

پھر اللہ پاک نے ان پر چڑھائی کرتے ہوئے اس سائے کی صفت بتائی، فرمایا: لَّا ظَلِیْلٍ وَّ لَا یُغْنِیْ مِنَ اللَّهَبِ یعنی نہ وہ گرمی سے سایہ دے گا اور نہ شعلے سے کفایت کرے گا، کلبی کہتے ہیں: تم سے جہنم کی آگ نہ ہٹائے گا۔ پھر اللہ پاک نے آگ کی صفت بتاتے ہوئے فرمایا: اِنَّهَا تَرْمِیْ بِشَرَرٍ كَالْقَصْرِ ۝ یعنی اس کے چنگاروں میں سے ہر چنگارہ جوان پر پھینکا جائے گا وہ بڑائی میں محلات میں سے ایک محل کی طرح ہوگا، چنگارے وہ ہیں جو آگ سے متفرق اڑتے ہیں۔ قصر عظیم عمارت کو کہتے ہیں۔ ایک قول ہے کہ قصر قصرہ کی جمع ہے جس میں صاد ساکن ہے، جیسے حمر اور حمرۃ، نیز تمر اور تمرۃ ہے، وہ مضبوط لکڑیوں میں سے ایک بڑی خشک لکڑی ہے، سعید بن جبیر اور ضحاک کہتے ہیں: وہ بڑے درختوں کی جڑیں ہیں، ایک قول ہے کہ وہ اس کی گردنیں یا تنے ہیں۔ جمہور نے كَالْقَصْرِ میں صاد کو ساکن پڑھا ہے، یہ قصور کا واحد ہے، جیسا کہ گزر چکا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد، حمید اور سُلمی نے صاد پر زبر پڑھی ہے، یعنی کھجور کے تنے، قصرۃ تنے کو کہتے ہیں، اس کی جمع قصر اور قصرات ہے۔ قتادۃ کہتے ہیں: اونٹوں کی گردنیں۔ سعید بن جبیر نے قاف پر زیر اور صاد پر زبر پڑھی ہے یہ بھی قصرۃ کی جمع ہے، جیسے بدر اور بدرۃ نیز قصع اور قصعۃ۔ جمہور نے شَرَرٌ میں شین پر زبر پڑھی ہے۔ حضرت ابن عباس اور ابن مقسم نے اس پر زیر پڑھی ہے، ساتھ ہی دوراؤں کے مابین الف بھی۔ عیسیٰ نے بھی اسی طرح پڑھا ہے مگر وہ شین کو زبر دیتے ہیں، یہ چند لغات ہیں۔ پھر چنگاروں کو رنگ کے اعتبار سے تشبیہ دیتے ہوئے فرمایا: كَاَنَّهٗ جِمٰلَتٌ صُفْرٌ یہ جمال کی جمع ہے جس کا مطلب اونٹ ہے یا جمالہ کی جمع ہے۔ جمہور نے جمالات میں جیم پر زیر پڑھی ہے۔ حمزہ، کسائی اور حفص نے جمالہ جمع جمل پڑھا ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، حسن، ابن جبیر، قتادۃ اور ابو رجاء نے جمالات جیم پر پیش پڑھی ہے وہ کشتیوں کی رسیاں ہیں۔ واحدی کہتے ہیں: مفسرین کے قول کے مطابق صُفْرٌ کا مطلب کالے ہیں۔ فراء کہتے ہیں: صفر اونٹوں کی سیاہی ہے، جو بھی کالا اونٹ نظر آئے گا وہ ضرور زردی مائل ہوگا، اس لیے عرب لوگ کالے اونٹوں کی صفر کہتے ہیں۔ ایک قول ہے کہ چنگارے جب اڑتے ہیں اور گرتے ہیں، ان میں آگ کا کچھ رنگ باقی ہوتا ہے، یہ کالے اونٹوں کے ساتھ سب سے زیادہ مشابہت رکھنے والی چیز ہے، اسی سے شاعر کا قول ہے:

تلك خيلي وتلك ركابي

هن صفر اولادها كالزبيب

''وہ میرے گھوڑے ہیں اور وہ میری سواری ہیں وہ کالے ہیں، ان کی اولاد منقے کی طرح ہیں۔''

یہاں صُفْرٌ سے مُراد کالے ہیں۔ ایک قول ہے کہ یہ بات لغت میں محال ہے کہ ایک چیز کسی چیز کے ساتھ تھوڑی سی مشابہ ہو، اس شبہے کی طرف اس کو مکمل طور پر منسوب کر دیا جائے، اس پر تعجب ہے جس نے یہ کہا ہے، جبکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جِمَالَاتٌ صُفْرٌ۔ اس کا جواب دیا گیا ہے کہ اس کی صورت یوں ہے کہ آگ نور سے پیدا کی گئی ہے، جو روشنی کرنے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

والی ہے، تو جب اللہ نے جہنم پیدا کی جو کہ آگ کی جگہ ہے، اس جگہ کو اس آگ کے ساتھ بھر دیا، اس کی طرف اپنا سلطان اور غضب بھیجا، وہ اللہ کی سلطان (سلطانی حکم) سے کالی ہوگئی اور اس کی سیاہی زیادہ ہوگئی، وہ ہر چیز سے زیادہ بہت کالی ہوگئی، تو اس کے چنگارے بھی کالے ہوگئے کیونکہ وہ کالی آگ سے نکلے تھے۔

میں کہتا ہوں: یہ جواب اس کہنے والے کے اعتراض کو دور نہیں کرتا، کیونکہ اس کی بات اس اعتبار سے تھی جو یہاں قرآن پاک میں ان کی صفت صفراء ہونے کے حوالے سے ہے، اگر معاملہ ایسے ہو جیسے جواب دینے والے نے کہا ہے کہ آگ کالی ہوگئی اور اس کے چنگارے کالے ہوگئے تو اللہ تعالیٰ ضرور فرماتے: كَأَنَّهَا جِمَالَاتٌ سُوْدٌ۔ لیکن جب اہل عرب اسود کو اصفر کا نام دیتے ہیں تو کوئی اشکال باقی نہ رہا۔ کیونکہ قرآن ان کی زبان میں نازل ہوا ہے اور ثقہ لوگوں نے ان سے یہ بات نقل کی ہے، تو جو یہاں قرآن میں ہے وہ اس عربی استعمال پر وارد ہوا ہے۔

وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿٣٤﴾: جو اللہ کو اور اس کی آیات کو جھٹلانے والے ہیں۔

هٰذَا يَوْمُ لَا يَنْطِقُوْنَ ﴿٣٥﴾: یعنی وہ کلام نہیں کریں گے۔ واحدی نے کہا: مفسرین کا فرمان ہے: روزِ قیامت کچھ مواقع ہیں، بعض میں وہ کلام کریں گے اور بعض میں ان کے مونہوں پر مہر لگا دی جائے گی۔ لہٰذا وہ بات نہیں کریں گے، اس بارے میں جمع (وتطبیق) ہم کئی جگہ پر پیچھے ذکر کر آئے ہیں۔ ایک قول ہے کہ یہ اشارہ ہے ان کے جہنم میں داخل ہونے کے وقت کی طرف، وہ اس وقت بات نہیں کریں گے، کیونکہ سوال اور حساب کے مقامات گزر چکے۔ حسن کہتے ہیں: وہ دلیل کے ساتھ بات نہیں کریں گے اگرچہ وہ بولیں گے۔ جمہور نے يَوْمُ پر رفع پڑھا ہے، اس بنیاد پر کہ یہ اسم اشارہ [1] کی خبر ہے۔ زید بن علی، اعرج، اعمش، ابوحیوۃ اور عاصم سے اس بارے میں ایک روایت ہے کہ انہوں نے زبر پڑھی ہے، اس بنیاد پر اس کی فعل کی طرف نسبت ہے، اس کا محل رفع ہے خبر یہ کی طور پر۔ ایک قول ہے کہ یہ منصوب ہے ظرفیت کی

[1] یعنی ہذا اسم اشارہ مبتداء ہوگا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وجہ سے۔ هٰذَا کے ساتھ اشارہ اس وعید کی طرف ہے جو گزر چکی ہے، گویا کہ کہا گیا: یہ مذکور سزا اس دن ہوگی جس دن وہ بات نہ کریں گے۔

وَلَا يُؤْذَنُ لَهُمْ فَيَعْتَذِرُوْنَ ﴿۳۶﴾: جمہور نے یوذن مفعول (مجہول) کی بناء پر پڑھا ہے، زید بن علی نے ولا یاذن فاعل (معلوم) کی بناء پر پڑھا ہے، یعنی اللہ انہیں اجازت نہیں دے گا، یعنی ان کے لیے اللہ کی طرف سے اجازت نہیں ہوگی، بجائے اس کے کہ اعتذار کو اذن کا مسبب بنایا جائے اگر اسے نصب دیا جائے۔ فراء کہتے ہیں: فَيَعْتَذِرُوْنَ میں فاء يُؤْذَنُ کے نسق (ترتیب) پر ہے، اس کی اجازت دی گئی ہے، کیونکہ کلام کے اواخر نون کے ساتھ ہیں، اگر فَيَعْتَذِرُوْا کہا جاتا تو آیات کے (آخر کے) موافق نہ ہوتا، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: لَا يُقْضٰى عَلَيْهِمْ فَيَمُوْتُوْا یہ نصب کے ساتھ ہے اور ہر طرح ہی درست ہے۔

وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۳۷﴾: جنہوں نے اس بات کو جھٹلایا جس کی طرف پیغمبروں نے دعوت دی اور انہیں اس کے انجام سے ڈرایا۔

هٰذَا يَوْمُ الْفَصْلِ ۚ جَمَعْنٰكُمْ وَالْاَوَّلِيْنَ ﴿۳۸﴾: یعنی ان سے کہا جائے گا یہ فیصلے کا دن ہے جس میں مخلوقات کے درمیان فیصلہ کیا جائے گا اور اس میں حق کی باطل سے تمیز کی جائے گی، جَمَعْنٰكُمْ میں خطاب ہمارے نبی حضرت محمد ﷺ کے زمانے کے کفار سے ہے اور اَوَّلِيْنَ سے مراد ماضی کی امتوں کے کفار ہیں۔

فَاِنْ كَانَ لَكُمْ كَيْدٌ: یعنی اگر تم اب کسی تدبیر پر قادر ہو۔

فَكِيْدُوْنِ ﴿۳۹﴾: یہ ان کے لیے ڈانٹ اور ڈپٹ ہے۔ مقاتل کہتے ہیں: فرمایا: اگر تمہارے لیے کوئی حیلہ ہے تو اپنے نفسوں کے لیے حیلہ کرو۔ ایک قول کے مطابق معنیٰ ہے کہ اگر تم جنگ پر قادر ہو تو مجھ سے جنگ کرو۔ ایک قول ہے کہ یہ نبی ﷺ کا فرمان ہے، جیسے حضرت ہود علیہ السلام نے فرمایا تھا: فَكِيْدُوْنِيْ جَمِيْعًا ثُمَّ لَا تُنْظِرُوْنِ۔

وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۴۰﴾: کیونکہ ان کے لیے ان کی عاجزی اور جس بطلان پر وہ دنیا میں تھے وہ ظاہر ہو گیا۔ پھر اللہ پاک نے مومنین کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ ظِلٰلٍ وَّ عُيُوْنٍ ﴿۴۱﴾: یعنی درختوں کے سایوں میں اور محلات کے سایوں میں اس سائے کی طرح نہیں جو کفار کو دھو دیں یا آگ کا سایہ ملے گا، جیسا کہ گزر چکا۔ مقاتل اور کلبی کہتے ہیں: متقین سے مراد وہ لوگ ہیں جو اللہ کے ساتھ شرک سے بچتے ہیں، کیونکہ یہ سورت شروع سے آخر تک کفار کے کفر پر ان کی ڈانٹ پر مشتمل ہے۔ رازی کہتے ہیں: پس ضروری ہے کہ یہ آیت اس غرض کے لیے مذکور ہو، ورنہ سورت کی ترتیب اور نظم الگ الگ ہو جائے گا۔ نظم اس طرح پورا ہوتا ہے کہ مومنین کے لیے وعدہ ان کے ایمان کے سبب سے ہو، اگر اس کو طاعت کے سبب سے بنائیں تو یہ نظم کے مناسب نہیں ہے، ایسے ہی فرمایا: عُيُوْنٍ سے مراد نہریں ہیں۔ فَوَاكِهَ جن سے لذت اٹھائی جائے جو ان کے دل چاہتے ہیں اور ان کی خواہشات جن کا تقاضا کرتی ہیں۔

كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓـًٔا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۴۳﴾: یعنی یہ ان سے کہا جائے گا، اس جملے میں قول مقدر ہے، یہ متقین کی ضمیر سے حال کے طور پر محل نصب میں ہے، باء سببیت کے لیے ہے۔ یعنی ان اعمال صالحہ کے سبب سے جو تم دنیا میں کیا کرتے تھے۔

اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۴۴﴾: یعنی اس عظیم جزاء کی طرح ہم نیکوکاروں کو ان کے اعمال پر جزاء دیتے ہیں۔ جمہور نے فِيْ ظِلٰلٍ پڑھا ہے، جبکہ اعمش، زہری، طلحہ اور اعرج نے فِيْ ظُلَلٍ ظُلَّةٌ کی جمع کے ساتھ پڑھا ہے۔

وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۴۵﴾: جیسا کہ وہ عظیم بدنصیبی میں واقع ہو گئے اور مومنین قائم رہنے والی نعمتوں میں ہو گئے۔

كُلُوْا وَتَمَتَّعُوْا قَلِيْلًا اِنَّكُمْ مُّجْرِمُوْنَ ﴿۴۶﴾: جملہ مُكَذِّبِيْنَ سے حال کے طور پر محل نصب میں ہے قول کو مقدر مان کر۔ یعنی ان کے لیے ہلاکت ثابت ہے، کسی بھی حال میں ان سے یہ کہا جائے گا ان کے دنیا کے حال کی یاددہانی کے لیے۔ یا انہیں یہ دنیا میں کہا جائے گا۔ مُّجْرِمُوْنَ اللہ کے ساتھ شرک کرنے والے ہیں، یہ اگرچہ لفظوں میں امر ہے لیکن حقیقی معنی بڑی ڈانٹ اور عظیم ڈپٹ ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وَیۡلٌ یَّوۡمَئِذٍ لِّلۡمُکَذِّبِیۡنَ ﴿۴۷﴾: اس کا تکرار کیا تا کہ ڈانٹ ڈپٹ زیادہ ہو۔

وَ اِذَا قِیۡلَ لَهُمُ ارۡکَعُوۡا لَا یَرۡکَعُوۡنَ ﴿۴۸﴾: یعنی جب انہیں نماز کا حکم دیا جاتا تھا وہ نماز نہیں پڑھتے تھے۔

مقاتل کہتے ہیں: یہ آیت ثقیف کے بارے میں نازل ہوئی، نبی ﷺ نے انہیں نماز کا حکم دیا تو وہ اس سے رک گئے اور کہنے لگے: ہم نہیں جھکیں گے، یہ ہم پر ایک عیب ہے، تو نبی ﷺ نے فرمایا: اس دین میں کوئی خیر نہیں جس میں رکوع وسجود نہ ہوں۔ ایک قول ہے کہ یہ ان سے آخرت میں کہا جائے گا، جب وہ سجدے کی طرف بلائے جائیں گے تو وہ طاقت نہ رکھیں گے۔ ایک قول ہے کہ رکوع کا معنیٰ طاعت اور خشوع ہے۔

وَیۡلٌ یَّوۡمَئِذٍ لِّلۡمُکَذِّبِیۡنَ ﴿۴۹﴾: جو اللہ پاک کے اوامر اور اس کے نواہی کو جھٹلانے والے ہیں۔

فَبِاَیِّ حَدِیۡثٍۭ بَعۡدَهٗ یُؤۡمِنُوۡنَ ﴿۵۰﴾: یعنی قرآن کے بعد وہ کس حدیث کو سچا مانیں گے اگر وہ اس پر ایمان نہیں رکھتے۔ جمہور نے یُؤۡمِنُوۡنَ کو یاء کے ساتھ غیب کے صیغے سے پڑھا ہے، ابن عامر کی ایک روایت میں اور یعقوب نے اس کو تاء کے ساتھ مخاطب کے صیغے سے پڑھا ہے۔

ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اللہ کے فرمان بِشَرَرٍ کَالۡقَصۡرِ کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: جیسے عظیم محل ہے۔ اور جِمٰلَتٌ صُفۡرٌ فرمایا: آگ کے ٹکڑے۔ عبدالرزاق، فریابی، ہناد، عبد بن حمید، بخاری، ابن جریر، ابن المنذر، حاکم اور ابن مردویہ نے عبدالرحمن بن عابس سے بیان کیا، کہتے ہیں: میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا، ان سے اللہ کے فرمان: اِنَّهَا تَرۡمِیۡ بِشَرَرٍ کَالۡقَصۡرِ کے متعلق سوال کیا گیا، تو فرمایا: ہم لکڑی کو تین بازو کے بقدر یا اس سے تھوڑا کم سردیوں میں اٹھاتے تھے، ہم اس کا نام قصر رکھتے تھے۔ میں نے سنا، ان سے اللہ کے فرمان جِمٰلَتٌ صُفۡرٌ کے متعلق سوال کیا گیا، تو فرمایا: کشتیوں کی رسیاں ایک دوسرے پر جمع کی جاتی ہیں، حتیٰ کہ وہ درمیانے مردوں کی طرح ہو جاتی ہیں۔

بخاری کے الفاظ ہیں: ہم لکڑی کا قصد کرتے تین بازو (گز) یا اس سے اوپر تک، ہم اسے سردی کے لیے اٹھا رکھتے تھے، اس کا نام ہم قصر رکھتے تھے۔ کَاَنَّهٗ جِمٰلَتٌ صُفۡرٌ کشتیوں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کی رسیاں، وہ جمع کی جاتیں حتی کہ درمیانے مردوں کی طرح ہو جاتیں۔ ابن جریر، ابن المنذر نے ان سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے کَالْقَصَرِ کو قاف اور صاد کی زبر کے ساتھ پڑھا ہے اور فرمایا: کھجور کا قصر یعنی تنا۔ ابن مردویہ نے ان سے ہی نقل کیا ہے، فرمایا: عرب جاہلیت میں کہتے تھے، ہمارے لیے لکڑی قصر کرو تو ایک بازو دو بازو (گز) کے بقدر کاٹی جاتی تھی۔ سعید بن منصور، عبد بن حمید، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور طبرانی نے الاوسط میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے اللہ کے فرمان: تَرْمِیْ بِشَرَرٍ كَالْقَصْرِ کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: وہ پہاڑوں اور درختوں کی طرح نہیں بلکہ شہروں اور قلعوں کی طرح ہیں۔ عبد بن حمید اور ابن المنذر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اللہ کے فرمان كَالْقَصْرِ کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: وہ قصر ہے۔ اور جِمٰلَتٌ صُفْرٌ کے متعلق فرمایا: وہ اونٹ ہیں۔ حاکم نے عکرمہ سے نقل کیا ہے اور اسے صحیح بھی کہا ہے کہ نافع ابن الازرق نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اللہ تعالیٰ کے فرامین: هٰذَا یَوْمُ لَا یَنْطِقُوْنَ۔ فَلَا تَسْمَعُ اِلَّا هَمْسًا۔ وَ اَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰی بَعْضٍ یَّتَسَآءَلُوْنَ۔ هَآؤُمُ اقْرَءُوْا كِتٰبِیَهْ کے متعلق سوال کیا، فرمایا: تجھ پر افسوس، کیا تم نے مجھ سے قبل بھی اس بارے میں کسی سے پوچھا ہے، کہا نہیں۔ فرمایا: اگر تم نے پوچھا ہوتا تو تم ہلاک ہو جاتے، کیا اللہ نے نہیں فرمایا: وَاِنَّ یَوْمًا عِنْدَ رَبِّكَ كَاَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ؟ کہا: کیوں نہیں۔ فرمایا: ان دنوں کے ہر دن کی ایک مقدار کے لیے رنگوں میں سے ایک رنگ ہوگا۔ ابن جریر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے وَاِذَا قِیْلَ لَهُمُ ارْكَعُوْا لَا یَرْكَعُوْنَ کے متعلق نقل کیا ہے، فرمایا: وہ روز قیامت سجود کی طرف بلائے جائیں گے، وہ طاقت نہیں رکھیں گے، اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ دنیا میں اللہ کے لیے سجدہ نہیں کرتے تھے۔

www.kitabosunnat.com

الحمد للہ آج مورخہ ۱۹ ربیع الاول ۱۴۳۹ھ بمطابق ۸ دسمبر ۲۰۱۷ء بروز جمعہ مبارک اس پارے کے ترجمہ کی تصحیح و نظر ثانی مکمل ہوئی ... (مترجم)

المکتبۃ الرحمانیہ
۹۹-جے ماڈل ٹاؤن - لاہور
23602

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

فتح القدیر

الجامع بین فنی الروایۃ والدرایۃ من علم التفسیر

تبارک الذی

مکتبہ اسلامیہ ®
لاہور: ہادیہ حلیمہ سینٹر غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور
042-37244973 - 37232369
فیصل آباد: بالمقابل شیل پٹرول پمپ کوتوالی روڈ، فیصل آباد
041-2631204 - 2641204
www.maktabaislamia.com.pk
Facebook.com/maktabaislamia1
maktabaislamiainfo@gmail.com
2514800216